الجزء المفقود من الجزء الاول

من

المصنّف

الحافظ الكبیر ابوبکر عبدالرزّاق بن ھمّام الصّنعانی

مرتب ومترجم: ڈاکٹر محمود احمد ساقی

ادارہ اہلِ سُنّت وجماعت لاہور

تقدیم

حدیث نور

کی

بازیافت

ڈاکٹر محمود احمد ساقی

ادارہ اہلِ سنّت و جماعت لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: **تقدیم حدیث نور کی بازیافت**

مولف: ڈاکٹر محمود احمد ساقی

طبع اول: مارچ 2005

ناشر: **ادارہ اہل سنت وجماعت**

کمپوزنگ: طارق حسین اُوپل

ملنے کا پتہ

1. مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور، **مسلم کتابوی**
2. سنی رضوی جامع مسجد:
   پاک ٹاون نزد پل بندیاں والا چونگی امر سدھو لاہور
   Ph# 0300-4409470,5812670
3. جامع مسجد بلال مصطفیٰ:
   چراغ پارک اسماعیل نگر چونگی امر سدھو فیروز پور روڈ لاہور
   5813295

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا۔ (سورۃ التین، آیت نمبر ۴)

ایک خاص مقصد کیلئے پیدا فرمایا۔۔۔۔اپنی بندگی اور حضور انور ﷺ کی غلامی کیلئے پیدا فرمایا۔ (سورۃ الذاریات، آیت نمبر ۵۶)

رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کیلئے نہ پیدا کیا ہوتا تو انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد نہ لیا ہوتا اور یہ نہ فرمایا ہوتا:- لتئومنن به ولتنصرنه.

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۸۱)

نبی کریم ﷺ کی پیروی کو اپنے بندے پر فرض فرمایا۔

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۳۲، النساء ۵۹، المائدۃ ۹۲، الانفال ۴۶)

آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا عین فرمایا۔ آپ کی اتباع کو اپنی محبت کا عظیم وسیلہ قرار دیا۔

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۳۱)

اور اطاعت کو نے والوں کو اپنا محبوب بنایا۔۔۔۔آپ کو اختیار کلی عطا فرمایا۔

(سورۃ الحشر، آیت نمبر ۷)

قرآن حکیم کے لیے حکم ہوا کہ جب پڑھا جائے تو چپ رہو اور سنتے رہو۔

(سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۲۰۴)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظروں میں نبی کریم ﷺ کی باتوں کا کیا مقام تھا؟ ادب سیکھنا ہو تو ان سے سیکھیں۔ انہوں نے قرآن کریم کی حفاظت کا بھی سامان کیا اور رسول کریم ﷺ کی باتوں کو بھی سینے سے لگا کر

رکھا، دل دماغ میں محفوظ کیا، صحیفوں میں قلم بند کیا۔ ہر محبت والا اپنے محبوب کی باتیں محفوظ کرتا ہے یہ محبت کی نفسیات سے ہے، یہ محبت کے تقاضے ہیں، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کتب خانوں کے علمی ذخیرے اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

صحابہ کرام کے پاس احادیث کے ذخیرے موجود تھے۔ صندوق بھرے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صحیفوں میں یہ قابل ذکر ہیں ---صحیفہ صدیقی، صحیفہ علوی، صحیفہ سمرہ، صحیفہ صادقہ، صحیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحیفہ صحیحہ جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۰۱ھ/۷۱۹ء) نے ہمام بن منبہ کے لیے (۵۸ھ/۶۷۸) سے قبل مرتب فرمایا تھا صحیفہ ہمام بن منبہ ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ھ میں حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکا، ۱۰۱ھ/۷۱۹ء میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایماء پر امام مالک کے استاد ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ نے سند کے ساتھ احادیث کا ایک نسخہ مدون کیا۔

تدوین حدیث کی ایک طویل تاریخ ہے جس کی ابتداء عہد نبوی سے ہوتی ہے۔ اس صدی میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۷۹ھ/۷۹۵ء) نے موطا کے نام سے احادیث کا مجموعہ مرتب کیا۔ مجتہدین ومحدثین نے پہلے سے جمع کی ہوئی احادیث سے پورا فائدہ اٹھایا، یہ کہنا کہ احادیث دو تین سو برس کے بعد مدون ہوئیں اور اس سے پہلے سرے سے احادیث کا ذخیرہ تھا ہی نہیں۔ غیر معقول اور غیر مورخانہ ہے قرآن حکیم کا ترجمہ جو بالکل جدید بات لگتی ہے اس کی

تاریخ بھی پرانی ہے۔ ترجمہ قرآن کریم کا آغاز بھی عہد نبوی میں ہوا، مشہور صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۳ھ/۶۵۳ء) نے سورۃ فاتحہ کا فارسی میں ترجمہ کر کے بھیجا۔ (الف) المبسوط للسرخسی، ج ۲ ص ۳۷ کتاب الصلوٰۃ۔

(ب) الدولۃ العلیہ علی جواز ترجمۃ معانی القرآن الی اللغات الاجنبیہ، قاہرہ، ص ۵۸

۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں سندھ کے ایک عراقی الاصل عالم نے والی کشمیر کی خواہش پر قرآن کریم کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا۔

بزرگ بن شہریار: عجائب الہند، بحوالہ ہندوستان عربوں کی نظر میں اعظم گڑھ (۱۹۶۰ء/ص ۱۶۳) (عربی متن مع فرانسیسی ترجمہ مطبوعہ لیڈن، ۱۸۸۶ء)

غالباً غیر منقسم ہندوستان میں قرآن حکیم کا یہ پہلا ترجمہ تھا۔

الغرض احادیث کی تدوین کا سلسلہ عہد نبوی ہی سے شروع ہو گیا تھا، بہت سے مجموعے ممکن ہے کہ حادثات کی نذر ہو گئے ہوں۔ کیوں کہ اسلامی تاریخ بہت سے نشیب وفراز سے گزر رہی ہے۔ قدیم کتب حدیث کی تلاش میں ابتدائی تاریخ اسلام پر نظر ہو تو شاید اس تلاش وجستجو میں کچھ آسانی ہو جائے گی۔

(۱۳۷۵/۱۹۵۴ء) میں جناب محمد رحیم الدین صاحب (صدر اسلامک پبلی کیشنز سوسائٹی حیدرآباد دکن نے احادیث کے دو ایسے مجموعوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس وقت تک منظر عام پر نہ آسکے تھے یعنی مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف حمیدی۔

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ: صحیفہ ہمام بن منبہ حیدرآباد دکن، ۱۹۵۶ء)

تاریخ میں بہت سے احادیث کے مجموعوں کے نام ملتے ہیں مگر وہ مجموعے نہیں ملتے کیوں کہ ان کا تعلق اس دور سے ہے جب کاغذ کمیاب تھا اور طباعت معدوم۔ ایک کتاب کو حاصل کرنے کیلئے کاتبوں سے مدد لی جاتی جو مہینوں نقل کرتے تب جا کر ایک کتاب میسر ہوتی۔ ان کلفتوں کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔

جدید اشاعتی دور میں مذہبی سیاست نے احادیث شریفہ کی حفاظت کو مخدوش بنا دیا ہے، اپنے باطل عقائد کی تائید و حمایت کیلئے کتب احادیث میں ترامیم کی جا رہی ہیں حتیٰ کہ پوری احادیث نکالی جا رہی ہیں اور خدمت کا انعام بھی حاصل کیا جا رہا ہے۔ انا للہ انا الیہ راجعون۔۔۔

عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی الیمانی (۱۲۶ھء) کی ''تالیف المصنف'' جو مسند احمد بن حنبل، بخاری شریف اور مسلم شریف کتب حدیث کا سرچشمہ ہے اس میں سے پوری حدیث نور خارج کر دی گئی جس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث مواہب الدنیہ میں موجود ہے لیکن مواہب لدنیہ کے جدید ایڈیشن (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ص، ۳۷) میں محشی نے کس دیدہ دلیری سے لکھ دیا ہے۔

(وهذا الحديث لا وجود له في مصنف عبدالرزاق)

اس جھوٹ سے اکابر علمائے متقدمین و متاخرین جنہوں نے مصنف

کے حوالے سے اس حدیث کا حوالہ دیا ہے معاذ اللہ جھوٹے قرار پاتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر یوسف الدین صاحب حیدر آباد دکن میں مختلف مخطوطات کی روشنی میں اس کو ایڈیٹ کر رہے تھے۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ استانبول، صنعا میں اس کے مکمل نسخے تھے، حیدر آباد دکن و سندھ، مدینہ منورہ اور ٹونک وغیرہ میں اس کے ناقص نسخے ہیں۔

تعجب تو یہ کہ اس کے اصل نسخوں کو کتب خانوں سے غائب کیا جا رہا ہے۔ یہ بہت بڑی سازش معلوم ہوتی ہے۔ احادیث کی بعض کتب میں معمولی ترمیم کر کے احادیث کے دھارے اپنے عقائد کی طرف موڑ لئے گئے۔ ایک حدیث میں ''یا محمد'' آیا ہے، اسکو محمد بنا دیا گیا۔ حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پیر سن ہو گیا، کسی نے کہا ''اپنے سب سے پیارے کو یاد کیجئے'' آپ نے فرمایا: ''محمد ﷺ'' اور پیر ٹھیک ہو گیا۔

(کتاب الاذکار للنووی باب مایقول اذا خدرت رجلہ حدیث نمبر ۷۹۶/۱

ا،ص ۳۶۰)اور یہ حدیث مسند ابن الجعد (دارالکتب العلمیہ حدیث نمبر ۲۵۳۹،ص ۳۶۹)اور الادب المفرد لامام بخاری میں موجود ہے۔

دوسری حدیث میں ''باب فی زیارۃ قبر النبی ﷺ ہے'' اس کو باب زیارۃ مسجد النبی ﷺ بنا دیا گیا ہے۔

کتاب الاذکار للنووی میں فصل فی زیارۃ قبر النبی ﷺ واذکارہ۔اس کو بدل کر فصل فی زیارۃ مسجد النبی ﷺ کردیا گیا اور کئی تحریفات کیں۔

شیخ عبدالقادر الارناؤوط نے جن کی نشاندہی کی پھر اس کے بعد کے ایڈیشن میں تصحیح کی گئی مگر پھر بھی حواشی میں اپنے عقیدے، کا اظہار کئے بغیر محشی نہ رہ سکے، فصل فی زیارۃ قبر النبی ﷺ پر حاشیہ لکھا کہ اچھا یہ ہے، ''مسجد النبی ﷺ کہا جائے''۔پھر ان یتوجہ الی زیارۃ رسول اللہ ﷺ پر لکھا۔''وارزقنی فی زیارۃ قبر نبیک'' حاشیہ لکھا کہ اچھا یہ ہے ''فی زیارۃ مسجد نبیک'' لکھا جائے (کتاب الاذکار دارالہدی الریاض ص ۲۹۵) پھر صفحہ ۲۹۷ پر اعرابی والی حدیث پوری نکال دی ان سب کا شیخ عبدالقادر موصوف نے اپنے خط میں خوب تعاقب کیا ہے

ملاحظہ ہو جامع الاحادیث (ج اص ۴۴ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں، عالمی سطح میں اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے یہ حقائق ہر سنجیدہ عالم کیلئے باعث تشویش ہیں۔

قادیانی راستہ۔۔۔قرآن مجید کے بعد حدیث میں تحریف

اہل حدیث (غیر مقلد وہابیوں) کی حدیث دشمنی

صحاح ستہ میں غیر مقلدانہ تحریف

مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے اور اسلاف سے دور لے جانے کیلئے کتب احادیث میں بھی تحریف کی تحریک زور پکڑ رہی ہے جو کہ اہل اسلام واہل علم کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی دیگر خباثتوں کے علاوہ ان کی ایک بُرائی یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ کتب تورات اور زبور وغیرہما میں تحریف کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

یحرفون الکلم عن مواضعه (مائدہ آیت ۱۳)

وہ یہودی اللہ تعالیٰ کے کلام کو ان کے ٹھکانوں سے بدل دیتے ہیں۔

اب اہلحدیث (غیر مقلد وہابی) یہ کام کر رہے ہیں۔

مکتبہ دارالسلام (لاہور) کی حدیث دُشمنی

مکتبہ دارالسلام لاہور کی جانب سے کتب حدیث کا مجموعہ ''الکتب الستہ'' کے نام سے شائع ہوا ہے جس میں صحاح ستہ کو ایک جلد میں اکٹھا کر کے بظاہر بڑا اچھا اور عمدہ کام کیا ہے۔لیکن افسوس کہ ظاہری حسن کے ساتھ ساتھ باطنی تحریف کر کے دُنیا و آخرت کی تباہی اور اپنی روسیاہی کا سامان کیا ہے۔اس

مجموعہ مذکورہ میں جن مقامات پر غیر مقلدین ناشرین نے تحریف کی ہے۔ ہم یہاں مختصراً عرض کرتے ہیں۔

سنن نسائی باب ''رفع الیدین للسجود'' میں ایک حدیث کی اصل سند اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابن ابی عدی عن شعبة عن قتادہ عن نصربن عاصم عن مالك بن الحويرث

(بحوالہ سنن نسائی ۲/۲۰۷ طبع بیروت ۱۹۳۰ء، سنن نسائی مع تعلیمات سلفیہ ۱/۱۲۹۰ طبع لاہور) الکتب الستہ نسائی صفحہ ۲۱۵۷ میں یہ سند اسطرح تبدیل کردی گئی ہے

:اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابن ابی عدی عن (سعید) عن قتادة ۔یعنی اس سند میں شعبہ کا نام حذف کرکے سعید کا نام لکھ دیا گیا ہے جبکہ پوری دنیا میں جتنے بھی قدیم وجدید نسخے سنن نسائی کے مطبوعہ ہیں سب میں شعبہ ہی راوی ہے ہمارا چیلنج ہے کہ غیر مقلد وہابی سچے ہیں تو نسائی کے قدیمی نسخوں میں شعبہ کی بجائے سعید کا نام دکھائیں۔

جامع ترمذی باب ''رفع الیدین عندالرکوع'' کے آخر میں اپنی طرف سے زائد سطریں داخل کردی ہیں ۔ملاحظہ فرمائیں الجموعۃ الکتب الستہ صفحہ ۱۲۲۳ زائد عبارت اسطرح ہے۔

قال وحدثنا یحیٰ بن موسی قال حدثنا اسماعیل بن ابی اویس قال كان مالك بن انس يرى رفع اليدين فى الصلاة قال وسمعت

الجارودبن معاذ يقول كان سفيان بن عيينة و عمر بن هارون و النضر بن شميل يرفعون ايديهم اذافتتحوا الصلاة و اذا ركعوا و اذا رفعوا رؤسهم۔

جبکہ یہ عبارت جامع ترمذی کے کسی معتبر مطبوعہ نسخہ میں موجود نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو۔الجامع الترمذی مع العرف الشذی ۱/۵۹، عارضۃ الاحوذی ابن العربی ۲/۵۸ الاحوذی شرح جامع الترمذی للعبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد ۱/۲۲۔

سنن ابی داؤد صفحہ ۱۲۷۸ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین کی حدیث میں اپنی طرف سے یہ عبارت داخل کردی قال ابو دائود هذا حديث مختصر من حديث طويل وليس هوبصحيح على هذا اللفظ

جبکہ یہ الفاظ سنن ابی داؤد کے کسی بھی معتبر مبطوعہ نسخہ میں نہیں ہیں، ملاحظہ فرمائیں، سنن ابی داؤد ۱/۱۰۹ مطبوعہ کراچی، ۱/۱۰۸ مطبوعہ دہلی، مختصر سنن ابی داؤد للمنذری ۱/ ۳۶۷۔ تحقیق حامد الفقی مجددی و احمد محمد شاکر سنن ابی داؤد صفحہ ۱۲۷۹ میں اپنی طرف سے ایک حدیث داخل کردی ہے۔

عن طاوس قال كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنىٰ على يده اليسرى ثم يشد بينهما على صدره۔

یہ حدیث شریف مراسیل ابی داؤد کی ہے لیکن غیر مقلد نجدی ناشرین نے اس کو سنن میں داخل کرکے دھوکہ دیا ہے۔والعیاذ باللہ تعالی نحدیہ

وھابیہ جیسے محرفین کو ڈاکٹر اقبال نے تنبیہ کی ہے کہ

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان عرب بے توفیق

مزید فرمایا زمین کیا آسمان بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطر قرآن کو چلیپا کر دیا تو نے

غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کتاب میں تحریف

غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب میں سے ۲۰ تراویح والی حدیث مبارکہ کے الفاظ کتاب ہی سے نکال دیئے۔

”غنیۃ الطالبین“ میں حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کے متعلق فرمایا: صلوۃ التراویح سنة النبی ﷺ وھی عشرون رکعة یجلس عقب کل رکعتین ویسلم وھی خمس ترویحات کل اربعة منھا ترویحة یعنی نماز تراویح نبی ﷺ کی سنت ہے جو بیس رکعت ہے۔ نماز ہر دو رکعت کے بیٹھے اور سلام پھیرے اور پانچ ترویحات ہیں۔ جن میں ہر چار رکعت کے بعد ایک ترویحہ ہے (بحوالہ غنیۃ الطالبین کا عربی اردو نسخہ)

سعودیہ کتب خانہ حدیث منزل کراچی

غیر مقلدین کے کتب خانہ سعودیہ حدیث منزل کراچی کے مطبوعہ نسخہ غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۷۳۹ پر عربی متن اور اردو ترجمہ میں ظالمانہ چیر پھاڑ کر کے بایں الفاظ تحریف و علمی ڈکیتی کی گئی ”وھی احدیٰ عشرۃ رکعة مع الوتر“ یعنی تراویح آٹھ رکعت ہے اور وتر سمیت گیارہ رکعت۔ اُف توبہ کیسی ہٹ دھری اور دیدہ دلیری ہے کہ بیس تراویح کا گیارہ رکعت بنا دیا اور پانچ ترویحات کی عبارت بالکل ہی اُڑا دی

ڈھیٹ اور بے شرم دنیا میں بھی دیکھے ہیں بہت
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

اکابرین کی کتب میں علمی خیانت اور تحریف

وہابیوں کا یہ بھی پسندیدہ معمول و طریقہ ہے کہ وہ کتابیں جو مسلمانوں کا قیمتی و علمی سرمایہ و ورثہ ہیں، لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے نجدی ان پر اپنے ملک میں پابندی عائد تو نہیں کر سکتے لیکن ان میں جو چیز انہیں پسند نہیں اسے حذف کر دیتے ہیں یا اس میں تحریف و خیانت کر دیتے ہیں حالانکہ یہ سلف صالحین، مصنفین کی آراء پر شرعی اور قانونی ایسی ظلم و زیادتی ہے جس کے ازالہ و بدلہ کی انہیں دنیا میں طاقت تو کہاں اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں بھی کچھ نہیں کر سکیں

گے۔

اہلحدیث وہابیوں نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب حاشیہ ابن عابدین شامی (فتاوئی شامی) سے وہ فصل ہی خارج کردی جو اولیاء ابدال اور صالحین کے بارے میں تھی۔

اہلحدیث (وہابیوں) نے آخری طباعت میں فتاوئی ابن تیمیہ سے دسواں حصہ حذف کردیا کیونکہ وہ تصوف پر مشتمل تھا۔

تبلیغی جماعت (رائیونڈ والوں) کی درود دشمنی

تبلیغی جماعت کی کتاب ''تبلیغی نصاب'' میں ایک باب فضائل درود شریف تھا اور برسوں چھپتا رہا۔ اس میں الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کا پڑھنا جائز لکھا گیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں (تبلیغی نصاب ص ۶۷۹ تا ۸۱۳ مطبوعہ عتیق اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

موجودہ قائدین تبلیغی جماعت نے الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کی دشمنی میں فضائل درود شریف کے پورے باب کو حذف کردیا ہے۔

بازار سے کتاب لے کر جس کا جی چاہے اپنی تسلی کرسکتا ہے۔ تبلیغی ٹولے کے کسی فرد سے آپ وجہ دریافت فرمائیں گے تو وہ کہے گا کہ یہ باب الگ چھاپا گیا ہے۔ اسے آپ فرمائیں کہ لاؤ اور ہمیں بھی دکھاؤ وہ کبھی نہیں دکھا سکے

گا۔ اس کا جھوٹ آپ پر آشکار ہوجائے گا اور درود شریف الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے ساتھ دشمنی بھی۔

ہے یہ سوچنے کی بات

اسے بار بار سوچ

شیخ ابن باز (جو دارالافتاء کے سابقہ سربراہ تھے) نے یہ چاہا تھا کہ حافظ امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب فتح الباری شرح البخاری میں جو اسے ناپسند ہے اس پر حواشی لکھ کر اس کا ازالہ کرے، اس نے معاونین سے مل کر تین اجزاء پر کام بھی کیا۔ اس کے بعد وہ رک گیا۔ ان حواشی کے ذریعے اس نے بہت بڑا شر کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ یاد رہے کہ امام ابن حجر عسقلانی کے خلاف ایک نجدی نے مکمل کتاب لکھی جس کا نام ''الاخطاء الاسباب فی توحید الالوھیہ فی فتح الباری'' ہے۔

اہلحدیث (وہابیوں) کی قبر نبی کریم ﷺ کے ساتھ دشمنی

امام محی الدین النودی کی الاذکار (۱۴۰۹) میں دارالہدیٰ ریاض سے عبدالقادر ارناؤوط شامی کی تحقیق سے شائع ہوئی صفحہ ۲۹۵ پر امام نے عنوان قائم کیا تھا:

فصل فی زیارة قبر الرسول صلی اللہ علیه وسلم

یہ فصل زیارت قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے

پھر فصل کی ابتداء اور انتہا سے متعدد سطور حذف کر دیں اور سارا حضرت عقبیٰ کا واقعہ بھی حذف کر دیا، حالانکہ اسے امام نووی نے مکمل طور پر ذکر کیا تھا۔ یہ مصنف اور کتاب پر زیادتی وظلم نہیں تو کیا ہے؟ جب محقق شیخ ارناؤوط سے اس سلسلہ میں رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا یہ تبدیلی وتحریف سعودی نجدی ناشرین کی ہے۔

اہلحدیث (وہابیوں) نے حاشیہ صاوی علیٰ جلالین سے وہ تمام عبارات حذف کر دیں جو انہیں نہیں بھاتی تھیں۔

(نصیحۃ لاخوان نجد ص ۳۴ مطبوعہ کویت)

یہ ہے مجموعہ احادیث مبارکہ

المصنف: امام عبدالرزاق صنعانی

جس میں مذکور حدیث اوّلیت نور محمدی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کی حدیث مبارک کو منکرین نور ومخالفین شانِ رسالت ہمیشہ چھپاتے بلکہ صریح انکار کرتے رہے۔

الحمد للہ! مذکورہ مجموعہ احادیث مبارکہ

المصنف: امام عبدالرزاق صنعانی

کو دبئ (عرب امارات) کے علمی تحقیقی اشاعتی ادارہ عربیہ نے بڑے اہتمام وآب و تاب سے شائع کر کے اہل عشق وعلم اور تحقیقی حضرات پر بہت احسان فرمایا ہے۔

(جزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء)

امام عبدالرزاق: صنعانی علیہ الرحمۃ کے علمی مقام وتعارف کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ حضرت امام مالک کے شاگرد امام احمد کے استاذ اور امام بخاری وامام مسلم علیہم الرحمۃ کے استاذ الاستاذ ہیں۔

اسی مصنف میں آپ نے حدیث نور کو صحابیٔ رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سایہ نہ ہونے کی روایت فرمائی ہے۔ (فالحمد لله علىٰ ذالک)

حدیثِ نور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اوّل شيىء خلقه الله تعالىٰ؟ فقال هو نور نبيک يا جابر خلقه الله (الحدیث، ص ۲۳)

کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا سب سے پہلی شے اللہ تعالیٰ نے کون سی پیدا کی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے جسے اللہ نے (سب سے پہلے) پیدا فرمایا''۔ (ص ۶۳)

دوسری حدیث عن ابن عباس قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس قط الاغلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوءہ ضوء السراج۔ (ص ۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا' جب آپ دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب آجاتا اور جب (کبھی) چراغ کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آجاتا''۔ (ص ۵۶)

صلی اللہ علیٰ حبیبہ و نور عرشہ سید نا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم



''مخزنِ حدیثِ جابر''
۱۴۲۵ھ



منکرینِ مصطفیٰ نادم ہوئے ...... مل گیا ماخذ حدیثِ نور کا
اہلِ ایماں کی خوشی ہے دیدنی ...... پوچھئے نہ ولولہ مجور کا

از قلم:
سید محمد عارف مجور رضوی گجرات

ارشاد نبوی ﷺ ہے ''اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، اس فرمان مقدس کو اپنی اپنی کتب میں محدثین، مفسرین اور اہل سیر، مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے صدیوں سے نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ تمام اُمت مسلمہ نے اسے قبول کیا اور یہی عقیدہ رکھا کہ تخلیق اوّل ''نور محمدی'' ہے۔ اس حدیث اور دیگر احادیث مبارکہ اول ماخلق اللہ القلم (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا) اول ماخلق اللہ العقل (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا) کے درمیان موافقت و تطبیق دیتے ہوئے یہی لکھا ہے۔ اولیت حقیقی نور محمدی کو ہی حاصل ہے۔ (زرقانی علی المواہب........ مرقاۃ المفاتیح)

کچھ عرصہ سے جلد باز لوگوں نے بزرگوں پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اس کا انکار کیا، پھر ان کا انکار اس وقت اپنے عروج پر گیا جب مصنف کا نسخہ انڈیا سے شائع ہوا کیونکہ اس نسخہ میں یہ روایت نہ تھی، اس کے بعد تو یہ چیلنج شروع ہوگیا کہ یہ حدیث ہرگز نہیں اگر اس کا وجود ہے تو ثابت کر کے دکھاؤ۔ اہل علم نے واضح کیا کہ یہ مصنف کا مطبوعہ نسخہ ناقص ہے کیونکہ اس کے محقق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے چوتھی جلد کی ابتداء میں اس کے ناقص ہونے پر تصریح کردی ہے مگر میں نہ مانوں کی رٹ اب تک جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل ولطف فرمایا۔ ''افغانستان سے مصنف کا کامل نسخہ دستیاب ہوگیا۔ جو انشاء اللہ عنقریب شائع ہورہا ہے۔ اس میں یہ حدیث نور اس سند اور الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

امام عبدالرزاق: فرماتے ہیں ''مجھے حضرت معمر سے ابن منکدر اور انہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کونسی شے پیدا کی؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے اللہ نے اسے پیدا فرما کر اس میں سے ہر خیر پیدا کی اور اس کے بعد ہر شے پیدا کی۔ جب اس نور کو پیدا فرمایا تو اسے بارہ ہزار سال تک مقام قرب پہ فائز رکھا پھر اس کے چار حصص کئے۔ ایک حصہ سے عرش و کرسی اور ایک حصہ سے حاملین عرش و خازنین کرسی پیدا کئے۔ پھر چوتھے حصہ کو مقام محبت پر بارہ ہزار سال رکھا پھر اسے چار میں تقسیم کیا۔ ایک سے قلم، دوسرے سے جنت بنائی پھر چوتھے کو مقام خوف پر بارہ ہزار سال رکھا پھر اس کے چار اجزاء کئے ایک جز سے ملائکہ، دوسرے سے شمس، تیسرے سے قمر اور ایک جز سے ستارے بنائے پھر چوتھے جز کو مقام رجا پر بارہ ہزار سال تک رکھا پھر اس کے چار اجزاء بنائے ایک سے عقل، دوسرے سے علم تیسرے سے حکمت اور چوتھے سے عصمت و توفیق بنائی۔ پھر چوتھے کو مقام حیا پر بارہ ہزار سال تک رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر کرم فرمائی تو اس نور کو پسینہ آیا جس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نور کے قطرے جھڑے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قطرہ سے نبی کی روح یا رسول اللہ کی روح پیدا کی پھر ارواح انبیاء نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان انفاس سے تا قیامت اولیاء، شہدا، سعدا اور فرمانبرداروں کو پیدا فرمایا۔ تو عرش و کرسی میرے نور سے، کروبین میرے نور سے روحانیوں میرے نور سے، ملائکہ میرے نور سے جنت اور اس کی تمام نعمتیں میرے نور سے، ملائکہ سبع سموات میرے نور

سے، شمس و قمر اور ستارے میرے نور سے، عقل و توفیق میرے نور سے، ارواح رسل و انبیاء میرے نور سے شہدا اور صالحین میرے نور کے فیض سے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے میرے نور کے جز رابع کو ہر پردہ میں ہزار سال رکھا اور یہ مقامات عبودیت، سکینہ، صبر، صدق و یقین تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ہزار سال تک اس پردہ میں غوطہ زن رکھا۔ جب اسے اس پردہ سے نکالا اور اسے زمین کی طرف بھیجا تو اس سے مشرق و مغرب یوں روشن ہوئے جیسے تاریک رات میں چراغ، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا تو ان کی پیشانی میں نور رکھا پھر اسے حضرت شیث کی طرف منتقل کیا پھر وہ طاہر سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا ہوا عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں اور آمنہ بنت وہب کے شکم میں آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں پیدا فرما کر رسُل کا سردار، آخری نبی رحمۃ للعالمین اور تمام روشن اعضاء والوں کا قائد بنایا تو جابر! یوں تیرے نبی کی تخلیق سے ابتداء ہوئی۔

(مصنف عبدالرزاق، ا، حدیث ۱۸)

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم و صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

سایہ نہ تھا: اُمت مانتی چلی آرہی ہے کہ آپ ﷺ چونکہ نور ہیں اس لیے آپ ﷺ کے جسم اقدس کا سایہ نہیں اس پر دیگر دلائل کے علاوہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول گرامی بھی ہے کہ ''آپ ﷺ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا'' اسے بہت سے بزرگوں نے نقل کیا مگر سند نہ تھی، بعض لوگوں نے سند نہ ہونے کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا۔ جن میں ایک قاضی لادائم بھی ہیں الحمدللہ مذکورہ مصنف کے نسخہ میں اس کی بھی سند موجود ہے۔ ہم متن مع سند شائع کررہے ہیں۔

عبدالرزاق عن ابن جريج قال اخبرني نافع ان ابن عباس قال لم يكن لرسول الله ﷺ ظل ولم يقم مع شمس قط الا غلب ضوءه الشمس ولم يقم مع السراج قط الا غلب ضوءه السراج (سندہ صحیح)

امام عبدالرزاق فرماتے ہیں ''مجھے ابن جریج انہیں امام نافع اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک نہ تھا، جب آپ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کے نور کی روشنی کا شمس پر غلبہ ہوتا، اس طرح کسی چراغ کے سامنے قیام ہوتا تو آپ کے نور کی روشنی کا چراغ پر غلبہ ہوتا۔

(ایضاً حدیث)

بزرگوں پر اعتماد کرنا چاہیے اگر انہوں نے کوئی بات لکھی ہے تو جلدی سے اس کا انکار مناسب نہیں اس کی بنیاد کی تلاش میں رہنا چاہیے بلکہ ہمارے لیے ان کا لکھ دینا ہی کافی ہے۔ ہمارا علم ومطالعہ وتقویٰ ان جیسا کہاں؟ وہ لاکھوں احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ دیتے ہیں جبکہ ہمارے لیے فقط عبارت بھی مشکل ہوتی ہے۔

تنبیہ ضروری حدیث نور مذکور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے بدیں الفاظ نقل فرمائی ہے کہ۔ امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے استاد اور امام بخاری و امام مسلم کے استاد الاستاذ (دادا استاد) حافظ الحدیث احد الاعلام امام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ الخ۔

(رسالہ صلوٰۃ الصفا فی نور المصطفیٰ ﷺ)

دیوبندی حکیم الامت: مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی یہی حدیث اسی حوالہ سے اپنی کتاب ''نشر الطیب'' ص ۵ پر نقل کی اور نور محمدی کا باولیت حقیقیہ پیدا ہونا ثابت کیا۔ نیز رسالہ ''الرفع والوضع ص ۱۳ میں تحریر کیا کہ اب یہ حدیث ان الفاظ سے مشہور ہوگئی ہے۔

''اول ماخلق اللہ نوری''

معلوم ہوا کہ حدیث مشہور اوّل ماخلق اللہ نوری کا ماخذ بھی مصنف شیخ عبدالرزاق کی روایت حدیث جابر ہی ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

مولوی اسماعیل: دہلوی نے بھی رسالہ یکروزی ص ۱۱ میں اول ما خلق اللہ نوری کی حدیث نقل کی ہے۔

''پیشوائے اہلحدیث'' مولوی وحید الزمان نے بھی اپنی کتاب ''ہدیۃ المہدی'' ص ۵۶ پر حدیث نور مذکور کی تائید میں لکھا ہے کہ

بدأ للہ سبحانہ الخلق بالنور المحمدی .... فالنور المحمدی مادة اولیة لخلق السموات والارض وما فیھما"

گویا: حدیث نور مذکور تمام مکاتب کی متفقہ مقبولہ اور مشہور و معتمد علیہ حدیث مبارک ہے۔ اس کے باوجود (جو نور محمدی ﷺ) کا انکار و اس میں شک کرے اس کی شان محمدی سے دشمنی کور باطنی بدعقیدگی ہٹ دھرمی اور منکر حدیث ہونے میں کیا شک ہے۔ (ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق)

یہ حدیث ثلاثی احادیث میں سے ہے یعنی عبدالرزاق اور نبی کریم ﷺ کے درمیان اس میں صرف تین راوی ہیں۔ معمر، محمد بن المنکدر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔ یہ سند الحمدللہ۔ زبردست صحیح اور عالی سند ہے۔ اس کے تمام رواۃ ثقات آئمہ اعلام میں سے ہیں۔

امام معمر بن راشد: یہ اپنے وقت کے زبردست عالم اور ثقہ محدث ہیں۔ امام بخاری اور مسلم کے مرکزی راوی ہیں۔

صحیح بخاری میں ان سے کم و پیش سوا دو سو (۲۲۵) احادیث مروی ہیں جس میں اسی

(۸۰) کے اوپر عبدالرزاق عن معمر کی سند سے ہیں

مسلم شریف: میں ان سے کم پیش (۳۰۰) احادیث مروی ہیں جن میں سے کم و پیش (۲۸۰) عبدالرزاق عن معمر کی سند سے ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں معمر بن راشد الامام الحافظ شیخ الاسلام ابوعروہ بن ابی عمر الازدی یہ ۹۵ یا ۹۶ ہجری کو پیدا ہوئے۔ امام حسن بصری کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ یہ تحری اور صدق و ورع اور جلالت و حسن تصنیف کے ساتھ علم کے برتن ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء (۸۵/۷)

محمد بن منکدر ر کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں محمد بن المنکدر رابن عبداللہ بن حدیر ...... الامام الحافظ القدوۃ، شیخ الاسلام ابوعبداللہ القرشی المدنی یہ ۳۰ھ کے بعد پیدا ہوئے اور یہ حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، ابن عمر، جابر، ابن عباس، ابن الزبیر، ربیعۃ بن زبیر اور اپنے باپ وغیرہم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان میں سے امام اعظم ابوحنیفہ، امام زہری، ھشام بن عروۃ، موسیٰ بن عقبہ، ابن جریج، یحییٰ بن سعید، معمر، امام مالک، امام جعفر الصادق، امام شعبہ، سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ، امام اوزاعی وغیرہم اور دیگر بے شمار محدثین نے روایت لی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء (۳۵۳/۵-۳۶۱)

صحیح بخاری میں ان سے کم و پیش ۳۰ سے زیادہ احادیث مروی ہیں، جن میں سے کم و بیش ۲۹ محمد بن المنکدر عن جابر کی سند سے ہیں۔ صحیح مسلم میں ان سے کم وبیش ۱۲۲ احادیث مروی ہیں، جن میں سے ۱۴ کے قریب حضرت جابر سے مروی ہیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ: صحابی رسول ﷺ ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ "حدیث نور" بالکل صحیح حدیث ہے۔

امام عبدالرزاق: امام عبدالرزاق بن ہمام بن نافع، ان کی کنیت ابو بکر ہے۔ یہ صنعا (یمن) میں ۱۲۶ھ میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ہمام بن نافع حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر، عکرمہ مولیٰ حضرت ابن عباس، وھب بن منبہ، مینا، مولیٰ عبدالرحمن بن عوف، قیس بن یزید الصنعانی اور عبدالرحمن بن السلیمانی مولیٰ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنھم) جیسے جلیل القدر تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ امام عبدالرزاق نے شام کیطرف بطور تاجر سفر کیا اور وہاں سے کبار علماء سے اخذ علم کیا جیسے کہ امام اوزاعی وغیرہ اور آخری عمر میں حجاز مقدس کا سفر کیا لیکن زیادہ تر آپ یمن میں رہے اور کم وبیش سات سے نو سال تک معمر بن راشد کی مجلس میں رہے۔ اس وقت آپکی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی پھر جب عالم اسلام میں آپ کی علمیت معروف ومشہور ہوئی تو بے شمار لوگ آپ سے علم حدیث اخذ کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ ثابت ہوا: کہ عبدالرزاق ثقات میں سے ہیں اور ان کی یہ روایت کردہ احادیث صحیح وثابت ہیں۔

یاد رہے کہ امام عبدالرزاق سے بعد والے تمام محدثین نے روایت لی ہے۔ صحیح بخاری میں آپ سے کم وبیش ۱۸۹ احادیث مروی ہیں، جن میں سے ۵۲ عبدالرزاق عن معمر اور ۷ دیگر اساتذہ سے ہیں۔ جبکہ صحیح مسلم میں کم وبیش ۲۸۹ احادیث ان سے مروی ہیں ۲۷۷ عبدالرزاق عن معمر اور ۱۳ دیگر اساتذہ سے ہیں۔

سند کی تحقیق

حصہ سوم

اجماعی مسئلہ میں اکابرین سے اختلاف کیوں......؟

عدم سایہ کے قائلین

مندرجہ ذیل صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین واسلاف امت ائمہ کرام رضی اللہ عنھم تھے

(۱) امیر المؤمنین عثمان ابن عفان (۲) جبر الامة ابن عباس (۳) التابعی الجلیل ذکوان (۴) الامام ابن سبع (۵) الامام حسین بن محمد الشهیر بالراغب الاصفهانی (۶) الحکیم الترمذی (۷) القاضی عیاض بن موسیٰ (۸) الامام عبد الله بن احمد النسفی (۹) الامام جلال الدین السیوطی (۱۰) العلامة محمد بن یوسف الشامی (۱۱) العلامة القسطلانی (۱۲) شهاب الدین الخفاجی (۱۳) علی بن برهان الدین الحلبی، صاحب السیرة (۱۴) الشیخ محمد طاهر الفتنی، صاحب المجمع (۱۵) العلامة سلیمان الجمل، المفسر (۱۶) العلامة حسین بن محمد الدیار بکری (۱۷) العلامة عبدالرؤف المناوی (۱۸) العلامة ملا علی القاری (۱۹) الامام الربانی المجدد الف ثانی (۲۰) الشیخ المحقق عبد الحق المحدث الدهلوی (۲۱) سراج الهند الشاه عبد العزیز المحدث الدهلوی (۲۲) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا القادری (۲۳) الاستاذ شیخ محمد عبد الحکیم شرف القادری مد ظله

اجسام کثیفہ سایہ رکھتے ہیں جبکہ اجسام لطیفہ کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ملائکہ سائے سے پاک ہیں اپنی نورانیت مبارکہ کے سبب ہمارے نبی اکرم ﷺ تو نور مجسم ہیں ان کا سایہ نہ ہونے پر تعجب کیسا......؟

(1) امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں تخلیق محمدی ﷺ دوسرے انسانوں کی تخلیق جیسی نہیں ہے۔ بلکہ پورے عالم میں کسی کو بھی اس تخلیق کے ساتھ مناسبت نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کی عنصری تخلیق اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوئی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا خلقت من نور الله یہ سعادت کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔

(احمد سرهندی، الامام الربانی: مکتوبات (باللغة الفارسیه، ط: لاهور) دفتر ثالث، جزء تاسع ص ۹۱)

مزید فرماتے ہیں کہ انسان کا سایہ اس سے لطیف تر ہوتا ہے جبکہ حضور علیہ السلام سے لطیف عالم میں کوئی نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ کا سایہ کیسے ممکن ہے۔

(مکتوبات دفتر ۳ جز ۹ ص ۱۵۳)

(2) ابن جوزی نقل کرتے ہیں

عن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه قال: کان وجه رسول الله ﷺ کدارة القمر. و عن محمد بن عمار قال: قلت للربیع بنت معوذ، صفی لی رسول الله ﷺ قالت: یا نبی لو رایته رایت الشمس طالعة

(عبد الرحمن ابن جوزی: (الوفاء ط: لائل فور ص ۴۰۷)

(3): عن ابن عباس قال: لم یکن لرسول الله ﷺ ظل، و لم یقم مع شمس قط الا غلب ضوؤه ضوء الشمس، ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوؤة علی ضوء السراج. (عبدالرحمن ابن الجوزی: الوفا ص ۴۰۷)

فقد تبین من قول ابن عباس رضی الله عنه ان النبی ﷺ لیس نورا معنویًا فقط بل هو نور حسی ایضًا

(4) تفسیر المدارک میں ہے: و قال عثمان رضی الله عنه: ان الله ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمه علی ذالک.

(عبد الله بن احمد النسفی: تفسیر النسفی (ط: بیروت ۱۳۵/۳)

(5) امام السیوطی الخصائص الکبریٰ بابا سماہ "باب الایة فی انه ﷺ لم یکن یری له ظل" کے تحت فرماتے ہیں۔ اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان أن رسول الله ﷺ لم یکن یریٰ له ظل فی شمس ولا قمر، قال ابن سبع: من خصائصه ان ظله کان لا یقع علی الارض و أنه کان نورا، فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر له ظل، قال بعضهم: و یشهد له حدیث قوله ﷺ فی دعائه و جعلنی نورا.

(عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی: الخصائص الکبری (ط: لائل فور) ۶۸/۱)

علامہ جلال الدین سیوطی "انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب" میں فرماتے ہیں۔

و لم یقع علی الارض ولا رئی له ظل فی شمس ولا قمر، قال ابن سبع: لانه کان نورا و قال رزین لغلبة انواره.

(عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی: الخصائص الکبریٰ ط لاهور) ص ۵۳

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں

و ما ذکر من أنه کان لا ظل لشخصه فی شمس ولا قمر لأنه کان نورا (عیاض بن موسی، القاضی: الشفاء (ط: ملتان) ۲۴۲،۳/۱)

شارح شفا علامہ شہاب الدین خفاجی روایت ابن عباس نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ما جر لظل أحمد أذیال — فی الارض کرامة کما قد قالوا

هذا عجب و کم به من عجب — والناس بظله جمیعاً قد قالوا

و قالوا هذا من القيلولة، وقد نطق القرآن بأنه النور المبين و كونه بشراً لا ينافيه كما توهم، فان فهمت فهو نور" على نور" فان النور هو (الظاهر) بنفسه المظهر لغيره و تفصيله فى مشكوة الا نوار للغزالى

شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں

و لم يكن له ﷺ ظل فى شمس و لا قمر، رواه الترمذى الحكيم عن ذكوان، ثم ذكر قول ابن سبع و قوله ﷺ فى دعائه: واجعلنى نورا

(احمد بن محمد القسطلانی المواهب الدينة (مع الزرقانی) ۳/۴، ۲۵۳

شارح مواہب علامہ ذرقانی "ذکوان" کے بارے میں فرماتے ہیں

(ذكوان) أبى صالح السمان الزيات المدنى (و أبى عمرو) المدنى مولى عائشة و كل منهما ثقة من التابعين، فهو مرسل، لكن روى ابن المبارك و ابن الجوزى عن ابن عباس لم يكن للنبى ﷺ ظل، و لم يقم مع الشمس قط الا غلب ضوؤه ضوء الشمس و لم يقم مع سراج قط الا غلب ضوؤه ضوء السراج

(محمد بن عبد الباقى الذرقانى شرح مواهب ۳/۴، ۲۵۳)

امام محمد بن یوسف شامی "اثر ذکوان" نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

رواه الحكيم الترمذى و قال: معناه لئلا يطأ عليه كافر فيكون مذلة له. (محمد بن يوسف الشامى: سبل الهدى و الرشاد (ط: مصر) ۲/ ۱۲۳)

امام اصفہانی فرماتے ہیں

وروى أن النبى ﷺ كان اذا مشى لم يكن له ظل

(حسين بن محمد الصفهانى: المفردات: ط: كراتشى) ص ۳۱۸)

صاحب سیرت حلبیہ فرماتے ہیں

و انه ﷺ اذا مشىٰ فى الشمس أو القمر لا يكون له ظل، لأنه كان نورا (على بن برهان الدين الحلبى: السيرة الحلبية (المكتبه الاسلامية: بيروت ۳/۳۰۲)

من اسمائه ﷺ النور، قيل من خصائصه ﷺ أنه اذا مشىٰ فى الارض فى الشمس والقمر لا يظهر له ظل

(محمد طاهر الفتنى: مجمع مجار الانوار (ط: لنكو) ۳/۳۰۲)

علامہ ابراہیم بن محمد بے جوزی فرماتے ہیں

و انما كان ﷺ احسن لأن ضوء ه يغلب على ضوء القمر بل و على ضوء الشمس (محمد بن ابراهيم البيجورى: المواهب اللدنية (ط: مصر) ص ۲۴)

اسی طرح علامہ علی قاری یہی روایت ابن جوزی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے "مجمع الوسائل فی شرح الشمائل" میں لائے ہیں

(جمع الوسائل، علی بن سلطان محمد القاری (ط کراچی) ۱/۲۱۷)

شیخ سلیمان الجمل فرماتے ہیں۔

و أن المراد بالسنى الضوء الحسى و هو ﷺ كان نور اليًا بدليل ما ذكره هو أنه لم يكن له ظل يظهر فى شمس ولا قمر

(سليمان الجمل الفتوحات الاحمدية (ط:مصر) ص ۵)

تاریخ الخمیس کی عبارت مصرح ملاحظہ ہو

ولم يقع ظله على الارض و لا رؤى له ظل فى شمس ولا قمر

(حسين بن محمد الديار بكرى: تاريخ الخميس (ط: بيروت) ۱/۲۱۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حکیم ترمذی کی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا اسم مبارک "النور" بھی ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوا کرتا۔

(مدارج النبوۃ (ط: سکھر) ۱/۵۷)

امام مناوی فرماتے ہیں

و كما أن وجهه أبهى من الشمس والقمر، فنور قلبه أعظم ضياء منهما، فلو كشف عن مشارق أنوار قلبه لا نطوى نور الشمس و القمر مشرقات أنوارها، وأين نور القمرين من نوره؟ فالشمس يطرأ عليها الكسوف والغروب و أنوار قلوب الانبياء لا كسوف لها و لا غروب، و نور الشمس تشهد به الآثار و نور القلب يشهد به المؤثر، لكن لا بد للشمس من سحاب و اللحسناء من نقاب

(عبدالروف المناوی شرح الشمائل (ط: کراتشی) ۱ /۵۷)

مزید امام قرطبی کے حوالے سے لکھتے ہیں

ولذا نقل القرطبي: أنه لم يظهر تمام حسنه والالما طاقت عين رويا ايضاً

الشرح الشمائل (ط: کراتشی) ۱/۵۸)

سراج الهند شاه عبد العزيز محدث دهلوی سورة والضحیٰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

لم یکن یقع ظله صلی الله علیه علی الارض

(تفسیر فتح العزیز (ط: دهلی) ص ۳۱۶)

لطیفہ

غیر مقلد وہابی عالم احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں۔

ونقل البريلوى من أئمته: أن ظله كان لا يقع على الارض وأنه كان نوراً، فكان اذا مشى فى الشمس أو لقمر لا ينظر له الظل

(احسان الٰهی ظهیر: (البریلویة، ص ۱۰۵)

احسان الٰہی ظہیر کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت علامہ استاذی المکرم شیخ الحدیث مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ اپنی معرکۃ آرا کتاب "من عقائد اهل السنة" میں فرماتے ہیں۔

هنيئاً لكم ا معشر أهل السنة! أن عظماء الامة المسلمة من ابن عباس رضى الله عنه الى الامام الربانى المجدد الف ثانى و سراج الهند الشاه عبد العزيز المحدث الدهلوى الذين رووا و نقلوا رواية ابن عباس و ذكوان من غير نكير و صرحوا بنفى ظله ﷺ أئمته لكم، لا لغير المقلدين، و شهد بهذا الامر أحد غير المقلدين احسان الٰهى ظهير، قائلا عن الامام احمد رضا بأنه نقل عن أئمته و الفضل ما شهدت به الاعداء.

من عقائد اهل السنة (ط: لاهور) ۲۹۹)

علامہ اقبال فرماتے ہیں

عہد رسالت میں ایک صحابی حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا قصیدہ بانت سعاد حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے آپ کو سیف من سیوف الھند کہا تو حضور ﷺ نے اطلاع فرمائی کہ سیف من سیوف اللہ کہنا چاہیے۔ اسی مقام پر اقبال ایک خاص بات کہنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو رسول کریم ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق ایک نادر نکتہ سمجھانا چاہتے ہیں فرماتے ہیں۔

ہمچناں آن رازدان جزو کل.

گرد پایش سرمۂ چشم رسل

گفت بامت زد نیائے شما

دوستدارم طاعت و طیب و نساء

گر ترا ذوق معانی رہنماست
نکتہ پوشیدہ در حرف شماست

یعنی آن شمع شبستان وجود
بود در دنیا و از دنیا نبود

جلوۂ او قدسیان را سینہ سوز
بود اندر آب و گل آدم ہنوز

من ندانم مرز بوم او کجاست
این قدر دانم کہ با ما آشناست

این عناصر را جہان ما شمرد
خود را مہمان ما شمرد

رسول کریم ﷺ ہر شے کو جاننے والے ہیں جز کو بھی کل کو بھی آپ کے قدمین شریفین کی دھول انبیاء علیہم السلام کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی امت سے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں نماز خوشبو اور نیک سیرت بیوی پسند آئی ہے۔ اے مسلمان اگر ذوق معانی تمہاری راہنمائی کرے تو اس حرف شما (تمہاری دنیا) میں ایک نکتہ پوشیدہ ہے کہ وہ شمع وجود رسالت مآب ﷺ اگر چہ دنیا میں ہیں مگر دنیا میں سے نہیں وہ نور مجسم ﷺ جن کے جلوہ زیبا نے قدسیوں کے سینوں میں سوز عشق بھر دیا وہ اس وقت بھی موجود تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ (اشارہ ہے مشہور حدیث کنت نبیاً و آدم بین الماء و الطین کی طرف) اقبال کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ کی اصل کیا ہے مگر اس قدر جانتا ہوں کہ آپ ہمیں جانتے ہیں۔ آپ نے ان عناصر کی دنیا کو ہمارا جہاں شمار کیا اور خود کو ہمارا مہمان۔

امام شیخ محمد بن احمد المتبولی شافعی مصری

سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ حدیث کی کتب میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ کے جسم اقدس پر کبھی نہیں بیٹھتی تھی؟ اور آپ جب سورج کی روشنی میں چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نیچے زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور جب آپ ریت پر چلتے تو آپ کے نشان قدم اس پر ظاہر نہ ہوتے تھے۔ اور پتھر پر آپ کے قدموں کے نشان ظاہر ہوتے تھے۔

جسم بے سایہ

تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ابن سبع اور نیشاپوری نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے جسم پر کبھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی آپ کا سایہ سورج کی روشنی زمین پر پڑتا تھا۔

جسم پر مکھی نہ بیٹھنے کی حکمت

اوراس میں حکمت یہ کہ مکھی جبار لوگوں کی ذلت کے لیے ان کے جسموں پر بیٹھتی ہے تا کہ ان کی عاجزی ظاہر ہو اور نبی اکرم ﷺ اس چیز سے منزہ و پاک ہیں۔

سایہ نہ ہونے کی حکمت

آپ کا سایہ نہ ہونے کی حکمت یہ ہے

فھو نور و لا ظل للنور

آپ ﷺ نور مجسم ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سائے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

آپ کی ذات تمام مخلوق سے زیادہ لطیف تھی۔

اور پتھروں نے تیرا اثر سنبھالے رکھا

اور پتھر پر نشان قدم ظاہر ہونے کی حکمت یہ ہے۔ اس لیے پتھروں نے آپ کے اثر قدم کو محفوظ رکھا تا کہ ملاحدہ اور آپ کے مخالفین کا رد ہو۔ ان دونوں حدیثوں کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن فضائل کے باب میں سے ہیں اور فضائل میں اسناد سے نرمی برتی جاتی ہے۔ بخلاف عقائد اور احکام کے ان میں نرمی نہیں برتی جاتی۔ واللہ اعلم

اور شفا شریف میں ہے۔

لا ظل لشخصه فی شمس ولا فی قمر لانه کان نوراً صلی الله علیه

وسلم و ان الذباب مکان لا یقع علی جسده

آپ ﷺ کا سایہ نہ تو سورج کی اور نہ ہی چاند کی روشنی میں تھا تو یہ اس لیے ہے کہ آپ ﷺ مجسم نور تھے اور مکھی آپ کے جسم اقدس پر نہیں بیٹھتی تھی۔

اور یہ کہ آپ ﷺ کے جسم کا سایہ زمین پر نہ پڑنے کے بارے میں ابن سبع اور نیشا پوری کی روایت پڑھ چکے اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عبدالرحمٰن قیس سے روایت کیا (اور وہ وضاع و کذاب ہے) اس نے اس کو عبدالملک بن عبداللہ بن الولید سے روایت کیا (جو کہ مجہول ہے) اس نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ کے جسم کا سایہ نہ تو سورج کی روشنی میں ہوتا تھا اور نہ چاند کی روشنی میں۔

اور مکھی کا آپ کے جسم اقدس پر نہ بیٹھنا تو آپ جان چکے۔ اس کو بھی ابن سبع اور نیشا پوری نے بسند ضعیف روایت کیا ہے۔ چونکہ شیخ الدلجی اس پر مطلع نہیں ہوئے اس لیے انہوں نے یہ کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا اس کو کس نے روایت کیا ہے۔ باوجود یہ کہ یہ شفا شریف کے حاشیہ علامہ ابن اقبرس میں ہے۔ جہاں صاحب شفا نے یہ کہا کہ آپ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہیں ہوتا تھا ان کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ قول ابن سبع کی طرف منسوب ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ چونکہ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور اس عبارت پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں جیسا کہ قرآن مجید اس پر ناطق ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی

اے نبی محترم! اطلاع فرما دیں کہ میں تم سے انسان ہوں اور میری طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے۔

لٰہذا یہ عبارت اس طرح درست ہوگی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا نور سورج

الجزء المفقود من الجزء الأول

من

المصنف

الطبعة الأولى من بيروت
١٤٢٥هـ/٢٠٠٥م
الطبعة الثانية من باكستان
١٤٢٥هـ/٢٠٠٥م



الجزء المفقود من الجزء الأول

من

المصنف

للحافظ الكبير أبي بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني

(وُلد سنة ١٢٦هـ - توفي رحمه الله تعالى سنة ٢١١هـ)

بتحقيقه

الدكتور عيسى بن عبد الله بن محمد بن مانع الحميري

تقدمة

الشيخ محمد عبد الحكيم شرف القادري

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمة الطبعة الثانية

الحمد لله الذى فضّل الحبيب المصطفى على سائر الأنبياء والمرسلين وأكرمه بمالم ولن يسعد به أحد فى الأولين ولا فى الآخرين ، وأفضل صلوات الله وأتم تسليماته على خير البرية وعلى آله وأصحابه وعلماء ملته أجمعين .

وبعد : فقد كان حديث جابر بن عبد الله الأنصارى متداولا بين العلماء الأجلاء فى الماضى والحاضر وأورده علماء العرب والعجم فى مؤلفاتهم ، وقد ذكرت أسماء من علمت عن تلقيهم لهذا الحديث بالقبول فى كتابى: "من عقائد أهل السنة "ضمن حديثى عن نورانية سيدنا ومولانا الحبيب المصطفى -صلى الله عليه وسلم- ولكنه أثير جدل حول صحة هذا الحديث النبوى الشريف على الرغم من تلقى العلماء بالقبول وذلك نظرا لعدم تواجد السند لهذا الحديث إذ أنه لم يطبع المصنف للحافظ الكبير والمحدث الجليل الإمام عبدالرزاق بن همام الحميرى الصنعانى اليمانى إلاعام ١٣٩٠هـ / ١٩٧٠م وذلك بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمى ، وكان هذا الكتاب المطبوع ناقصا سقطت منه عشرة أبواب بمافيها : "الباب الأول: فى تحقيق نور محمد صلى الله عليه وسلم" وقد بحث العلماء عن النسخة الكاملة فى أماكن شتى من بلاد الإسلام إلا أن جهودهم المضنية لم تُتوَّج بالنجاح ، وقد انتشرت السعادة والغبطة البالغة فى أهل العلم بخبر العثور على النسخة اليتيمة النادرة للمصنَّف على يد العالم الجليل الدكتور عيسى بن عبد الله بن محمد بن مانع الحميرى مدير عام دائرة الأوقاف والشئون الإسلامية بدبى سابقا ، وعميد كلية الإمام مالك للشريعة والقانون بدبى ، ولم يحظ فضيلته بهذا الشرف عن فراغ بل قادته محبته للمخطوط ، وجهوده المستمرة للعثور عليه ، ودعواته المتواصلة التى تضرّع بها الرجل فى رحاب رب العالمين ، وقد تحدث فضيلته عن شغفه واهتمامه بالبحث عن المخطوط قائلا : "وقد بات هذا الأمرشغلى الشاغل أبحث عنه هنا



وهناك مع الدعاء المتواصل ، فى الأيام المباركات وفى مهابط الرحمات ، مع عباد الله الصالحين وبالأخص عند النبى الكريم ،صلى الله عليه وسلم فى الروضة المباركة ، والمواجهة الشريفة ، حتى أتحفنا الله بالعثور على تلك النسخة اليتيمة أو بالأحرى الجزء الأول والثانى من مصنف عبدالرزاق على يد أحدالصالحين من بلاد الهند وهو أخونا فى الله الفاضل الدكتورالسيد محمد أمين بركاتى قادرى حفظه الله تعالى "،

وقد قام فضيلته بتحقيق المخطوط عن براعة فائقة فى علوم الحديث تلك البراعة التى ظهرت خلال مطالعة كتاب طبع من بيروت باسم : " الجزء المفقود من لجزء الأول من المصنف للحافظ الكبير ابى بكر عبد الرزاق بن همام الصنعانى " هذا وقد أدلى فضيلة الدكتور عيسى بحديث علمى رائع مدافعا عن حديث جابر بعنوان : "قول علماء الشأن فيمن وصم حديث جابر بركاكة اللفظ والبيان "

وتسعد **مؤسسة الشرف** بطبع هذا الكتاب القيم

نسأل الله تبارك وتعالى أن يتقبل من الدكتور عيسى بن عبدالله جهده هذا ، ويجعله فى ميزان حسناته يوم القيامة ، ويجزيه عن العلم والحديث النبوى الشريف كل خير ، كما نرفع أكف الضراعة إلى الله تبارك وتعالى سائلين إياه أن يجعل هذا الكتاب سببا لجمع كلمة المسلمين ، واللهعلى مايشاء قدير وبالإجابة جدير ، وإنه نعم المولى ونعم النصير ·

كتبه

محمدعبدالحكيم شرف القادرى
شيخ الحديث لنبوى الشريف(سابقا)
بالجامعة النظامية الرضوية بلاهور باكستان

٨ من شهرذى القعدة ١٤٢٦هـ
١١من شهر ديسمبر ٢٠٠٥م

إسنادي إلى مصنف الإمام عبدالرزاق الصنعاني

هذا وإني بفضل الله عزوجل أروى مصنف الإمام الحافظ عبدالرزاق بن همام الصنعاني عن شيخنا العلامة الشريف المحدث العارف، بالله السيد عبدالعزيز بن الصديق الحسيني عن مسند عصرة الشريف العلامة السيد عبدالحي بن عبدالكريم الكتاني الحسني.

١- وعن شيخنا وقدوتنا شيخ الحرمين الشريفين مفيد الطالبين الداعية الأجل سيدي الشريف محمد بن علوي المالكي الحسني المكي عن والده العلامة السيد علوي بن عباس المالكي عن السيد عبدالحي الكتاني.

٢- وعن شيخنا العلامة المحق عبدالفتاح أبو غدة الحلبي عن العلامة الكبير محمد زاهد الكوثري عن السيد عبدالحي الكتاني و الكتاني عن حسن الحمزاوي، وفالح بن محمد الظاهري المدني كلاهما عن على بن عبدالحق القوصي عن الأمير الكبير عن الشهابين أحمد الجوهري، وأحمد الملوي، عن عبدالله بن سالم البصري، على الزيادي، عن الشهاب الرملي، عن السخاوي، عن الحافظ ابن حجر العسقلاني، عن أبي الفرج عبدالرحمن الغزي، عن يونس الدبوسي، عن أبي

الحسن على بن الحسين، عن الحافظ السلامي، عن عبدالوهاب ابن منك، عن محمد بن عمر الكوكبي، عن أبي القاسم الطبراني، عن أبي إسحاق إبراهيم الدبري، عن صاحب المصنف عبدالرزاق بن همام الصنعاني رحمهم الله عزوجل جميعاً.

تقريظ الدكتور المحدث
محمود سعيد ممدوح المصري الشافعي

الحمد لله والصلاة والسلام على سيدنا محمد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعلى آله ومن والاه، ورضي الله عن أصحابه ومن اهتدي بهداه وبعد.

المتوفي سنه ٢١١ رحمهم الله، ومن أصول السنة المعتمدة التى سارت بها الركبان نظراً لثقة مصنفه، وعلو طبقته، وضبط أسانيده، وجمعه بين آثار المرفوعات والموقوفات.

وقد طبع الكتاب كاملا - ما خلا جزءاً يسيرا من أوله - بتحقيق العلامة المحدث خادم السنة المطهرة حبيب الرحمن الأعظمي المتوفي سنة ١٤١٢هـ رحمه الله عزوجل.

وطالما اشرأبت نفوس أهل العلم لاسيما أهل الحديث منهم أن لو كان المصنف قد طبع كاملاً، وقد مر على طبعة ما يقرب من ثلاثين عاماً إذ طبع سنة ١٣٩٠هـ وكأن الله تعالى قد ادخر هذا الفضل لأخي في الله خادم العلم الشريف الداعية فضيلة الشيخ الدكتور: عيسى بن عبدالله بن محمد بن مانع الحميري مدير عام دائرة الأوقاف والشئون الإسلامية بدبي

سابقاً، وعميد كلية الإمام مالك للشريعة والقانون بدبي، فتحصل على القسم المفقود من المصنف، وقد رأيته في مكتبته مخطوطاً وقد وصف الشيخ المخطوط في مقدمة تحقيقه بما يثبت الثقة فيه.

وقد انتصب فضيلة الدكتور: عيسى بن عبدالله بن محمد بن المانع الحميري لهذا القسم المفقود من المصنف وقام بأعباء نسخه والتعليق عليه والحكم على آثاره، وشرح غريبه، فجزاه الله تعالى خيراً وأحسن إليه، وشرح صدره لكل عمل صالح وهو جهد يشكر عليه فلله دره.

وكتب خادم الحديث الشريف

د. محمود سعيد ممدوح

غفر الله له وللمسلمين

دبي في ٢٢ ربيع الآخر سنة ١٤٢٦هـ

المقدمة

الحمد لله القائل ﴿ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ﴾ والصلاة والسلام على المثال الكامل، والضياء الشامل، نور البدايات، وختم النهايات، سيدنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم، من فتق الله به رتق الأكوان، وأظهر به حقيقة الزمان والمكان، وجعله الله سيد الأنس والجان.

أما بعد،،،،

فقد كثر الجدل حول صحة حديث جابر، ذلك الحديث الذي ضمنه كثير من أهل السير كتبهم، وعزوه إلى مصنف عبدالرزاق، مجرداً عن الإسناد...

قد اجتهد ساداتنا أهل العلم، كأمثال مولانا حافظ العصر أحمد بن الصِّدِّيق الغماري، والعلامة الشيخ عمر حمدان محدث الحجاز رحمهما الله تعالى في البحث عن حديث جابر في مظانه المختلفة، فعقد العزم على السفر إلى اليمن السعيد لسماعهما بوجود نسخة مخطوطة هناك، ولكن لم يشأ المولى لهما السفر إلى شمال اليمن.

وجَدَّ الباحثون في السفر إلى اليمن، والبحث عن تلك النسخة النادرة، فلم يهتدوا إليها، وقد طلبت من بعض الباحثين البحث عن نسخة مخطوطة كاملة، في مظانها، وبالأخص في مكاتب استانبول، وقد وافاني الباحثون، بأنهم عثروا على عدة نسخ، من مصنف عبدالرزاق، في تركيا، إلا أن البتر والنقص موجود، في أول المخطوط، ووسطه، كما هو الحال، في النسخة المطبوعة، بتحقيق العلامة المحقق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي رحمه الله، التي بين أيدينا.

وقد بات هذا الأمر، شغلي الشاغل، أبحث عنه هنا وهناك، مع الدعاء المتواصل، في الأيام المباركات، وفي مهابط الرحمات، مع عباد الله الصالحين، وبالأخص عند النبي الكريم،

صلى الله عليه وآله وسلم، في الروضة المباركة، والمواجهة الشريفة، حتى أتحفنا الله بالعثور، على تلك النسخة اليتيمة، أو بالأحرى الجزء الأول، والثاني، من مصنف عبدالرزاق، على يد أحد الصالحين، من بلاد الهند، وهو أخونا في الله الفاضل الدكتور: السيد محمد أمين بركاتي قادري حفظه الله.

ومن توفيق الله عزوجل أننا عثرنا في هذه النسخة، على حديث جابر مسنداً، بل وتبين لنا، أن النسخة المطبوعة، قد سقط منها عشرة أبواب، بعد إجراءِ المقابلة، بين النسختين، المطبوعة، والمخطوطة، كما سيعرف القارئ الكريم، من المقارنة بين النسختين، في هذا التحقيق إن شاء الله تعالى.

وتبين لنا بعد ذلك صحة الحديث الذي يرويه عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنكدر عن جابر بن عبدالله الأنصاري (قال: سألت رسول الله عن أول شيء خلقه الله تعالى فقال: هو نور نبيك يا جابر...) الحديث.

فثبت لدينا بأن سيدنا، ومولانا: محمد صلى الله عليه وآله وسلم أول مخلوق، في العالم أي أول روح مخلوقة، وآدم أول شبحية مخلوقة، إذ أن آدم مظهر من مظاهره، صلى الله عليه

وآله وسلم، ولابد للجوهر أن يتقدمه مظهر، فكان آدم متقدماً بالظهور، في عالم التصوير والتدبير، وسيدنا محمد صلى الله عليه وسلم مُقدما في عالم الأمر والتقدير، لأنه حقيقة الحقائق، وسراج المشارق، في كل المغارب، وما حديث جابر إلا بمثابة تفسير لآية المشكاة التى أثبت شرحها بالأحاديث الشارحة لها الحافظ ابن ناصر الدين الدمشقي في كتاب مخطوط، اسمه (المولد النبوي) وقد أوردنا تلك الروايات مخرجة في كتابنا (نور البدايات وختم النهايات) فلينظر.

وأسال الله سبحانه وتعالى، أن يكتبنا عنده، ممن أظهر الله بهم الحق، وأزهق بهم الباطل، وجعلنا الله خداماً، لهذه الشريعة.

وقبل أن أختم هذه المقدمة، لابد لي أن أبين، أسلوب تحقيقي لهذه الدرة الثمينة، وهو على النحو الآتي.

١) قمت بعزو الأحاديث، إلى مظانها، قدر الاستطاعة.

٢) إذا لم أجد الحديث مخرجاً، قمت بدراسة السند، والحكم عليه.

٣) فسرت الغريب، من الكلمات إيضاحا للمعنى، دون الإطالة إلا عند الضرورة.

٤) فهرست الحديث، بلفظ الرسول صلى الله عليه وآله وسلم أو لفظ الصحابي.

والحمد لله رب العالمين...

خادم العلم الشريف

الدكتور. عيسى بن عبدالله بن محمد بن مانع الحميري

مدير عام دائرة الأوقاف والشؤون الإسلامية بدبي سابقاً

عميد كلية الإمام مالك للشريعة والقانون بدبي

وصف المخطوطة

المخطوطة نسخها الناسخ إسحاق بن عبدالرحمن السليماني كما هو مبين في آخر الجزء، وقد انتهى من نسخه يوم الاثنين التاسع من شهر رمضان الميمون سنة ثلاث وثلاثين وتسعمائة من هجرة سيد المرسلين صلى الله عليه وآله وسلم ببغداد. فك الله أسرها.

ويقع الجزء في مائة وثلاثة وثمانين ورقة بخط معتاد منقوط يرجع إلى القرن العاشر الهجري كما ثبت لدينا بعد التحري والتدقيق والمقارنة بخطوط كتبت في ذلك العصر كما هو موضح في مخطوطة (أ)، (ب)، (ج).

وقد بدأت هذه المخطوطة كالآتي:

١) باب في تخليق نور محمد صلى الله عليه وآله وسلم.

٢) باب في الوضوء.

٣) باب في التسمية في الوضوء.

٤) باب إذا فرغ من الوضوء.

٥) باب في كيفية الوضوء.

٦) باب في غسل اللحية في الوضوء.

٧) باب في تخليل اللحية في الوضوء.

٨) باب في مسح الرأس في الوضوء.

٩) باب في كيفية المسح.

١٠) باب في مسح الأذنين.

١١) باب في غسل الذراعين، وهو الذي بدأت به النسخة المطبوعة، فتحصل أن ماسقط من المطبوع عشرة أبواب، وقد تم مقابلة الجزء المخطوط بالمطبوع فتبين أن النسخة المخطوطة أضبط من النسخة المطبوعة غالباً سيما وأنها قد أظهرت بعض الألفاظ التي اعتاصت على المحقق في النسخة المطبوعة بتحقيق الأعظمي كما في حديث رقم ٣٨٤ (باب سؤر المرأة) عن ابن جريج قال: قلت لعطاء (لقيت المرأة على الماء) وفي المخطوطة (تغيب المرأة) وهو الصواب وقد أيد ذلك نسخة المصنف بتحقيق أيمن الأزهري.

كذلك في حديث رقم ٨ (باب المسح بالرأس) من المطبوع (عن ابن عمر أنه كان يمسح رأسه مرة) وفي المخطوطة (مرة واحدة).

كذلك سقط من المطبوع في النسختين المحققتين في باب المسح بالأذنين بعد حديث ٢٥ هذا السند: (عبدالرزاق عن ابن جريج قال أخبرني نافع عن ابن عمر مثله).

انتهت المخطوطة باب وضوء المريض بحديث عبدالرزاق عن معمر عن ابن أبي نجيح عن مجاهد قال: كان يقول في هذه الآية (وإن كنتم مرضى أو على سفر أو جاء أحد منكم من الغائط) قال: هي للمريض تصيبه الجنابة إذا خاف على نفسه فله الرخصة في التيمم مثل المسافر إذا لم يجد الماء.

حديث رقم ٦٥٤ رواية ابن أبي يزيد في باب من قال لا يتوضأ مما مست النار سقط في الرواية عند كلمة (فيقرب)، وفي المخطوط (فيقرب لنا عشاءه).

حديث رقم ٦٣٢ (باب الدود يخرج من الإنسان) عبدالرزاق عن الثوري عن رجل عن عطاء (مثله)، مثله جاء بها المحقق أيمن الأزهري وليست في النسختين المطبوعتين إلا أنها موجودة في المخطوطة.

حديث رقم ٦٣٤ (باب من قال لا يتوضأ مما مست النار) في النسخة المطبوعة سند الحديث عبدالرزاق عن معمر عن الزهري عن عمرو بن أمية الضمري عن أبيه أنه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم احتز من كتف فأكل... أما في النسخة المخطوطة ففيها عبدالرزاق عن معمر عن الزهري عن جعفر بن عمرو ابن أمية عن أبيه أنه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم... وهو الصواب كما ذكر محقق المصنف أيمن نصر

الدين الأزهري وقال: سقط من الأصل واستدركناه من سنن الترمذي ومسند الإمام أحمد، ووقع في النسخة (ع): عمرو ابن أمية.انتهى كلامه انظر المصنف بتحقيق الأزهري (١/١٢٧).

أما حديث رقم ٦٥١ (باب من قال لا يتوضأ مما مست النار) عن ابن المنكدر قال: سمعته يحدث عن جابر (أنه كان أكل عمر من جفنة ثم قام فصلى ولم يتوضأ) وفي المخطوطة (أنه قال: أكل عمر من جفنة...) وهو الصواب بسبك العبارة، وقد ذكر ذلك محقق المصنف أيمن الأزهري (١/١٣١).

حديث رقم ٧٠٤ (باب الرجل يحدث بين ظهراني وضوئه) في النسخة المطبوعة عن ابن جريج قال: قال عطاء: إن توضأ رجل ففرغ من بعض أعضائه وبقي بعض فأحدث، وضوء مستقبل، أما في المخطوطة عن ابن جريج قال: قلت لعطاء: إن توضأ رجل ففرغ من بعض أعضائه وبقي بعض فأحدث، قال: عليه وضوء مستقبل، وهو الصواب.

ثم جاء في النسخة المخطوطة ذكر الأبواب مرتبا والأحاديث تحكي موضوع الباب أما في النسخة المطبوعة فذكر باب القول إذا فرغ من الوضوء، ووضع تحته أحاديث وضوء المقطوع، ووضع أحاديث الفراغ من الوضوء تحت باب وضوء المقطوع، وهذا يدل على اضطراب النسخة

المطبوعة.، انظر المطبوع (١٨٥/١) بتحقيق العظمي أما الأزهري (١٤٥/١) فقد استدرك ذلك الخطأ.

قال في المخطوط: نعيم بن هبار، وفي المطبوع (١٨٧/١٠) نعيم بن حمار، وقد ورد أنه يقال له ابن حمار، وابن هبار، وابن همار، وابن هدار، وابن خمار، والصحيح أنه همار كما قال ابن أبي حاتم في الجرح والتعديل وأيده ابن حجر في الإصابة (١٨٧/١٠)، انظر حديث رقم ٧٣٧، (باب المسح على الخفين والعمامة).

حديث رقم ٧٦٢ في (باب المسح على الخفين) قال في المطبوع: (فلم أرجع إليه شيئاً) أما في المخطوط (فلم أرجع إليه في شيء في شأن الخفين) وهو الصواب.

ثم إنَّ عدد أسطر المخطوط في كل ورقة منه ستة عشر سطراً عدا الصفحة الأولى فتقع في ثلاثة عشر سطراً وبعض الأوراق في وسط المخطوط يقع كذلك في ثلاثة عشر سطراً ولم أجد في النسخة خطأً لغوياً واحداً بحسب مقابلتي للجزء الأول، وعدد الكلمات في كل سطر تتراوح ما بين إحدى عشرة إلى ثلاث عشرة كلمة.

هذا ما تحصل لدينا من التحقيق في دراسة المخطوط وليس على النسخة التى بين يدينا أية سماعات، وهى نسخة كاملة

أملك منها الآن المجلدين الأول والثاني فقط، وأترك الحكم للقارئ الكريم وأهل الاختصاص، وأضع بين أيديهم الجزء المفقود، على أن أوافي القارئ الكريم بما يستجد أثناء المقابلة، والله وراء القصد وهو نعم المولى ونعم النصير.

صور المخطوطة

بسم الله الرحمن الرحيم

قال النبي صلى الله عليه وسلم

Ali Tebrizi
Tezkerelerde adına rastlanmıyan bu hattatın XVI. yüzyılda yaşadığı anlaş...
(Yazının altında H. 980 (M. 1572) tarihi vardır.

Hümâyunda yetişti. Oradan çıktıktan sonra İkinci Kapucubaşı ve H. 960

min cahilliği yüzünden öldüğü ... nir. Eyüp'de toprağa verilmişti...

بسم الله الرحمن الرحيم

الصفحة الأولى من المخطوطة

كتبه المذنب الفقير حمد الله المعروف
بابن الشيخ في اوان شيبه مع اشتعال شعر
و ارتعاش راسه و اعتلال بدنه رحم الله من
رحم فدعا و غفر فعفا ووقع الفراغ
بتنميقه بحسن عون الله و توفيقه في اوائل ربيع
الآخر سنه اربع عشر و تسعمائة حامدا لله تعالى
و مصليا على نبيه و حبيبه محمد و آله الطيبين
الطاهرين اجمعين ووقع التذهيب
و التزيين على يد العبد الضعيف المذهب
الذي هو من مملوكي ذلك السلطان خلد الله
تعالى ملكه و سلطانه حسن بن عبد الله

ملقى قبل ان ينفد اجله و ينقطع عمله عن ابي سعيد رض
عن ابي سعيد الخدري رض قال سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول لرجل يعظه ارغب
فيما عند الله يحبك الله وازهد فيما ايدي الناس
يحبك الناس ان الزاهد في الدنيا يريح قلبه وبدنه
في الدنيا والآخرة وان الراغب فيها يتعب قلبه وبدنه
في الدنيا والآخرة ليجيئن اقوام يوم القيمة كامثال
الجبال فيؤمر بهم الى النار فقيل يا رسول الله او
مصلون هم قال كانوا يصلون ويصومون
ويأخذون وهنا من الليل لكنهم كانوا اذا

Hâlit Erzurûmi

Devrinin seçkin hat üstadlarından biri idi. Derviş Ali gibi büyük bir hattat ondan feyz alarak yetişmiştir

ابن جبير قال ... عبد الرزاق عن معمر عن ابن ابي نجيح عن
مجاهد قال سفيان يقول في هذه الآية: وان كنتم مرضى او
على سفر او جاء احد منكم من الغائط قال هي للمريض تصيبه
الجنابة اذا خاف على نفسه فله الرخصة في التيمم مثل
المسافر اذا لم يجد الماء . تم الجزء الاول من مصنف عبد
الرزاق بن همام الصنعاني ويليه الجزء الثاني
ويبدا بباب اذا لم يجد الماء وقد تم الفراغ
من نسخه ضحى يوم الاثنين التاسع
من شهر رمضان الميمون سنة ثلاث
وثلاثين وتسعمائة من هجرة سيد
المرسلين واكمل الخلق اجمعين
صلى الله عليه وسلم
في بغداد المحروسة على
يد الفقير اسحق ابن
عبد الرحمن السليماني
غفر الله له ولوالديه

الصفحة الأخيرة من المخطوطة

ترجمة الإمام عبد الرزاق الصنعاني [1]

اسمه ونشأته:

هو الإمام الحافظ، أبو بكر عبد الرزاق، بن همام، بن نافع، الحميري الصنعاني اليماني، أحد الحفاظ الأثبات، وصاحب التصانيف، ولد سنة ست وعشرين ومائة، بصنعاء، في بيت علم وفضل، وصلاح، فأبوه كان من خيار أهل اليمن وعبادها، حج أكثر من ستين حجة.

---

(١) انظر ترجمته في: الطبقات الكبرى لابن سعد (٥/٥٤٨)، وتاريخ البخاري الكبير (٦/١٣٠)، والجرح والتعديل (٦/٣٨)، والثقات لابن حبان (٨/٤١٢)، وتذكرة الحفاظ (١/٣٦٤)، وسير أعلام النبلاء (٩/٥٦٣)، والعبر (١/٣٦٠)، وميزان الاعتدال (٢/٦٠٩)، والمغني (٢/٣٩٣)، والكاشف (٢/١٧١)، وتاريخ الإسلام (وفيات ٢١١ – ٢٢٠)، وتهذيب التهذيب (٢/٥٧٢)، وتقريب التهذيب (١١٨٣)، ولسان الميزان (٧/٢٨٧)، وشذرات الذهب (٢/٢٧)، والكنى والأسماء للدولابي (١/١١٩)، والكامل في الضعفاء لابن عدي (٥/١٩٤٨)، ورجال صحيح البخاري للكلاباذي (٢/٤٩٦)، ورجال صحيح مسلم لابن منجويه (٢/٨)، والجمع بين الصحيحين (١/٣٢٨)، والكامل في التاريخ (٦/٤٠٦)، والتبصرة (٣/٢٧٠)، وفيات الأعيان (٣/٢١٦)، وتهذيب الكمال (١٨/٥٢)، والبداية والنهاية (١٠/٢٦٥)، وشرح علل الترمذي لابن رجب (٢/٥٧٧)، والنجوم الزاهرة (٢/٢٠٢)، والتاريخ لابن معين برواية الدوري (٢/٣٦٢) والعيون والحدائق (٣/٣٧١).

نشأ رحمه الله تعالى في اليمن وطلب العلم على كبار علمائها، كأبيه همام بن نافع، ومعمر بن راشد، الذي جالسه سبع سنين، وارتحل بعدها إلى الحجاز، والشام، والعراق لتلقي العلم والتجارة.

شيوخه: تلقى الإمام عبدالرزّاق العلم على كثيرين من شيوخ عصره، وروى عنهم، وسافر إلى الأمصار، للأخذ من الأئمة الأعلام، وحدث عن خلق كثير منهم:

١- الإمام الحافظ معمَر بن راشد الأزدي، أبو عروة بن أبي عمرو البصري، نزيل اليمن، شهد جنازة الحسن البصري، وطلب العلم، وهو حَدَثٌ، قال أبو حاتم الرازي رحمه الله تعالى[1]:

(انتهى الإسناد، إلى ستة نفرٍ، أدركهم معمر، وكتب عنهم، لا أعلم اجتمع لأحد غير معمر، من الحجاز: الزهري، وعمرو ابن دينار، ومن الكوفة: أبو إسحاق والأعمش، ومن البصرة:

(١) الجرح والتعديل (٢٥٦/٨).

قتادة، ومن اليمامة: يحيى بن أبي كثير، مات رحمه الله في رمضان سنة أربع وخمسين ومائة)[1].

٢- الإمام الحافظ أبو عبدالله، سفيان بن سعيد الثوري الكوفي، سيد العلماء العاملين في زمانه، روى له الجماعة الستة في دواوينهم، ويقال: إن عدد شيوخه ست مائة شيخ، وأما الرواة عنه فأكثر من عشرين ألفاً، قال الحافظ أبو بكر الخطيب: كان إماماً من أئمة المسلمين، وعلماً من أعلام الدين، مجُمعاً على أمانته بحيث يستغنى عن تزكيته، مع الإتقان، والحفظ، والمعرفة، والضبط، والورع، والزهد، توفي رحمه الله بالبصرة، سنة إحدى وستين ومائة[2].

٣- الإمام الحافظ أبو محمد، سفيان بن عيينة الكوفي، طلب الحديث، وهو حَدَثٌ بل غلام، ولقي الكبار، وحمل عنهم علماً جماً، وأتقن وجود، وجمع وصنف، وعمر دهراً.

(١) انظر ترجمته في: تهذيب التهذيب (١٢٧/١٤)، وتهذيب الكمال (٣٠٣/٢٨) وسير أعلام النبلاء (٧/٥).

(٢) تهذيب التهذيب (٥٦/٢)، وتهذيب الكمال (١٥٤/١١)، وسير أعلام النبلاء(٢٢٩/٧).

وازدحم الخلق عليه، وانتهى إليه علو الإسناد، ورُحل إليه من البلاد، قال الإمام الشافعي رحمه الله: ما رأيت أحداً من الناس، فيه من آلة العلم ما في سفيان بن عيينة، وما رأيت أحداً أكفأ عن الفتيا منه، مات رحمه الله في رجب، سنة ثمان وتسعين ومائة، ودفن بالحجون[١].

٤- شيخ الإسلام الإمام: أبو عبدالله مالك بن أنس الحميري الأصبحي، إمام دار الهجرة، وصاحب الموطأ، ولد سنة ثلاث وتسعين، عام وفاة أنس، خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم، طلب العلم وهو ابن بضع عشرة سنة، وتأهل للفتيا، وجلس للإفادة وله إحدى وعشرون سنة، وقصده طلبة العلم من الآفاق، عن أبي هريرة رضي الله عنه يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم قال: (يوشك أن يضرب الناس، أكباد الإبل يطلبون العلم فلا يجدون أحداً أعلم، من عالم المدينة)[٢] وقد روي عن ابن عيينة أنه سئل من عالم المدينة فقال: إنه مالك بن أنس،

---

(١) تهذيب التهذيب (٥٩/٢)، وتهذيب الكمال (١٧٧/١١)، وسير أعلام النبلاء(٤٥٤/٨).

(٢) أخرجه أحمد (٣٨٥/١٣)، والترمذي (٤٧/٥) في باب ما جاء في عالم المدينة، والحاكم (١٦٨/١)، وابن حبان في صحيحه (٥٣/٩).

توفي رحمه الله، في ربيع الأول سنة تسع وسبعين ومائة، ودفن بالبقيع[١]

٥- الإمام الحافظ: عبد الملك بن عبدالعزيز بن جريج، الأموي المكي، صاحب التصانيف، قيل هو أول من دون العلم بمكة، حدث عن عطاء، ونافع، مولى ابن عمر، وعكرمة وغيرهم، وروايته وافرة، في الكتب الستة، وفي مسند أحمد ومعجم الطبراني والأجزاء، كان رحمه الله، صاحب تعبد، وتهجد، قال علي ابن المديني: نظرت فإذا الإسناد يدور، على ستة فذكرهم، قال: ثم صار علم هؤلاء، إلى أصحاب الأصناف ممن صنف العلم، منهم من أهل مكة عبدالملك ابن جريج ويكنى أبا الوليد، مات سنة تسع وأربعين ومائة[٢].

٦ – الإمام الحافظ أبو عبدالرحمن عبدالله بن المبارك الحنظلي المروزي، أحد الأعلام، وأمير الأتقياء في وقته، رحل إلى الحرمين والشام ومصر والعراق والجزيرة وخراسان وحدث بأماكن، وحديثه حجة بالإجماع وهو في المسانيد والأصول، وصنف التصانيف الكثيرة النافعة منها كتاب الزهد

---

(١) تهذيب التهذيب (٦/٤)، وتهذيب الكمال (٩١/٢٧)، والسير (٤٨/٨).

(٢) تهذيب التهذيب (٦١٦/٢)، تهذيب الكمال (٣٣٨/١٨)، والسير (٣٢٥/٦).

والرقائق وكتاب الجهاد والمسند، قال الحاكم: هو إمام عصره في الآفاق وأولاهم بذلك علماً وزهداً وشجاعةً وسخاءً، مات في رمضان سنة إحدى وثمانين ومائة بهيت مدينة على الفرات وقبره مشهور يزار[1].

٧- الإمام أبو عمرو بن عبدالرحمن بن عمرو الأوزاعي إمام أهل الشام في زمانه في الحديث والفقه، كان خيّراً فاضلاً، مأموناً كثير العلم، وكان له مذهب مستقل مشهور، عمل به فقهاء الشام مدة، وفقهاء الأندلس ثم اندثر، قال الإمام أحمد: دخل سفيان الثوري والأوزاعي على مالك، فلما خرجا قال: أحدهما أكثر علماً من صاحبه ولا يصلح للإمامة، والآخر يصلح للإمامة يعني الأوزاعي، مات رحمه الله سنة سبع وخمسين ومائة[2].

٨- الإمام الزاهد فضيل بن عياض بن مسعود التميمي الخراساني، المجاور بحرم الله، أحد صلحاء الدنيا وعبادها، ولد بسمرقند وكتب الحديث بالكوفة ثم تحول إلى مكة فسكنها ومات بها سنة سبع وثمانين ومائة[3].

---

(١) تهذيب التهذيب (٤١٥/٢)، تهذيب الكمال (٥/١٦)، والسير (٣٧٨/٦).

(٢) تهذيب التهذيب (٥٣٧/٢)، تهذيب الكمال (٣٠٧/١٧) والسير (١٠٧/٧).

(٣) تهذيب التهذيب (٤٠٠/٣)، تهذيب الكمال (٢٨١/٢٣) والسير (٤٢١/٨).

٩- المحدّث الفقيه أبو يزيد ثور بن يزيد الكلاعي الحمصي، عالم حمص، يقع حديثه عالياً في البخاري، وهو حافظ متقن، توفي سنة ثلاث وخمسين ومائة[1].

ومن شيوخه أيضاً إسرائيل بن يونس ابن أبي إسحاق السبيعي الكوفي، وجعفر بن سليمان الضبعي، وزكريا بن إسحاق المكي، ومعتمر بن سليمان، وأبي بكر بن عيّاش، وداود بن قيس الفراء، وغيرهم خلق كثير يطول ذكرهم على التفصيل.

تلاميذه: أخذ عن الإمام عبدالرزاق خلائق لا يحصون كثرة، يعسر حصرهم على جهة التفصيل، من أشهرهم:

١- الإمام أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني المروزي، شيخ الإسلام، وأحد الأئمة الأعلام، ولد في ربيع الأول سنة أربع وستين ومائة، وطلب العلم وهو ابن خمس عشرة سنة في العام الذي توفي فيه الإمام مالك، قال الشافعي: خرجت من بغداد فما خلفت رجلاً أفضل، ولا أعلم، ولا أفقه، ولا أتقى من أحمد بن حنبل، توفي رحمه الله في ربيع الأول

---

(١) تهذيب الكمال (٤١٨/٤)، وسير أعلام النبلاء (٣٤٤/٦).

سنة إحدى وأربعين ومائتين، فأوصى عند موته أن يجعل على عينيه ولسانه شعرات النبي صلى الله عليه وسلم، ففعل ذلك به[1].

٢- الإمام إسحاق بن إبراهيم بن مخلد الحنظلي، أبو يعقوب المروزي، المعروف بابن راهويه، أحد أئمة المسلمين وعلماء الدين، سيد الحفاظ، اجتمع له الحديث والفقه والحفظ والصدق والورع والزهد، ولد سنة إحدى وستين ومائة، ورحل إلى العراق والحجاز واليمن والشام، قال الإمام ابن خزيمة: والله لو كان إسحاق في التابعين لأقروا له بحفظه وعلمه وفقهه توفي سنة ثمان وثلاثين ومائتين[2].

٣- الإمام أبو زكريا يحيى بن معين بن عون المري البغدادي، أحد الأعلام، وإمام أهل الحديث في زمانه، والمشار إليه من بين أقرانه، ولد سنة ثمان وخمسين ومائة، قال الحافظ أبو بكر الخطيب: كان إماماً عالماً حافظاً ثبتاً متقناً، قال البخاري: مات سنة ثلاث وثلاثين ومائتين وغسل على أعواد النبي صلى الله عليه وسلم، وله سبع وسبعون سنة[3].

---

(١) تهذيب التهذيب (٤٣/١)، وتهذيب الكمال (٤٣٧/١)، والسير (١٧٧/١١).
(٢) تهذيب التهذيب (١١٢/١)، وتهذيب الكمال (٣٧٣/٢)، والسير (٣٥٨/١١).
(٣) تهذيب التهذيب (٣٨٩/٤)، وتهذيب الكمال (٥٤٣/١٣)، والسير (٧١/١١).

٤- الإمام أبو الحسن علي بن عبدالله بن جعفر البصري، المعروف بابن المديني، مولى عروة بن عطية السعدي، صاحب التصانيف الواسعة، والمعرفة الباهرة، ولد بالبصرة سنة إحدى وستين ومائة، قال أبو حاتم الرازي: كان ابن المديني علماً في الناس في معرفة الحديث والعلل، وكان أحمد بن حنبل لا يسميه، إنما يكنيه تبجيلاً له، ما سمعت أحمد سماه قط. مات سنة أربع وثلاثين ومائتين بسامراء[1].

٥- الإمام أبو عثمان عمرو بن محمد بن بكير الناقد البغدادي، من الحفاظ المعدودين، حدّث عنه البخاري ومسلم وأبو داود وأبو زرعة وأبو حاتم وغيرهم، مات سنة اثنتين وثلاثين ومائتين ببغداد[2].

٦- الإمام أبو بكر أحمد بن منصور بن سيار الرمادي البغدادي، الحافظ الضابط، حدث عن عبدالرزاق بكتبه، قال في تاريخه: سمعت من عبدالرزاق سنة أربع ومائتين، وصنف

---

(١) تهذيب التهذيب (١٧٦/٣)، وتهذيب الكمال (٥/١٢)، والسير (٤١/١١).
(٢) تهذيب التهذيب (٣٠١/٣)، وتهذيب الكمال (٢١٣/٤٢) والسير (١٤٧/١١).

المسند الكبير، قال ابن مخلد: كان الرمادي إذا مرض يستشفي بأن يسمعوا عليه الحديث، مات سنة خمس وستين ومائتين[1].

٧- الحافظ أبو بكر محمد بن أبان بن وزير البلخي، يعرف بحمدويه، مستملي وكيع مدة طويلة نحو بضع عشرة سنة، قال عبدالله بن الإمام أحمد: قدم علينا رجل من بلخ يقال له: محمد بن أبان، فسألت أبي عنه فعرفه، وذكر أنه كان معهم عند عبدالرزاق فكتبنا عنه.

مات سنة خمس وأربعين ومائتين ببلخ[2].

ومن الذين حدثوا عن الإمام عبدالرزاق أيضاً آخرون كثير كأحمد بن الأزهر النيسابوري، وأبو مسعود أحمد بن الفرات الرازي، وأحمد بن فضالة النسائي، والحسن بن علي الخلال، وإسحاق بن منصور الكوسج، وعبد ابن حُميد، ومحمد بن رافع النيسابوري وغيرهم.

أقوال العلماء فيه: قال أبو زرعة الدمشقي عن أبي الحسن بن سُميع، عن أحمد بن صالح المصري، قلت لأحمد

(١) تهذيب التهذيب (٤٨/١)، وتهذيب الكمال (٤٩٢/١)، والسير (٣٨٩/١٢).

(٢) تهذيب التهذيب (٤٨٧/٣)، وتهذيب الكمال (٢٤ / ٢٩٦)، والسير (١١٧/١١).

ابن حنبل: رأيتَ أحداً أحسن حديثاً من عبدالرزاق ؟ قال: لا. قال: أبو زرعة: عبد الرزاق أحد من ثبت حديثه.

وقال أبوبكر الأثرم عن أحمد بن حنبل: حديث عبد الرزاق عن معمر أحب إلي من حديث هؤلاء البصريين.

وقال ابن عدي: ولعبدالرزاق أصناف وحديث كثير، وقد رحل إليه ثقات المسلمين وأئمتهم، وكتبوا عنه إلا أنهم نسبوه إلى التشيع، وقد روى أحاديث في الفضائل لم يتابع عليها، فهذا أعظم ما ذموه من روايته لهذه الأحاديث ولما رواه في مثالب غيرهم، وأما في باب الصدق فأرجو أنه لا بأس به.

وقال عنه الذهبي في سير أعلام النبلاء: الحافظ الكبير، عالم اليمن، الثقة الشيعي، وفي الميزان: أحد الأعلام الثقات.

وقال ابن حبان في الثقات: وكان ممن جمع وصنف وحفظ وذاكر، وكان ممن يُخطئ إذا حدث من حفظه على تشيع فيه.

وقال ابن حجر في التقريب: ثقة حافظ مصنف شهير عمي في آخر عمره فتغير وكان يتشيع.

قلت: عبدالرزاق إمام في السُنه، فتشيعه محمود، ولم يتجاوز الميل الشرعي، فلم يرو عنه سبٌ أو لعنٌ.

مؤلفاته: ذكر العلماء أن الإمام عبدالرزاق صنف كتباً كثيرة [1]، منها:

١- السنن في الفقه.

٢- المغازي.

٣- تفسير القرآن، طبع في مكتبة الرشد بتحقيق الدكتور مصطفى مسلم، ويقع في أربع مجلدات.

٤- الجامع الكبير في الحديث المعروف بالمصنف، وهو الذي بين أيدينا، طبع في المجلس العلمي بتحقيق الأستاذ الشيخ حبيب الرحمن ألاعظمي، ويقع في ثلاثة عشر مجلداً مع الفهارس، وطبع أيضاً في دار الكتب العلمية (بيروت) بتحقيق أيمن نصر الدين الأزهري، ويقع في اثني عشر مجلداً مع الفهارس.

٥- تزكية الأرواح عن مواقع الفلاح.

٦- كتاب الصلاة.

٧- الأمالي في آثار الصحابة، ويقع في جزء صغير طبع في مكتبة القرآن بتحقيق مجدي السيد إبراهيم.

---

(١) انظر هدية العارفين (٥٦٦/٥)، ومعجم المؤلفين لعمر رضا كحاله (٢١٩/٥).

وفاته: انتقل الإمام عبدالرزاق الصنعاني إلى جوار ربه بعد حياة حافلة بالعلم والتصنيف، في النصف من شوال سنة إحدى عشرة ومائتين فعاش خمساً وثمانين سنة، رحمه الله رحمة واسعة.

قول علماء الشأن

(فيمن وصم حديث جابر بركاكة اللفظ والبيان)

لقد كثر القول من بعض المحدثين في عصرنا بركاكة ألفاظ حديث جابر [عن أسبقية النور المحمدي] فنقول وبالله التوفيق: إنّ علماء الحديث من المتقدمين والمتأخرين قد نصوا في كتبهم بأن الحديث لا يرد بمجرد ركاكة اللفظ، ولا بركاكة المعنى، فقد وضعوا لذلك شروطاً نصوا عليها في كتبهم، فهذا الحافظ البغدادي يقول في كتابه الكفاية ما نصه: (وأما الضرب الثاني، وهو ما يعلم فساده، فالطريق إلى معرفته، أن يكون مما تدفع العقول صحته بموضوعها، والأدلة المنصوصة فيها؛ نحو الإخبار عن قِدَم الأجسام، ونفي الصانع، وما أشبه ذلك، أو يكون مما يدفعه نص القرآن أو السنة المتواترة، أو أجمعت الأمة على رده، أو يكون خبراً عن أمر من أمور الدين يلزم المكلفين علمه وقطع العذر فيه، فإذا ورد وروداً لا يوجب العلم من حيث الضرورة أو الدليل؛ علم بطلانه، لأن الله تعالى لا يلزم المكلفين علما بأمر لا يعلم إلا بخبر ينقطع ويبلغ في الضعف إلى حد لا يعلم صحته اضطراراً ولا استدلالاً، ولو علم الله تعالى أن بعض الأخبار الواردة بالعبادات التي يجب

علمها يبلغ إلى هذا الحد لأسقط فرض العلم به عند انقطاع الخبر وبلوغه في الوهي والضعف إلى حال لا يمكن العلم بصحته؛ أو يكون خبراً عن أمر جسيم ونبأ عظيم، مثل خروج أهل إقليم بأسرهم على الإمام، أو حصر العدو لأهل الموسم عن البيت الحرام، فلا ينقل نقل مثله، بل يرد وروداً خاصا لا يوجب العلم، فيدل ذلك على فساده، لأن العادة جارية بتظاهر الأخبار عما هذه سبيله[1]، اهـ.

قال ابن الصلاح[2] (فقد وضعت أحاديث طويلة يشهد بوضعها ركاكة ألفاظها ومعانيها) ورد ابن حجر رحمه الله في النكت على ابن الصلاح فقال: (اعترض عليه بأن ركاكة اللفظ لا تدل على الوضع حيث جوزت الرواية بالمعنى، نعم إن صرح الراوي بأن هذا صيغة لفظ الحديث وكانت تخل بالفصاحة، أو لا وجه لها في الإعراب دل على ذلك والذي يظهر أن المؤلف لم يقصد أن ركاكة اللفظ وحده تدل كما تدل ركاكة المعنى بل ظاهر كلامه أن الذي يدل هو مجموع الأمرين: ركاكة اللفظ والمعنى معاً.

---

(١) كتاب الكفاية في علم الرواية (٥١).

(٢) مقدمة ابن الصلاح (٨٩).

لكن يرد عليه أنه ربما كان اللفظ فصيحاً والمعنى ركيكاً. إلا أن ذلك يندر وجوده، ولا يدل بمجرده على الوضع بخلاف اجتماعهما تبعاً للقاضي الباقلاني[1]، اهـ.

وقال الإمام المحدث محمد عبدالحي اللكنوي: حيث قال أهل الحديث: هذا حديث صحيح، أو حسن فمرادهم فيما ظهر لنا، عملاً بظاهر الإسناد، لا أنه مقطوع بصحته في نفس الأمر، لجواز الخطأ والنسيان على الثقة.

وكذا قولهم: هذا حديث ضعيف، فمرادهم أنه لم تظهر لنا فيه شروط الصحة، لا أنه كذب في نفس الأمر، لجواز صدق الكاذب وإصابة من هو كثير الخطأ، هذا هو القول الصحيح الذي عليه أكثر أهل العلم، كذا في (شرح الألفية للعراقي)، وغيره[2]، اهـ.

وقال السيد الشيخ المحدّث العلامة أحمد بن الصديق الغماري في فتح الملك العلي بصحة حديث باب مدينة العلم علي رضي الله عنه: (وأما ما يترتب عليه هذا الحكم وهو معرفة كون الحديث منكراً لا أصل له فذلك بأمور).

---

(١) النكت لابن حجر(٢/٨٤٤)، وتوضيح الأفكار للإمام الصنعاني (٢/٩٣).

(٢) الرفع والتكميل (١٣٦)، وشرح الألفية للعراقي (١/١٥).

منها ما هو واضح جلي يشترك في معرفته كل من له دراية بالحديث، كركاكة اللفظ والمعنى، واشتماله على المجازفات والإفراط في الوعيد الشديد على الأمر اليسير، أو الوعد العظيم على الفعل اليسير، وغير ذلك مما هو مذكور في كتب الموضوعات وأصول الحديث، ومنها: ما هو خفي لا يدركه إلا البزل[1] في هذا الشأن وأهمها أمران:

الأمر الأول: التفرد من الراوي انه جهول أو المستور أو من لم يبلغ من الحفظ والشهرة ما يحتمل معه تفرد ما يجب أن يشاركه غيره فيه، أو في أصله تفرداً بإطلاق أو بالنسبة إلى شيخ من الحفاظ المشاهير كما قال مسلم في مقدمة صحيحه: إن حكم أهل العلم والذي نعرف من مذهبهم في قبول ما يتفرد به المحدث من الحديث أن يكون قد شارك الثقات من أهل العلم والحفظ في بعض ما رووا ولو أمعن في ذلك على الموافقة لهم، فإذا وجد كذلك ثم زاد بعد ذلك شيئا ليس عند أصحابه قبلت زيادته، فأما من تراه يعمد لمثل الزهري في جلالته وكثرة أصحابه الحفاظ المتقنين لحديثه وحديث غيره، أو لمثل

---

(١) الرجل الكامل في تجربته وعقله، انظر تاج العروس (٧/٢٢٦).

حشام بن عروة وحديثهما عند أهل العلم مبسوط مشترك، ...
نقل أصحابهما عنهما حديثهما على الاتفاق منهم في أكثره فيروى عنهما أو عن أحدهما العدد من الحديث مما لا يعرفه أحد من أصحابهما، وليس ممن قد شاركهم في الصحيح مما عندهم فغير جائز قبول حديث هذا الضرب من الناس، اهـ.

ولهذا تجدهم يضعفون الراوي بقولهم: أتى بأحاديث لا يتابع عليها، أو ينفرد ويغرب عن الثقات ونحو هذا من العبارات، حتى أنهم يحكمون بضعفه وكذبه في أحاديث صحيحة أو متواترة لا غرابة في إسنادها وانفراده بروايتها عن شيوخ ليست معروفة من روايتهم، كقول الدار قطني في غرائب مالك عقب ما رواه من طريق أبي داود وإبراهيم بن فهد عن القعنبي عن مالك عن نافع عن ابن عمر رفعه: لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث، هذا باطل.

وقوله فيه أيضاً عقب ما رواه أحمد بن عمر بن زنجويه عن هشام بن عمار عن مالك عن نافع عن ابن عمر رفعه: (البحر هو الطهور ماؤه الحل ميتته) هذا باطل بهذا الإسناد.

وقوله عقب ما رواه من طريق أحمد بن محمد بن عمران عن عبدالله ابن نافع الصائغ عن مالك عن نافع عن ابن عمر

مرفوعا: (صلاة في مسجدى هذا أفضل من ألف صلاة) الحديث لا يثبت بهذا الإسناد، وأحمد بن محمد مجهول.

وقوله فيه أيضاً عقب ما رواه من طريق الحسن بن يوسف عن بحر بن نصر عن ابن وهب عن مالك عن نافع عن ابن عمر رفعه: (اتقوا النار ولو بشق تمرة) هذا منكر بهذا الإسناد لا يصح، ولما نقله الحافظ العراقي في ذيل الميزان عقبه بقوله: رواته ثقات غيره فهو المتهم به عمداً أو وهما، اهـ.

مع أن هذه الأحاديث كلها صحيحة مخرجة في الصحيحين ما عدا حديث البحر فإنه في الموطأ، وله طرق متعددة صححه بعض الحفاظ من أجلها.

ثم قال ابن الصديق:

الأمر الثاني: مخالفته للأصول والثابت المعروف من المنقول، كما نقل ابن الجوزي عن بعضهم أنه قال: إذا رأيت الحديث يباين المعقول، أو يخالف المنقول، أو يناقض الأصول، فاعلم أنه موضوع، اهـ.

فإذا وجدوا الحديث كذلك حكموا بوضعه ولو كان رجاله ثقات، أو مخرجاً في الصحيح كالحديث الذي رواه مسلم من طريق عكرمة بن عمار عن أبي زميل عن عبدالله بن عباس

قال: كان المسلمون لا ينظرون إلى أبي سفيان ولا يقاعدونه، فقال للنبي صلى الله عليه وآله وسلم: ثلاث خلال أعطيهن، قال: نعم، قال: عندي أحسن العرب وأجمله أم حبيبة بنت أبي سفيان أزوجكها، قال: نعم... الحديث، فهذا مخالف لما ثبت بالتواتر أن أم حبيبة تزوجها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قبل إظهار أبي سفيان للإسلام... لا خلاف بين أهل السير والأخبار في ذلك، ولهذا صرح ابن حزم وجماعة بأنه موضوع، وقد أجاب عنه جماعة بأجوبة متعددة ليس فيها ما يساوي سماعه أوردها جميعها ابن القيم في (جلاء الأفهام) وبين بطلانها، والحق أنه موضوع حصل عن سهو وغلط لا عن قصد وتعمد، والموضوع الذي هو من هذا القبيل موجود في الصحيحين، كما نقل الحافظ شمس الدين ابن الجزري في (المصعد الأحمد) عن ابن تيمية أنه قال: إن الموضوع يراد به ما يعلم انتفاء مخبره وإن كان صاحبه لم يتعمد الكذب بل أخطأ فيه، وهذا الضرب في المسند منه بل وفي سنن أبي داود والنسائي، وفي صحيح مسلم والبخاري أيضا ألفاظ في بعض الأحاديث من هذا الباب، اهـ.

وكحديث الإسراء الذي رواه البخاري ومسلم من رواية شريك فإن فيه زيادات باطلة مخالفة لما رواه الجمهور وهم

فيها شريك إلا أن مسلماً ساق إسناده ولم يسق لفظه، وكالحديث الذي رواه البخاري من حديث أبي هريرة مرفوعاً: يلقى إبراهيم أباه آزر يوم القيامة وعلى وجه آزر قترة وغبرة... الحديث، وفيه: فيقول إبراهيم: يارب إنك وعدتني أن لا تخزيني يوم يبعثون فأي خزي أخزى من أبي، الأبعد الحديث فقد طعنوا فيه بأنه مخالف لقوله تعالى: (وما كان استغفار إبراهيم لأبيه إلا عن موعدة وعدها إياه فلما تبين له أنه عدو لله تبرأ منه).

وقال الإسماعيلي: هذا خبر في صحته نظر من جهة أن إبراهيم علم أن الله لا يخلف الميعاد فكيف يجعل ما صار لأبية خزيا مع علمه بذلك، اهـ.

وإن كان الحافظ قد أجاب عن هذا بما يطلب من تفسير سورة الشعراء من الفتح له، وكذلك طعن يعقوب بن سفيان في حديث زيد بن خالد الجهني أن عمر قال: يا حذيفة بالله أنا من المنافقين، وقال: هذا محال، اهـ.

ولكن هذا غير وارد لأنه صدر من عمر بن الخطاب رضي الله عنه عند غلبة الخوف وعدم أمن المكر، أو على سبيل التواضع كما أجاب عنه الحافظ في مقدمة الفتح، وكالحديث الذي رواه مسلم عن أبي هريرة: خلق الله التربة يوم

السبت، وذكر باقي الأيام فقد حكموا بوضعه لمخالفته نص القرآن في أن الخلق كان في ستة أيام لا في سبعة، ولإجماع أهل الأخبار على أن السبت لم يخلق فيه شيء، وقد بين علته البيهقي في (الأسماء والصفات) وأشار إلى بعضها ابن كثير في سورة البقرة، وأنه مما غلط فيه بعض الرواة فرفعه، وإنما سمعه أبو هريرة من كعب الأحبار إلى غير ذلك من أحرف وقعت في الصحيحين من هذا القبيل ترى الكثير منها في كلام ابن حزم على الأحاديث.

وأما ما هو خارج الصحيحين فكثير جداً، من ذلك استدلال الذهبي على بطلان حديث المتعبد خمسمائة سنة على رأس جبل، وفيه قول الحق سبحانه وتعالى: قايسوا عبدي بنعمتي عليه وبعلمه فيجدوا نعمة البصر قد أحاطت بخمسمائة سنة وبقيت نعمة الجسد له فيقول: أدخلوا عبدي النار... الحديث بأنه مخالف لقوله تعالى: (ادخلوا الجنة بما كنتم تعملون)، ذكر ذلك في ترجمة سليمان بن هرم من الميزان.

ثم قال ابن الصدِّيق:

واستدلال الحافظ على كذب ابن بطة الحنبلي الفقيه المشهور، وعلى وضع زيادة زادها في حديث كلم الله موسى،

وهي قوله: من ذا العبراني الذي يكلمني من الشجرة بأن كلام الله لا يشبه كلام المخلوقين، وسبقه إلى ذلك ابن الجوزي واستدل هو والذهبي على بطلان حديث أخرجه ابن حبان في صحيحه عن ابن عمر (كان خاتم النبوة مثل البندقة من لحم مكتوب عليه محمد رسول الله) وبمخالفته الأحاديث الصحيحة في صفة ختم النبوة، واستدل الحافظ السيوطي على بطلان حديث من قال: أنا عالم فهو جاهل بورود ذلك عن جماعة من الصحابة والتابعين، وأفرد لذلك جزءاً سماه (أعذب المناهل) وأورد شواهده في الصواعق على النواعق إلى غير ذلك.

وقد أكثر ابن الجوزي في موضوعاته من الحكم على الأحاديث بالوضع من هذا الطريق، وسبقه إلى ذلك الجوزقاني في موضوعاته فإنه بين فيه كما قال الذهبي: أحاديث واهية بمعارضة أحاديث صحاح لها، وهذا موضوع كتابه لأنه سماه (الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير) يذكر الحديث الواهي ويبين علته ثم يقول: باب في خلاف ذلك، ثم يذكر حديثاً صحيحاً ظاهره يعارض الذي قبله، قال الذهبي: وعليه في كثير منه مناقشات، اهـ .

وكذلك بين صنيعه هذا الحافظ السيوطي في أول كتاب الإيمان من اللآلئ المصنوعة.

إذا تقرر هذا وعلمت أن جرح الراوي يكون بسبب روايته للمنكرات والموضوعات، وأن النكارة والوضع يعرفان بالتفرد ومخالفة الأصول، فاعلم أنه قد يحصل منهم أو من بعضهم تشديد وتغالي في بعض الأحيان فيعدون كل تفرد منكراً أو يضعفون كل من جصل منه ذلك وقد يبالغ بعضهم فيكذب وذلك باطل مردود... ثم أنهم قد يجرحون الراوي لكونه روى حديثاً منكراً وهو توسع باطل مردود أيضاً، فقد نقل الذهبي عن أحمد بن سعيد بن سعدان أنه قال في أحمد بن عتاب المروزي: شيخ صالح روى الفضائل والمناكير، ثم تعقبه بقوله: ما كل من روى المناكير ضعيف، ثم أن الذهبي غفل عن هذا فذكر في الميزان الحسين بن الفضل البجلي وقال: لم أر فيه كلاماً لكن ساق الحاكم في ترجمته مناكير عدة، اهـ.

فتعقبه الحافظ في اللسان وقال: ما كان لذكر هذا الرجل في هذا الكتاب معنى فإنه من كبار أهل العلم والفضل... إلى أن قال رحمه الله: كما أنهم قد يظنون تفرد الراوي بالحديث فيعدونه في منكراته ويتكلمون فيه من أجله ويكون هو في الواقع بريئاً منه لوجود متابعين له عليه لم يطلع عليهم المجرحون بحيث لو اطلعوا عليهم لما جرحوه، وهذا موجود

بكثرة يطول معها استيعاب أمثلته أو مقاربته، وقد قال أبو حاتم في بيان ابن عمرو: إنه مجهول والحديث الذي رواه باطل.

فتعقبه الحافظ في المقدمة بأنه ليس بمجهول وأن العهدة في الحديث ليست عليه لأنه لم ينفرد به كما قال الدار قطني في المؤتلف والمختلف، اهـ.

وقد يجرح أحدهم الراوي على التفرد، ثم يقف بعد ذلك على المتابع فيعرف براءة الذي جرحه، ثم يوثقه كقول الحاكم في المستدرك في حديث قتل الحسين: كنت أحسب دهرا أن المسمعي تفرد بهذا الحديث عن أبي نعيم حتى حدثناه أبو محمد السبيعي، ثنا عبد الله بن محمد بن ناجية، ثنا حميد بن الربيع، ثنا أبو نعيم به.... إلى أن قال رحمه الله: إنهم قد يفعلون ذلك بناء على أن حديث الراوي منكر مخالف للأصول وهو على خلاف ذلك في الواقع، والسبب فيه عدم اهتدائهم إلى طريق الجمع بين المتعارضين والحكم بوضع الحديث المعارض لا يصار إليه إلا عند تعذر الجمع، كما هو منصوص عليه في الأصول، أو لظنهم المعارضة مع انتفائها في نفس الأمر

ووقوع هذا أيضاً منهم كثير جدا... الخ [١]،انتهى كلام السيد أحمد مختصرا بحروفه.

محصل كلام الشيخ رحمه الله أنه لا يجوز الإقدام على وصم الحديث بالنكارة إذا صح سنده من أول وهله بل يجب التأني والتروي ومحاوله الجمع بين الأخبار لأنه فوق كل علم عليم وقد يظهر لشخص من الفهم مالا يظهر لآخر.

ولذا قال شيخنا المحدث السيد عبدالعزيز بن الصديق الغماري رحمه الله مؤيداً ذلك بقوله: والحديث إذا صح سنده وثبت بالقواعد المقررة عند أهل الفن فلا ينبغي بعد ذلك لمؤمن أن يستغرب لفظة لتوقف عقله القاصر عن فهمه بل يجب عليه أن يقول سمعت وأطعت كما هو حال الراسخين في العلم ولو وقف الإنسان عند كل حديث مع عقله لما آمن وصدق بحديث مطلقا، ولخسر الدنيا والآخرة.

إلى إن قال رحمه الله تعالى في معرض رده على الذّهبي في حديث (من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب).

---

(١) فتح الملك العلي بصحة حديث باب مدينة العلم علي رضي الله عنه باختصار من (ص ٨٠ إلى ص ٩٤) للمحدث السيد العلامة أحمد بن الصديق الغماري.

قال رحمه الله: إنَّ قول الذَّهبي (ولم يرو هذا المتن إلا بهذا الإسناد) !!! قال الشيخ رحمه الله: لا أدري ماذا يريد به ؟ وهل يريد أن يجعل من شرط الحديث الصحيح أن تتعدد طرقه ومخارجه وهو شرط لم يوافق عليه أحد من أهل الحديث بل الحديث الصحيح عندهم هو الذي يرويه الثقة عن الثقة مع السلامة من الشذوذ والعلة لا غير، ولم يزيدوا: إلا أن يكون فرداً، وأول حديث في صحيح البخاري وعليه تدور أغلب أحكام الشريعة وهو حديث إنما الأعمال بالنيات فرد غريب ولم تتعدد طرقه إلا عن يحيى بن سعيد الأنصاري ومع ذلك لم يقل أحد أنه معل لأجل ذلك، بل أدرجه البخاري في صحيحه وتلقته الأمة بالقبول وجعلوه أصلاً من أصول أحكام الشريعة وقول الذهبي [لم يرو هذا المتن إلا بهذا الإسناد] باطل.

وقال رحمه الله: لم يشترط أحد منهم في الحافظ ألا يغلط أبداً ولا يهم مطلقا، ولا يخالف غيره من الثقات، ولو اشترطوا هذا لما بقي في الرواة من يطلق عليه اسم الحافظ أبداً لأنه شرط خارج عن طاقة البشر، مستحيلٌ في حق الإنسان تماماً، وإنما الشرط الوحيد المعقول الذي تقبله العقول وتقرر عند أهل الفن بأجمعهم هو أن يكون صواب الراوي أكثر من غلطه، وضبطه أكثر من وهمه، وموافقته أكثر من مخالفته، فهذا الذي

اشترطوه في الراوي الحافظ الضابط فإذا وجد الراوي على هذه الصفة فهو حافظ ضابط عندهم ولا يضر مع ذلك خطاؤه ومخالفته في أحاديث معدودة، وهذا أمر مقرر في كتب الفن... والله الهادي للصواب[1].

انتهى كلام السيد عبدالعزيز مختصراً بحروف وقد تحصل لنا أن الحكم على بعض الألفاظ بالنكارة للصعب للغاية ولا يتأتى إلا للبزل من الرجال، فالصواب أن من استشكل لفظة فلا يسارع بإعلان النكارة بل يتوقف ويسأل الله فإن فوق كل ذي علم عليم.

---

(١) إثبات المزية بإبطال كلام الذهبي في حديث من عاد لي وليا (من ص ١١ إلى ص ١٧) للسيد المحدث عبدالعزيز بن الصدّيق.

بسم الله الرحمن الرحيم

رب يسر ولا تعسر وتمم بالخير وبك نستعين يا فتاح

[كتاب الإيمان][1]

١- باب في تخليق نور محمد ﷺ

١- عبدالرزاق عن معمر[2] عن الزهري[3] عن

---

(١) زيادة وضعناها هنا للمناسبة.

(٢) هو معمر بن راشد الأزدي الحداني، أبو عروة بن أبي عمرو البصري، سكن اليمن وشهد جنازة الحسن البصري، روى عن ثابت البناني، وقتادة، والزهري وعاصم الأحول، وزيد بن أسلم، ومحمد بن المنكدر، وغيرهم، وهو ثقة ثبت فاضل، توفي سنة أربع وخمسين ومائة، طبقات ابن سعد (٥/٥٤٦ م)، وتاريخ البخاري الكبير (٧/ رقم ٣٧٨)، والصغير (٢/١١٥)، والجرح والتعديل (٨/٢٥٥)، والثقات لابن حبان (٧/٤٨٤)، وسير أعلام النبلاء (٧/٥)، وفيات الأعيان (١٤١-١٦٠)، والعبر (١/٢٢٠)، وتذكره الحفاظ (١/١٩٠)، وميزان الاعتدال (٤/١٥٤)، وتهذيب التهذيب (٤/١٢٧)، والتقريب (٦٨٠٩)، وتهذيب الكمال (٢٨/٣٠٣)، وشذرات الذهب (١/٢٣٥).

(٣) هو محمد بن مسلم بن عبيدالله بن عبدالله بن شهاب القرشي الزهري أبو بكر المدني، الفقيه الحافظ متفق على جلالته وإتقانه، أحد الأئمة الأعلام وعالم الحجاز والشام، روى عن عبدالله ابن عمر، وعبدالله بن جعفر وأنس وجابر، والسائب بن يزيد وسعيد بن المسيب وسليمان بن يسار وخلق كثير، توفي سنة خمس وعشرين ومائة، طبقات ابن سعد (٤/١٢٦)، وتاريخ البخاري الكبير =

السائب بن يزيد[1] قال: إنّ الله تعالى: خلق شجرة ولها أربعة أغصان فسماها شجرة اليقين، ثم خلق نور محمد صلى الله عليه وسلم في حجاب من درة بيضاء مثله كمثل الطاووس ووضعه على تلك الشجرة فسبح عليها مقدار سبعين ألف سنة، ثم خلق مرآة الحياء ووضعها باستقباله، فلما نظر الطاووس فيها رأى

= (١/٢٢٠)، والصغير (١/٣٢٠)، والجرح والتعديل (٨/٧١)، والثقات لابن حبان (٥/٣٤٩)، وسير أعلام النبلاء (٥/٣٢٦)، وفيات الأعيان (١٢١-١٤٠)، والعبر (١/١٥٨)، وتذكرة الحافظ (١/١٠٨)، والتقريب (٦٢٩٦)، وتهذيب الكمال (٢٦/٤١٩)، وشذرات الذهب (١/١٦٢).

(١) ذكر بن زيد في المخطوط والصواب هو يزيد. وهو السائب بن يزيد بن سعيد ابن ثمامة ويقال: عائذ بن الأسود الكندي أو الأزدي، يعرف بابن أخت النمر، صحابي روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أحاديث، وعن أبيه وعمر وعثمان وغيرهم، ذهبت به خالته إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو وجع فمسح النبي صلى الله عليه وسلم رأسه، ودعا له، وتوضأ فشرب من وضوئه، ونظر إلى خاتم النبوة، فقد ذكر مولاه عطاء كما نقله البغوي أن شعره أسود من هامته إلى مقدم رأسه وسائر شعره أبيض فقال له: ما رأيت أحداً أعجب شعراً منك! فقال لي: أولا تدري مما ذاك يابني؟ إن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ بي وأنا ألعب مع الصبيان، فمسح يده على رأسي وقال: بارك الله فيك، فهو لا يشيب أبداً وأمه أم العلاء بنت شريح الحضرمية، والعلاء بن الحضرمي خاله، مات سنة اثنتين وثمانين، وقيل: بعد التسعين (الإصابة ٤/١١٧)، أسد الغابة (٢/١٦٩)، ومعجم الصحابة للبغوي (٣/١٨٨)، الاستيعاب (٢/٥٧٦)، ومعجم الصحابة لأبي نعيم (٣/١٣٧٦).

صورته أحسن صورة وأزين هيئة، فاستحى من الله فسجد خمس مرات، فصارت علينا تلك السجدات فرضاً مؤقتاً، فأمر الله تعالى بخمس. صلوات على النبي صلى الله عليه وسلم وأمته، والله تعالى نظر إلى ذلك النور فعرق حياء من الله تعالى، فمن عرق رأسه خلق الملائكة، ومن عرق وجهه خلق العرش والكرسي واللوح والقلم والشمس والقمر والحجاب والكواكب وما كان في السماء، ومن عرق صدره خلق الأنبياء والرسل والعلماء والشهداء والصالحين، ومن عرق/ حاجبيه خلق أمة من المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، ومن عرق أذنيه خلق أرواح اليهود والنصارى والمجوس وما أشبه ذلك، ومن عرق رجليه خلق الأرض من المشرق وما فيها، ثم أمر الله نور محمد صلى الله عليه وسلم انظر إلى أمامك فنظر نور محمد صلى الله عليه وسلم فرأى من أمامه نوراً وعن ورائه نوراً، وعن يمينه نوراً وعن يساره نوراً وهو أبو بكر وعمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم أجمعين، ثم سبح سبعين ألف سنة ثم خلق نور الأنبياء من نور محمد صلى الله عليه وسلم ثم نظر إلى ذلك النور فخلق أرواحهم فقالوا لا إله إلا الله محمد رسول الله، ثم خلق قنديلاً من العقيق الأحمر يرى ظاهره من باطنه، ثم خلق صورة محمد صلى الله عليه وسلم كصورته

ني الدنيا، ثم وضع في هذه القنديل قيامه كقيامه في الصلاة ثم طافت الأرواح حول نور محمد صلى الله عليه وسلم فسبحوا وهللوا مقدار مائة ألف سنة، ثم أمر لينظروا إليها كلهم فينظرون إليها كلهم فمنهم من رأى رأسه فصار خليفة وسلطاناً بين الخلائق، ومنهم رأى وجهه فصار أميراً عادلاً، ومنهم من رأى عينيه فصار حافظاً/ لكلام الله تعالى، ومنهم من رأى /١ب حاجبيه فصار مقبلاً، ومنهم من رأى خديه فصار محسناً وعاقلاً ومنهم من رأى أنفه فصار حكيماً وطبيباً وعطاراً، ومنهم من رأى شفتيه فصار أحسن الوجه ووزيراً، ومنهم من رأى فمه فصار صائماً ومنهم من رأى سنه فصار أحسن الوجه من الرجال والنساء، ومنهم من رأى لسانه فصار رسولاً بين السلاطين، ومنهم من رأى حلقه فصار واعظاً ومؤذناً وناصحاً، ومنهم من رأى لحيته فصار مجاهداً في سبيل الله، ومنهم من رأى عنقه فصار تاجراً، ومنهم من رأى عضديه فصار رماحاً وسيافاً، ومنهم من رأى عضده اليمنى فصار حجاماً، ومنهم من رأى عضده اليسرى فصار جلاداً وجاهداً، ومنهم من رأى كفه اليمنى فصار صرافاً وطرازاً، ومنهم من رأى كفه اليسرى فصار كيالاً، ومنهم من رأى يديه فصار سخياً وكياساً، ومنهم من رأى ظهر كفه اليمنى فصار صباغاً، ومنهم من رأى ظهر

كفه اليسرى فصار حاطباً، ومنهم من رأى أنامله فصار كاتباً، ومنهم من رأى ظهور أصابعه اليمنى فصار خياطاً/، ومنهم من /٢أ رأى ظهور أصابعه اليسرى فصار حداداً، ومنهم من رأى صدره فصار عالماً وشكوراً ومجتهداً، ومنهم من رأى ظهره فصار متواضعاً ومضيعاً بأمر الشرع، ومنهم من رأى جبينه فصار غازياً، ومنهم من رأى بطنه فصار قانعاً وزاهداً، ومنهم من رأى ركبتيه فصار ساجداً وراكعاً، ومنهم من رأى رجليه فصار صياداً، ومنهم من رأى تحت قدميه فصار ماشياً، ومنهم من رأى ظله فصار مغنياً، وصاحب الطنبور، ومنهم من لم ينظر إليه فصار مدعياً بربوبية كالفراعنة وغيرها من الكفار، ومنهم من نظر إليه ولم يره فصار يهودياً ونصرانياً وغيرهم من الكفار.

٢- عبدالرزاق عن ابن جريج قال: أخبرني البراء قال: ما رأيت شيئاً قط أحسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم[1].

---

(١) ابن جريج حافظ ثقة، وكان يدلس، فقد صرح هنا بالإخبار، والحديث قد أخرجه مسلم في باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم وأنه كان أحسن الناس وجهاً (١٨١٨/٤) بلفظ: (كان رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً مربوعاً، بعيد ما بين المنكبين، عظيم الجمة إلى شحمة أذنيه عليه حلة حمراء ما رأيت شيئاً قط أحسن منه (صلى الله عليه وسلم)، وأخرجه البخاري (١٣٠٣/٣) =

٣- عبدالرزاق عن معمر عن يحيى بن أبي كثير[1] عن ضمضم[2] عن أبي هريرة قال: ما رأيت أحسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم كأن الشمس تجري في عينيه.

٤- عبدالرزاق عن ابن جريج[3] قال: أخبرني نافع[4] أن ابن عباس قال:/ لم يكن لرسول الله صلى الله عليه وسلم ظل /٢ب ولم يقم مع شمس قط إلا غلب ضوءه ضوء الشمس، ولم يقم مع سراج قط إلا غلب ضوءه ضوء السراج[5].

= رقم (٣٣٥٨)، وأبو داود (٤٠٩/٤)، والنسائي ١٨٣/٨، وأبو يعلى (٢٦٢/٣)، وأحمد (٤٢٢/٣٠) فالحديث صحيح بما تقدم.

(١) يحيى بن أبي كثير الطائي مولاهم أبي نصر اليمامي روى عن ضمضم ثقة ثبت لكنه يدلس ويرسل انظر التقريب (٧٦٣٢).

(٢) هو ضمضم بن جوس اليمامي،روى عن أبي هريرة وعبدالله بن حنظلة الأنصاري، وهو ثقة (التقريب ٢٩٩١، وتهذيب التهذيب ٢٣٠/٢).

(٣) هو عبدالملك بن عبدالعزيز بن جريج الأموي المكي، ثقة فاضل، وكان يدلس ويرسل، مات سنة تسع وأربعين ومائة، التقريب (٤١٩٣)، وتهذيب التهذيب (٦١٦/٢)، وتهذيب الكمال (٣٣٨/١٨).

(٤) هو أبو عبدالله المدني مولى عبدالله بن عمر بن الخطاب، أصابه ابن عمر في بعض مغازيه، ثقة ثبت فقيه مشهور، مات سنة سبع عشرة ومائة (التقريب ٧٠٨٦، تهذيب الكمال ٢٩/٢٩، تهذيب التهذيب ٢١٠/٤).

(٥) إسناده صحيح، وقد ذكر الحديث الإمام السيوطي في الخصائص الكبرى بتحقيق الهراس (١٦٩/١) وعزاه إلى الحكيم الترمذي عن ابن ذكوان، ولم نقف على هذه الرواية في كتب الحكيم التي بين أيدينا من مخطوط ومطبوع =

٥- عبدالرزاق عن يحيى بن العلاء عن طلحة عن عطاء عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قال: كان وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم كدارة القمر[1].

= ونص الرواية التى ساقها الإمام السيوطي في الخصائص: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن له ظل في شمس ولا قمر، قال ابن سبع: من خصائصه أن ظله كان لا يقع على الأرض، وأنه كان نوراً إذا مشى في الشمس أو القمر لا ينظر له ظل ،قال بعضهم: يشهد له حديث قوله صلى الله عليه وسلم في دعائه (واجعلني نوراً)، اهـ. كما ونقل هذا الكلام الإمام المقريزى في إمتاع الأسماع (٣٠٨/١٠) والخيضري في كتابة اللفظ المكرم بخصائص النبي صلى الله عليه وسلم (٢٣٥/٢)، والقسطلاني في المواهب اللدنية (٣٠٧/٢) والصالحي في سبل الهدى والرشاد (٩٠/٢)، وعمر بن عبدالله سراج الدين في كتابة غاية السول في خصائص الرسول صلى الله عليه وسلم (٢٩٧/١).

أما رواية عبدالرزاق فقد ذكرها الزرقاني على شرح المواهب اللدنية (٢٢٠/٤) فقال رحمه الله: روى ابن المبارك وابن الجوزى عن ابن عباس: لم يكن للنبي صلى الله عليه وسلم ظل ولم يقم مع الشمس قط إلا غلب ضوءه ضوء الشمس، ولم يكن مع سراج قط إلا غلب ضوء السراج، اهـ. فتضعيف الألباني للرواية ليس بجيد وتعليل الهراس تعليل ساقط يؤدى بالمرء إلى الكفر والعياذ بالله عافنا الله من سوء السرائر وظلمة الضمائر.

(١) أخرجه البخاري في باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم (١٣٠٤/٣) رقم (٣٣٥٩)، ومسلم ١٨١٩/٤ رقم (٢٣٣٨) وابن حبان (١٩٦/١٤)، عن البراء: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن الناس وجها، وأحسنه خلقا...، =

٦- عبدالرزاق عن ابن جريج قال: حدثت عن البراء قال: ما رأيت أحداً في حلة حمراء مرجلاً أحسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكان له شعر قريب من منكبيه[١].

٧- عبدالرزاق عن ابن جريج عن عطاء عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن الناس وجهاً وأنورهم لوناً[٢].

٨- عبدالرزاق عن معمر عن أيوب عن أبي قلابة عن جابر بن سمرة قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في حلة حمراء فجعلت أنظر إليه وإلى القمر فلهو أحسن في عيني من القمر[٣].

٩- عبدالرزاق عن مالك عن عبدالله بن أبي بكر أن سالم بن عبدالله أخبره عن أم معبد أنها وصفت/ رسول الله صلى الله /٣

= والنسائي في السنن الكبرى (٦/٢٦٣)، والروياني في المسند (٢/٣٩٢) عن أنس رضي الله عنه.

(١) تقدم تخريجه برقم (٢).

(٢) تقدم تخريجه برقم (٥).

(٣) رواه الحاكم في المستدرك (٤/٢٠٧)، والدرامي في السنن (١/٤٤)، والبيهقي في شعب الإيمان (٢/١٥١)، والطبراني في الكبير (٢/٢٠٦).

عليه وسلم فقالت: كان أحلى الناس وأجمله من بعيد، وأجهر الناس، وأحسنه من قريب[١].

١٠-عبدالرزاق عن معمر عن ابن جريج[٢] قال: كان البراء يكثر من قول: اللهم صل على محمد وعلى آله بحر أنوارك، ومعدن أسرارك[٣].

١١- عبدالرزاق عن ابن التيمي عن أبيه[٤] عن الحسن قال: من يكثر من قول: اللهم صل على من تفتقت من نوره الأزهار زاد ماء وجهه[٥].

١٢- عبدالرزاق أخبرني ابن عيينة عن مالك أنه كان يقول دائماً: اللهم صل على سيدنا محمد السابق للخلق نوره[٦].

(١) الطبقات الكبرى لابن سعد (١/٢٣١).

(٢) تقدم ترجمته برقم (٤).

(٣) الحديث بإسناده انقطاع ،لأن ابن جريج لم يدرك البراء.

(٤) ابن التيمي هو معتمر بن سليمان بن طرخان التيمي، أبو محمد البصري، يلقب بالطفيل ثقة، مات سنة سبع وثمانين ومائة، التقريب (٦٧٨٥)، تهذيب التهذيب (٤/١١٧)، تهذيب الكمال (٢٨/٢٥٠)، أما أبوه فهو سليمان بن طرخان التيمي، أبو المعمر البصري، ثقة عابد، روى عن أنس بن مالك وطاووس والحسن البصري وثابت البناني وغيرهم، مات سنة ثلاث وأربعين ومائة، التقريب (٢٥٧٥)، تهذيب (٢/٩٩)، تهذيب الكمال (١٢/٥).

(٥) إسناده صحيح.

(٦) إسناده صحيح.

١٣- قال عبدالرزاق: أخبرني يحيى بن أبي زائدة[1] عن سليمان بن يسار[2] قال: علمني أبو قلابة[3] أن أقول بعد كل صلاة سبع مرات: اللهم صل على أفضل من طاب منه (النُجارُ *)، وسما به الفخار، واستنارت بنور جبينه الأقمار،

---

(١) هو يحيى بن زكريا بن أبي زائدة الهمداني ، أبو سعيد الكوفي، ثقة متقن، مات سنة ثلاث أو أربع وثمانين ومائة، التقريب (٧٥٤٨)، تهذيب التهذيب (٣٥٣/٤)، تهذيب الكمال (٣٠٥/٣١).

(٢) هو سليمان بن يسار الهلالي، أبو أيوب المدني مولى ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وآله وسلم، ويقال كان مكاتباً لأم سلمة، ثقة فاضل، أحد الفقهاء السبعة روى عن ميمونة وأم سلمة وعائشة وزيد بن ثابت وابن عباس وابن عمر وجابر وغيرهم، مات بعد المائة، وقيل قبلها التقريب (٢٦١٩)، تهذيب (١١٢/٢)، تهذيب الكمال (١٠٠/١٢).

(٣) هو عبدالله بن زيد بن عمرو، أبو قلابة الجرمي البصري، ثقة فاضل كثير الإرسال، مات بالشام هارباً من القضاء سنة أربع ومائة، وقيل بعدها، التقريب (٣٣٣٣)، تهذيب التهذيب (٣٣٩/٢)، تهذيب الكمال (٥٤٢/١٤).

* في الأصل البخار ولعل الصواب ما أثبتناه النُجْر والنّجار والنِجار: الأصلُ والحَسَبُ، انظر لسان العرب (١٩٣/٥)، وقد جاء رد فيه الفخار فلا معنى لكلمة البخار وهو خطأ من الناسخ والله أعلم، وقد ابد ما قالوه الجزولي في دلائل الخيرات في صلواته فقال ما نصه: اللهم صل على من طاب منه النجار انظر دلائل الخيرات (١٤٢-١٤٣)، مطالع المسرات (٤١٠-٤١١).

وتضاءلت عند (جُودِ)[1] يمينه الغمائم والبحار.

١٤- عبدالرزاق عن ابن جريج[2] قال: قال لي زياد[3] لا تنسَ أن تقول بالغدوة والأصال: اللهم صل على من منه انشقت الأنهار، وانفلقت/ الأنوار وفيه ارتقت الحقائق وتنزلت علوم /٣ب آدم.

١٥- عبدالرزاق عن معمر[4] عن ابن أبي زائدة[5] عن ابن

---

(١) في الأصل جنود ولعل الصواب ما أثبتناه (جود) كما في دلائل الخيرات (١٤٢-١٤٣)، مطالع المسرات (٤١٢-٤١٣)، ولعل المعنى كناية عن عظيم كرمه صلى الله عليه وآله وسلم فإنه كان أجود من الريح المرسلة وربما حرفت الكلمة من جنوب إلى جنود فجنوب يمينه جمع جنب أي شق الإنسان وجنبه أي ناحيته انظر الغريبين لابن سلام (١٨١/١أ-١٨٢ب، خ ط)، لسان العرب (٢٧٥/١).

(٢) تقدم ترجمته برقم (١٠).

(٣) هو زياد بن سعد بن عبدالرحمن الخرساني، أبو عبدالرحمن شريك ابن جريج سكن مكة ثم تحول إلى اليمن، ثقة ثبت قال ابن عيينة: كان أثبت أصحاب الزهري روى عنه مالك وابن جريج وابن عيينة وهمام وغيرهم، التقريب (٢٠٨٠)، وتهذيب التهذيب (٦٤٧/١).

(٤) تقدم ترجمته برقم (١).

(٥) تقدم ترجمته برقم (١٣).

عون[1] قال: علمني شيخي أن أقول ليل نهار اللهم صل على من خلقت من نوره كل شيء[2].

١٦- عبدالرزاق عن ابن جريج عن سالم[3] قال علمني سعيد بن أبي سعيد[4] أن أقول دوماً اللهم صل على كاشف الغمة ومجلي الظلمة ومولي النعمة ومولي الرحمة.

١٧- عبدالرزاق عن معمر عن الزهري عن سالم عن أبيه أنه قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم بعيني هاتين وكان

---

(١) هو عبدالله بن عون بن أرطبان المزني، أبو عون البصري ،رأى أنس بن مالك ولم يثبت منه سماع، ثقة ثبت فاضل من أقران أيوب في العلم والعمل والسن روى عنه الأعمش والثوري وشعبة وابن المبارك وابن زائدة ووكيع وغيرهم، مات سنة خمسين ومائة، التقريب (٣٥١٩)، تهذيب التهذيب (٣٩٨/٢)، تهذيب الكمال (٣٩٤/١٥).

(٢) في إسناده انقطاع، لأن معمر لا يروي عن ابن أبي زائدة.

(٣) هو سالم بن أبي أمية التيمي، أبو النضر المدني ثقة ثبت وكان يرسل، مات سنة تسع وعشرين ومائة التقريب (٢١٦٩)، تهذيب التهذيب (٦٧٤/١)، تهذيب الكمال (١٢٧/١٠).

(٤) هو سعيد بن أبي سعيد واسمه كيسان المقبري، أبو سعيد المدني كان أبوه أبو سعيد مكاتباً لامرأة من أهل المدينة، والمقبري نسبة إلى مقبرة بالمدينة كان مجاوراً لها، ثقة مات في حدود العشرين ومائة، التقريب (٢٣٢١)، تهذيب التهذيب (٢٢/٢)، تهذيب الكمال (٤٦٦/١٠).

نوراً كله بل نوراً من نور الله من رآه (بديهةً)* هابه ومن رآه مراراً استحبه أشد استحباب[1].

١٨- عبدالرزاق عن معمر[2] عن ابن المنكدر[3] عن جابر[4] قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أول شيء خلقه

---

* في الأصل بديها ولعل الصواب ما أثبتناه (بديهةً) وقد يكون خطأ من الناسخ.

(١) إسناده صحيح، فقد تقدم ترجمة معمر برقم (١) أما الزهري عن سالم عن أبيه فهي من أصح الأسانيد التي ذكرها الحفاظ، كالإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهوية كما في كتاب إرشاد طلاب الحقائق للنووي (١١٢/١)، كما وأخرجه بمعناه الترمذي (٥٩٩/٥)، وابن أبي شيبة في المصنف(٣٢٨/٦)، عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه: كان إذا وصف النبي صلى الله عليه وسلم قال: لم يكن بالطويل الممغط ولا بالقصير المتردد، وكان ربعة القوم... إلى أن قال: من رآه بديهة هابه ومن خالطه معرفة أحبه يقول ناعته لم أر قبله ولا بعده.

(٢) تقدم ترجمته برقم (١).

(٣) هو محمد بن المنكدر بن عبدالله بن الهدير التيمي، أبو عبدالله المدني ،احد الأئمة الأعلام، روى عن جابر بن عبدالله وأبو هريرة وعائشة وابن عباس وابن عمر وغيرهم، وروى عنه خلق كثير منهم زيد بن أسلم والزهري والثوري وابن عيينة والأوزاعي، وهو ثقة فاضل، مات سنة ثلاثين ومائة (التقريب ٦٣٢٧، تهذيب التهذيب ٧٠٩/٣، تهذيب الكمال ٢٦ /٥٠٣).

(٤) هو جابر بن عبدالله بن عمرو بن حرام بن سلمة الأنصاري السلمي، يكنى أبا عبدالله وأبا عبدالرحمن، أحد المكثرين عن النبي صلى الله عليه وسلم له ولأبيه صحبة كان مع من شهد العقبة وغزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم تسع عشرة غزوة، مات سنة ثمان وسبعين للهجرة، وهو آخر -

الله تعالى؟ فقال: هو نور نبيك يا جابر خلقه الله، ثم خلق فيه كل خير، وخلق بعده كل شيء، وحين خلقة أقامه قدامه من مقام القرب اثني عشر ألف سنة، ثم جعله أربعه أقسام فخلق العرش/ والكرسي من قسم، وحملة العرش وخزنة الكرسي من قسم، وأقام القسم الرابع في مقام الحب اثني عشر ألف، ثم جعله أربعة أقسام فخلق القلم من قسم، واللوح من قسم، والجنة من قسم، ثم أقام القسم الرابع في مقام الخوف اثني عشر ألف سنة جعله أربعة أجزاء فخلق الملائكة من جزء، والشمس من جزء، والقمر والكواكب من جزء، وأقام الجزء الرابع في مقام الرجاء اثني عشر ألف سنة، ثم جعله أربعه أجزاء فخلق العقل من جزء والعلم والحكمة والعصمة والتوفيق من جزء وأقام الجزء الرابع في مقام الحياء اثني عشر ألف سنة ثم نظر الله عز وجل إليه فترشح النور عرقاً فقطر منه مائة ألف وأربعة.

– أصحاب رسول الله موتاً بالمدينة ،ويقال أنه عاش أربعاً وتسعين سنة (الإصابة ٤٥/٢ الاستيعاب لابن عبدالبر ٢١٩/١، أسد الغابة ٢٥٦/١).

– قلت: بعد بيان تراجم هؤلاء الأعلام الثقات يتضح من خلاله أن الحديث صحيح الإسناد.

[وعشرون ألف وأربعة آلاف]* قطرة من نور، فخلق الله من كل قطرة روح نبي، أو روح رسول ثم تنفست أرواح الأنبياء فخلق الله من أنفاسهم الأولياء والشهداء والسعداء والمطيعين إلى يوم القيامة، فالعرش والكرسي/ من نوري /٤ب والكروبيون من نوري والروحانيون والملائكة من نوري والجنة وما فيها من النعيم من نوري، وملائكة السموات السبع من نوري، والشمس والقمر والكواكب من نوري، والعقل والتوفيق من نوري، وأرواح الرسل والأنبياء من نوري، والشهداء والسعداء والصالحون من نتاج نوري، ثم خلق الله اثني عشر ألف حجاب فأقام الله نوري وهو الجزء الرابع، في كل حجاب ألف سنة، وهي مقامات العبودية والسكينة والصبر والصدق واليقين، فغمس الله ذلك النور في كل حجاب ألف سنة فلما أخرج الله النور من الحجب ركبه الله في الأرض فكان يضيء منها ما بين المشرق والمغرب كالسراج في الليل المظلم، ثم خلق الله آدم من الأرض فركب فيه النور في جبينه، ثم انتقل منه إلى شيث، وكان ينتقل من طاهر إلى طيب، ومن

---

* سقط في نسخة المصنف بتقديم وتأخير في الألفاظ وقد أثبتنا عبارة الشيخ الأكبر من كتاب تلقيح الفهوم (خ ل ١٢٩ ب) لأنها أضبط من عبارة النص.

طيب إلى طاهر، إلى أن أوصله الله صلب عبدالله بن عبدالمطلب، ومنه إلى رحم أمي آمنه بنت وهب، ثم أخرجني إلى الدنيا فجعلني/ سيد المرسلين وخاتم النبيين ورحمة للعالمين /١٥أ وقائد الغر المحجلين وهكذا كان بدء خلق نبيك يا جابر[1]. ٥

---

(١) أورده الشيخ الأكبر محي الدين بن عربي في كتابة تلقيح الفهوم (خ ل١٢٨ أ) بنفس اللفظ، وأخرجه بمعناه الخركوشي في شرف المصطفي (٧٠٣/١) عن علي كرم الله وجهه، وذكره العجلوني في كشف الخفا (٣١١/١)، فقال: رواه عبدالرزاق بسنده عن جابر بن عبدالله، والقسطلاني في المواهب اللدنية (٧١/١)، كما وأخرجه عبدالملك بن زيادة الله الطبني في فوائدة عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه في جملة حديث طويل: ياعمر أتدري من أنا ؟ أنا الذي خلق الله عز وجل أول كل شيء نوري فسجد لله فبقي في سجوده سبعمائة عام ،فأول كل شيء سجد نوري ولا فخر ياعمر أتدري من أنا ، أنا الذي خلق الله العرش من نوري والكرسي من نوري واللوح والقلم من نوري والشمس والقمر من نوري، ونور الأبصار من نوري، والعقل الذي في [رؤوس] الخلائق من نوري، ونور المعرفة في قلوب المؤمنين من نوري ولا فخر، اهـ. ذكره المحدث السيد محمد جعفر الكتاني في كتابه العلم النبوي (ل خ١٣٣/٢).

وقد حل الإمام الحلواني في كتابه مواكب ربيع (٢٧-٣٣)، إشكالات معاني حديث جابر فقال مانصه: (وقد) روي الحديث بروايات شتى وفيه ككل إشكالات خمسة (الإشكال الأول) أن أولية النور المحمدي فيه يعارضها ما جاء بأسانيد متعددة أن الله تعالى لم يخلق شيئاً مما خلق قبل الماء وكذا خبر أول ما خلق الله روحي وخبر أول ما خلق الله القلم وخبر أول ما خلق الله اللوح وخبر أول ما خلق الله العقل وغير ذلك من أخبار الأولية ثم هي =

= متعارضة فكيف الجمع بينهما (وجوابه) أن النور الشريف هو أول مخلوق على الإطلاق كما دل عليه تفصيل الأحاديث المارة ولذا أطبقت عبارات العلماء عليه وأما أولية غيره فنسبية فأولية الماء بالنسبة لما عدا النور الشريف وعلى هذا ينزل خبر كل شيء خلق من الماء رواه أحمد وغيره وصحح فالمراد (من كل شيء) فيه ما عدا النور الشريف ولا ينافيه خلق الجان من نار السموم والملائكة من النور أو الهواء فقد ذكر الطبايعيون أن الماء بانحداره يصير بخارا والبخار ينقلب هواء والهواء ينقلب نارا فلا يستنكر خلق النار من الماء كيف وقد جمع الله بقدرته بين الماء والنار في الشجر الأخضر وأما أولية الروح الشريفة والقلم الأعلى واللوح المحفوظ فبالنسبة إلى ما بعدها من المخلوقات أو إلى جنسها من الأرواح أو الأقلام أو الألواح نعم لخبر أول ما خلق الله العقل أو لخبر أول ما خلق الله نوري إذ الحقيقة المحمدية يعبر عنها تارة بالعقل وتارة بالنور كما في يواقيت الشعراني بل ذكر غير واحد أن تلك الأسماء كلها أسماء للنور الشريف.

فاعتبار نوارنيته وأفاضته الأنوار يسمى نوراً وباعتبار أنه سبب نقوش العلوم وجريان الأمور وفق متابعته كأقلام الملوك يسمي قلماً وباعتبار مظهريته للعلوم يسمي لوحا وباعتبار وفور العقل فيه يسمي عقلا وباعتبار أنه سبب وجود الكائنات وحياتها الحسية والمعنوية يسمى روحا وماء.

(قلت) ولذا سُمي رحمة الله في آية (وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين) كما سمي ماء الغيث رحمة في آية (فانظر إلى آثار رحمة الله كيف يحيي الأرض بعد موتها) وأيضا فالنور والماء يتشابهان في نحو التموج كالانبساط حتى لقد وصف النور بوصفه في خبر أن الله تعالى خلق خلقه في ظلمة فرش عليهم من نوره ومن ثم فسر بعضهم النور المحمدي بالعماء في حديث أبي رزين قلت يارسول الله أين كان ربنا قبل أن يخلق خلقه؟ قال: كان في عماء ما فوقه هواء وما تحته هواء ثم خلق عرشه على الماء رواه الترمذي وغيره، قال: =

– لأن أصل العماء السحاب الممطر الرقيق أو الأبيض أو المرتفع والنور الشريف يشبه الممطر الرقيق من حيث إنه سبب الحياة مع بطونه في زمن الأولين وأكثر زمن المتأخرين ويشبه الأبيض من حيث وضوحه وإشراقه ويشبه المرتفع من حيث رفعته على المخلوقات بمعاليه الحسية والمعنوية .
ولما كان الهواء من لوازم العماء الذي هو السحاب ولا وجود له هنا لأنه قبل خلق الخلق نفاه بقوله ما فوقه هواء وما تحته هواء حتى يعلم أنه لا يشبهه من كل وجه هكذا قال، وعليه (ففي) بمعنى (مع) دالة على المصاحبة المنزهة عن نحو الاتصال مما لايليق به تعالى ثم أنه إنما أجابه بذلك مع أنه من وراء المسؤول عنه جريا على أسلوب الحكيم إرشاداً منه إلى أنه لا ينبغي التغلغل في مثل هذه المسألة لتنزهه تعالى عن الأين وإنما ينبغي أن يسأل به عن مخلوق سبق المخلوقات وجوداً وشهوداً.

(وقيل) تقدير السؤال أين كان عرش ربنا فحذف المضاف اتساعاً كما في (واسأل القرية) يدل على ذلك قوله في رواية (وكان عرشه على الماء) وأنه لما أجابه بذكر العماء سكت ولم يقل وأين كان قبل خلق العماء فدل على أنه إنما سأله عن مخلوق ولم يسأله عن الخالق فالعماء هو الماء كنى به عنه لأن السحاب محل الماء.

(وقيل) السؤال على ظاهره والأبنية مجازية والعماء هو مرتبة الأحدية وقيل غير ذلك وغالب العلماء أنه من المتشابه المفوض . هذا وأما ما في اليواقيت من أن أول مخلق على الإطلاق هو الهباء أخذاً بما في الفتوحات المؤيد بأثر القصري المار عن علي رضي الله عنه ففيه نظر واضح إذ أولية الهباء إنما كانت بعد وجود الماء فيما بين دحو الأرض ورفع السماء كما مرت الإشارة إليه فهي أوليه نسبية لا حقيقية كيف ونفس عبارة الفتوحات مصرحة بأنه صلى الله عليه أول موجود فانه قال أول ما خلق الله الهباء وأول ما ظهر فيه حقيقته صلى الله عليه وسلم قبل سائر الحقائق فإنه تعالى لما أراد بدء –

– ظهور العالم على حد ما سبق في علمه انفعل العالم عن تلك الإرادة المقدسة بضرب من تجليات التنزيه إلى الحقيقة الكلية فحدث ذلك الهباء وهو بمنزلة طرح البناء الجص ليفتتح فيه من الإشكال والصور ما شاء ثم أنه تجلى عليه بنوره والعالم كله فيه بالقوة فقبل منه كل شيء على حسب قربه من نور ذلك التجلي كقبول زوايا البيت نور السراج فعلى حسب قربه من ذلك النور يشتد ضوءه وقبوله ولم يكن أحد أقرب إليه من حقيقته صلى الله عليه وسلم فكان أقرب قبولا من جميع ما في ذلك الهباء فكان صلى الله عليه وسلم مبدأ ظهور العالم وأول موجود وكان أقرب الناس إليه في ذلك الهباء علي بن أبي طالب رضي الله عنه الجامع لأسرار الأنبياء أجمعين.

الإشكال الثاني: أن كون النور الشريف خلق قبل الأشياء يقتضي أنه خلق وحده فإن قلنا عرض كما هو شأن النور ورد أن العرض لايوجد إلا في محل وإن قلنا أنه جوهر كما اختاره بعض المحققين بدليل دورانه حيث شاء الله ورد أن الجوهر لابد له من فراغ سابق أو مقارن وعلى كل لا يعقل وجوده وحده حتى يكون أول مخلوق على الإطلاق على أن قوله ولم يكن في ذلك الوقت لوح يشعر بوجود الوقت معه فهذا أيضا ينافي ذلك (وجوابه) من وجهين أحدهما: أنه لا ضرر في وجوده وحده أيا كان لأنه من الخوارق فلا يقاس بشيء مما تدركه عقولنا كيف وقد قال صلى الله عليه وسلم (والذي بعثني بالحق نبيا لم يعرفني حقيقة غير ربي) وأما الوقت المذكور فتخييلي إذ الزمان حركة الفلك فيما قيل ولم يكن خلق ولا تحرك ويقرب من ذا الجواب ماقيل أنه كان من الجواهر المجردة عن أي مادة من العناصر الأربعة وعن لواحقها من نحو التحيز في المكان (قلت) وهذا إنما يأتي على أثبات المجردات قسماً ثالثا غير الجوهر والعرض وعليه الفلاسفة وجماعة أهل السنة كالغزالي والحليمي والراغب الأصفهاني وبعض الصوفية وقد ذكر الفلاسفة أن المجردات غير متحيزة ولا قائمة بتحيز وسموها أيضاً بالجواهر الروحانية وجعلوا منها –

- العقول والأرواح فهي عندهم قائمة بنفسها غير متحيزة بل متعلقة بالأبدان تعلق تدبير وتحريك غير داخلة فيها ولا خارجة عنها، وجمهور أهل السنة على عدم إثباتها ولم يلتفتوا على من ساعد الفلاسفة عليه، وممن صرح ببطلان القول بها العارف الشعراني (ثانيهما) أنه يحتمل أنه قارن وجود فراغ يتحيز فيه ولا ضرر فيه لأنه من تتمة إيجاده فلا ينافي أوليته مطلقا كما أشرنا إليه فيما مر من دورانه.

الإشكال الثالث: أن قوله من نوره إن كانت الإضافة فيه لامية أي من نور له تعالى ورَدَ إن كان قائما به تعالى اقتضى الجسمية إذ النور إنما يقوم بالأجسام مع ما يلزم من كون القديم مادة للحادث إن كان ذلك النور قديما أو قيام الحادث بالقديم إن كان حادثا وكل ذلك محال مع ما في الشق الثاني من لزوم سبق مخلوق على النور المحمدي وهو خلاف المنصوص وإن لم يكن قائما به فإن كان قديما، لزم مامر، من كونه مادة للحادث، أو حادثا، لزم مامر من سبق مخلوق، على النور الشريف، (وإن كانت بيانية) أي من نور هو ذاته تعالى على حد (الله نور السموات والأرض) لزم تجزء الذات الأقدس وكونه مادة للحادث وذلك محال (وجوابه) أن الإضافة لامية ولا نريد بالنور حينئذ ماتوهم من أنه العرض المذكور بل المراد به الظهور أخذاً من تفسيرهم اسمه تعالى النور بالظاهر المظهر للأشياء أي خلقه من ظهوره أي بلا واسطة بخلاف سائر المخلوقات فإنها خلقت بواسطة ظهور هذا النور الشريف (فمن) على هذا ابتدائية وهو المتبادر منها (وهذا) الجواب ذكره السيد عبدالرحمن العيدروس في شرح الصلاة الشجرية وهو أظهر من الجواب بأن الإضافة بيانية (ومن) إما ابتدائية أي من ذاته لا بمعنى أنها مادة خلق منها بل بمعنى تعلق القدرة به بلا واسطة شيء في وجوده وإما بمعنى الباء أي بذاته أي بلا واسطة كذلك فإنه وإن كان جوابا صحيحا. ففيه تكلف وبعد.

وأجاب بعضهم: بأن الإضافة لامية وأن المراد من نور خلق له قبل إضافته إليه تشريفا وإشعاراً بأنه شيء عظيم له مناسبة بحضرة الربوبية، قال: ولا يرد سبق مخلوق عليه لإمكان أن ذلك النور ماخلق إلا ليكون هو النور المحمدي فهو هو. إلا أنه لم يسم بذلك إلا عند توجه الإرادة لإبراز الخلق (فقوله) خلق نور نبيك من نوره ليس معناه أنه ابتدأ خلقه منه بل معناه أنه صوره بصورة غير الأولى وزاد قربه وسماه نور محمد هذا كلامه وفيه أن المتبادر من الخلق في الأحاديث كلها أنه إيجاد المعدوم لا تصوير الموجود وتقريبه وتسميته على أن اجتماع هذه الأمور معا إن لم يكن بتوقيف فسبيله السكوت عنه، بل لم يرد في أصل تصويره، أصل يعتمد عليه وإن ورد أن النور الشريف، أقيم في مقام القرب، اثني عشر ألف سنة، وأنه صلى الله عليه وسلم سُمي محمداً قبل خلق الخلق بألفي عام وأما سبق ذلك النور الذي زعم أنه صور وسمي نور محمد فكأنه استروح له بما يروى مرفوعاً قلت: يارب مما خلقتني قال يامحمد نظرت إلى صفاء بياض نوري الذي خلقته بقدرتي وأبدعته بحكمتي وأضفته تشريفا إلى عظمتي واستخرجت منه جزءا فقسمته إلى ثلاثة أقسام فخلقتك وأهل بيتك من القسم الأول وخلقت أزواجك وأصحابك من القسم الثاني وخلقت من أحبك من القسم الثالث فإذا كان يوم القيامة رددت النور إلى نوري وأدخلتك وأهل بيتك وأزواجك وأصحابك ومن أحبك جنتي برحمتي فأخبرهم غني بذلك (وأنت خبير) بأن قوله فخلقتك وأهل بيتك إلى آخر التقسيم ينافي جوابه عن سبق غير النور المحمدي لأن النور الأول انقسم إليه وإلى غيره فما هو هو فقط وبعد فلتؤول هذه الرواية إن ثبتت بما يردها إلى سائر الأحاديث لا العكس (وأما الجواب) بأن المراد بقوله من نوره من معنى قديم موجود أزلاً كوجود صفاته تعالى معبر عنه بنوره مجازا فيرده لزوم تعدد القدماء وكون القديم مادة للحادث مع ما فيه من إثبات مالم يرد.

الإشكال الرابع: إن سياق قوله في رواية عبدالرزاق فلما أراد الله أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول القلم، ومن الثاني اللوح، ومن الثالث العرش إلى قوله فخلق من الأول السموات، ومن الثاني الأرضين، يفيد أنه خلق القلم، قبل كل (شيء) ماعدا النور الشريف، وأنه خلق اللوح قبل العرش، وأنه خلق السموات، قبل الأرضيين مع أنه قد صحح جمعٌ أن أول ماخلق بعد النور الشريف الماء، وأن العرش خلق بعده، وأن القلم خلق بعد العرش، وأن اللوح خلق بعد القلم، وأن الأرض خلقت قبل السموات، كما مر (وجوابه) أن المراد والله أعلم بالأول، في قوله فخلق من الجزء الأول القلم، الأول في العد، لا الأسبق، في الوجود. فكأنه قال فخلق القلم من أحدها، كما قال في رواية البيهقي فخلق القلم من قسم، واللوح من قسم، وكذا يقال في الثاني، وما بعده ثم الواو في ذلك، لا تقتضي الترتيب، فلم يناف ذلك خلق الماء قبل القلم من قسم ما ولا خلق العرش ثم القلم قبل اللوح وبعد الماء ولا سبق الأرض، على السماء لكن قد عرفت أن السماء، من حيث مادتها وهو الدخان خلقت قبل الأرض فبالنظر إلى هذا لا يشكل الأخير (ومما) يدل لما صححه أولئك الجمع من ذلك الترتيب ما في صحيح البخاري مرفوعاً كان الله ولم يكن شيء غيره وكان عرشه على الماء فأشار بقوله وكان عرشه على الماء إلى أنهما كانا مبدأ العالم، لكن بعد النور الشريف، لما مر في حديث أبي رزين، مرفوعاً عند أحمد والترمذي وصححه أن الماء خلق قبل العرش، وعن ابن عباس: كان الماء على متن الريح، وهذا يشعر بخلق الريح أيضاً قبل العرش، وأصرح منه فيه ما روي عن ابن عباس عليه السلام: لما أراد الله أن يخلق الماء، خلق من النور ياقوته، غلظها كسبع سموات، وسبع أرضين، وما بينهما، ثم دعاها فذابت فرقا، بفتح الفاء والراء أي خوفا من هيبة خطابه فصارت ماء، فهو يرعد بضم العين وفتحها ويضطرب إلى يوم القيامة، مخافة خطابه تعالى، ثم خلق الريح فوضع الماء، على متن الريح، ثم خلق -

- العرش، فوضعه على الماء (وفي رواية) عن ابن عباس لما أراد الله أن يخلق الخلق، ولا خلقٌ. خلقَ نوراً وخلق من ذلك النور ظلمة وخلق من تلك الظلمة نوراً وخلق من ذلك النور ياقوتة خضراء، غلظها غلظ السبع السموات، والسبع الأرضين، وما بينهن ثم دعا تلك الياقوتة، فلما سمعت كلام الله عز وجل، ذابت الياقوتة فرقا حتى صارت ماء، فارتقى الماء من دهش تلك المهابة، والخوف، ثم خلق الريح، ثم وضع الماء على متن الريح، ثم خلق العرش، فوضع العرش على الماء، وخلق للعرش ألف لسان، لكل لسان ألف لون، من التسبيح والتحميد، وكتب في قباله إني أنا الله لا إله إلا أنا وحدي لاشريك لي، ومحمد عبدي ورسولي، فمن آمن برسلي، وصدق بوعدي، أدخلته جنتي، ثم خلق الكرسي بعد عرشه، بألفي عام من غير الجوهر الذي خلق منه العرش، والكرسي، في جوف العرش، كحلقة في وسط فلاة، والسموات والأرض، في جوف الكرسي، كحلقة ملقاة في وسط فلاة، ثم خلق القلم، من نور وجعل طوله من السماء إلى الأرض، فخر لله ساجداً، ثم خلق اللوح المحفوظ، فخر أيضاً ساجداً، ثم قال لهما ارفعا رؤوسكما، وخلق ثلاثمائة وستين سنا للقلم، يستمد كل سن من ثلاثمائة وستين بحراً من العلوم، واللوح من زمردة خضراء، له دفتان، من ياقوتة، فقال للقلم اكتب، فقال ماذا أكتب يارب؟ قال اكتب في اللوح فالقلم يكتب، والحق يملي ما هو كائن، إلى يوم القيامة، رواه إسحاق بن بشر عن مقاتل بن سليمان، عن الضحاك بن مزاحم عن ابن عباس، لكن إسحاق ضعيف، كمقاتل، والضحاك وأن وثق لم يلق ابن عباس، فطريقه عنه منقطعة والله أعلم.

الإشكال الخامس: أن الحقيقة المحمدية، ليست إلا قسما من الأقسام المذكورة في الحديث، وهي الجزء الرابع بعد تقسيماته والحقيقة الواحدة لا تنقسم، فإن كان الباقي منها فقد انقسمت، وإن كان غيرها فما معنى الانقسام (وجوابه) من وجهين.

(أحدهما) أن معناه أنه زيد على النور الشريف، حقيقة من الحقائق الهبائية، أو غيرها، للاستمداد بمدده، والاستضاءة بضيائه، فأخذت، فخلق منها كذا، ثم وثم، فهو انقسام صوري، وفي الحقيقة لا انقسام، وإنما هو استمداد، واستشراق، مع امتياز الحقائق، عن بعضها، فمثله كمثل المصباح، تصبح منه مصابيح كثيرة، وهو باق بحاله، وإليه يشير قول البوصيري.

أنت مصباح كل فضل فما

تصدر إلا عن ضوئك الأضواء

(ثانيهما) أن معناه وهو صوري، أيضاً: أنه كان يشرق، على الحقائق، بحسب مراتبها، في كثرة إشراقه، وقلته، فتستضيء به، فيظهر حينئذ، في مظهر الانقسام، لأنه كان إذا أشرق على حقيقته فاستنارت بنوره، ظهر كأنه نوران، مفيض، ومفاض فيتعدد في الظاهر، بعدما كان شيئا واحدا، وفي الحقيقة لا تعدد، بل هو نور أشرق، في قابل الاستنارة، فاستنار، وقد يشرق هذا القابل أيضا، على قوابل أخر، بحسب قوته، فتستنير به هكذا، فيتعدد الانقسام الصوري أيضا، بالوسائط كما يشير إليه قوله في رواية البيهقي: ثم تنفست = = أرواح الأنبياء، فخلق الله من أنفاسهم نور الأولياء، الخ فمثله كمثل نور الشمس، يشرق في الكواكب، فتشرق في الدنيا، على القول بأن الكل مستنير بنورها، وليس له من ذاته نور وإلى هذا يشير قول البوصيري.

فإنكَ شمس والملوكُ كواكبٌ

إذا ظَهرتَ لمْ يَبْدُ منهُنَّ كَوْكَبٌ

أو كمثل أشعة نور الشمس، تشرق على الماء، أو قوارير الزجاج، فيستنير ما يقابلها من نحو أشجار، وجدران، بحيث يقع فيه نور، كنور الشمس مشرق بإشراقه ولم ينفصل شيء من نور الشمس من محله وهذا قد ذكرني ما قبل.

تتراءى ومرآة السماء صقيلة

فأثر فيها وجهه صورة البدر

وقد عبر الغوث الدباغ رضي الله عنه، عن إشراق النور الشريف. في الحقائق بسقيه لها، قال: ولسنا نريد أنه ينقص منه شيء بهذا السقي. فإن الأسرار لا تزول عن محلها، بالأخذ منها، انتهى. وهو يميل إلى الجواب الأول، لكن نص سيدي عبدالله العياشي في رحلته أن الجواب الثاني هو التحقيق، وقال إنه الذي يعطيه الكشف.

(قلت) ويحتمل الجمع فكان تارة وتارة، فإن الغوث رضي الله عنه إنما أخبر عن كشف، إلا أن الثاني يؤيد ما في المواهب، أن الله تعالى لما خلق نوره صلى الله عليه وسلم، أمره أن ينظر إلى أنوار، الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، فلما نظر إليهم غشيهم، من نوره ما أنطقهم الله به فقالوا ياربنا من غشينا نوره، فقال تعالى هذا نور محمد بن عبدالله، إن آمنتم به جعلتكم أنبياء، قالوا آمنا به، وبنبوته فقال تعالى: أشهد عليكم، قالوا: نعم، فذلك قوله تعالى: وإذ أخذ الله = = ميثاق النبيين إلى قوله من الشاهدين، انتهى. وكأنه أراد بقوله لما خلق نوره صلى الله عليه وسلم، أنه لما أكمل خلقه بإضافة الكمالات عليه، كالنبوة لا خلق نفس النور، فلا يرد اقتضاؤه خلق أنوار الأنبياء قبله، لأن تعليق الحكم على شيء، يستدعي وجوده قبله، أو المراد أمره أن ينظر في المستقبل، إلى أنوار الأنبياء بعد أن يوجدوا (وقد) يؤيد الثاني، أيضا حديث إن الله تعالى خلق خلقه في ظلمة فالقى، وفي لفظ فرش عليهم من نوره، فمن أصابه من ذلك النور، يومئذ اهتدى ومن أخطأه ضل، رواه الترمذي وغيره وصححوه، إذ =

- لو قيل بأن الخلق فيه، هي الحقائق المارة، وأن ذلك النور الملقى هو المحمدي، لكان قريبا بدليل مامر، ولا يمنع منه قوله ومن أخطأه ضل. فإن الغرض أنه عم الحقائق، لإمكان أن يكون المعنى، فمن أصابه من ذلك النور، أي بعضه، وهو مدد الهداية اهتدى، ومن أخطأ ذلك المدد ضل (فمن) في قوله من ذلك النور، اسم بمعنى بعض معنوي، وعليها يعود ضمير أخطأ، المستتر فلفظها فاعل أصاب، وضميرها فاعل أخطأ، وحاصله: أنه حين رش عم الجميع، لتصلح به ذواتهم، أو موادهم، وأما مدد الهداية، فخص ولم يعم.

(وقيل) يحتمل أن يراد بالخلق في الحديث عالم الذر، يوم ألست بربكم، وبالنور المرشوش ألطاف الهداية، وأول الغيث قطر، ثم ينسكب. (وقيل): يحتمل أن يراد بالخلق الثقلان، وبالظلمة ظلمة النفس، الأمارة بالسوء، وبالنور مانصب من الشواهد، والحجج، وأنزل عليهم من الآيات، والنذر، وهذا بعيد جدا، لاسيما مع قوله: الحديث في: يومئذ وما قبله، أقل منه وما قلناه أولا هو الأقرب إن شاء الله تعالى وإن لم تر من أشار إليه. وفي كلام الغوث الدباغ رضي الله عنه، أن الأنبياء وسائر المؤمنين، من هذه الأمة، وغيرها، سقوا من النور الشريف، ثمان مرات.

الأولى: في عالم الأرواح، حين خلق نور الأرواح جملة فسقاه (قلت): ومن هنا قال صلى الله عليه وسلم: أنا أبو الأرواح، وأنا من نور الله، والمؤمنون فيض نوري، ثم هذا يؤيد ما قلناه أولا إذ جملة الأرواح شاملة لأرواح من ضل، قاله الغوث.

الثانية: حين جعل يصور الأرواح ويفصلها فعند تصوير كل روح سقاها.

الثالثة: يوم [ألست بربكم] فسقى كل من أجاب منهم، لكن منهم من سقي قليلا، ومنهم من سقي كثيرا، فتفاوتوا، حتى كان منهم أنبياء، وأولياء، وغيرهم وأما أرواح الكفار فإنها كرهت الشرب منه، فلما رأت سعادة الشاربين منه ندمت، واستسقت من الظلام، والعياذ بالله تعالى (قلت): وهذا يؤيد القول الثاني.

الرابعة: عند التصوير، في بطون الأمهات، لتلين المفاصل، وينفتح السمع، والبصر، ولولا ذلك ما حصل ذلك.

الخامسة: عند نفخ الروح، وإلا لما دخلت، ومع ذلك فلا تدخل إلا بإتعاب الملائكة، ولولا أمر الله لها ومعرفتها به، ما قدر ملك على إدخالها في الذات.

السادسة: عند الخروج من البطون، لإلهام الأكل من الفم ولولا ذلك لما حصل ذلك.

السابعة: عند التقام الثدي، أول رضعه (قلت): ولم يبين حكمته، ولعله ليعتاد الصبر، على طعام واحد، وهو اللبن إلى أوان تناول غيره من الأغذية.

الثامنة: عند التصوير يوم البعث، لتستمسك الذوات. قال: وفي هذه الخمسة، تشارك ذوات الكفار، ذوات المؤمنين أيضا، ولولا ذلك، لخرجت إليهم جهنم، في الدنيا، وأكلتهم أكلا، ولا تخرج إليهم في الآخرة، وتأكلهم حتى ينزع منهم ماصلحت به ذواتهم، من ذلك النور، وبالجملة فلم يفتهم، من الثمانية إلا الثالثة، وأما الأنبياء، وسائر المؤمنين، فقد اشتركوا في جميعها. لكن ما سقيه الأنبياء قدر لا يطيقه غيرهم، فكل سقي بقدر طاقته، وزاد مؤمنو هذه الأمة، على مؤمني غيرها، أنهم سقوا من النور الشريف، بعد دخوله في الذات الشريفة، وجمعه بين سرها، وسر الروح، وإنما نال غيرهم من سر الروح فقط فلذا كانت أمة وسطا كملأ عدولا وخير أمة أخرجت للناس.

(انتهى كلام الإمام شهاب الدين أحمد بن أحمد بن إسماعيل الحلواني الخليجي الشافعي المصري، عالم وشاعر، توفى يوم عرفة في بلدة رأس الخليج من أعمال الغربية بمصر، سنة ١٣٠٨هـ، من مؤلفاته: الإشارة الأصفية فيما لا يستحيل بالانعكاس في الصورة الرسمية في بعض محاسن الدمياطية، والبشرى بأخبار الإسراء والمعراج الاسرى، وشذا العطر في زكاة الفطر ومواكب الربيع، والعلم الأحمدي بالمولد المحمدي، والناغم في الصادح -

- والباغم، وغير ذلك. (معجم المؤلفين لعمر رضا (١٤٦/١)، وهدية العارفين (١٩٢/٥)، ملخصا فله دره).

قلت: أما أولية النبي صلى الله عليه وسلم فقد وردت أحاديث كثيرة منها ما أخرجه أبو طاهر المخلص في الفوائد (خ ل ٢٤٨/ب) بسند حسن، وابن أبي عاصم في الأوائل (٢٧)، والبيهقي في الدلائل (٤٨٣/٥)، عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لما خلق الله تعالى آدم عليه السلام خبره ببنيه فجعل يرى فضائل بعضهم على بعض فرأى نوراً ساطعاً في أسفلهم فقال: يارب، من هذا؟ فقال: ابنك أحمد هو أول وهو آخر وهو أول مشفع وما أخرجه ابن سعد في الطبقات (١٤٩/١)، والبخاري في التاريخ الكبير (٦٨/٦)، والصغير (١٣/١)، والطبراني في الكبير (٢٥٢/١٨)، والحاكم في المستدرك ٤١٨/٢٨ والبيهقي في الدلائل (٨٠/١)، وابن حبان في صحيحه (٦٣٧٠) عن العرباض بن سارية رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (إني عبدالله خاتم النبيين وإن آدم لمنجدل في طينته وسأخبركم عن ذلك: أنا دعوة أبي إبراهيم وبشارة أخي عيسى بي ورؤيا أمي التي رأت وكذلك أمهات المؤمنين يربن وإن أم رسول الله رأت حين وضعته نوراً أضاءت له قصور الشام.) وغيرها من الأحاديث والآثار التي ذكرتها في كتابي نور البدايات وختم النهايات فقد أثبتُ الأولية المطلقة لسيدنا محمد صلى الله عليه وسلم وذلك بالأدلة القرآنية الكريمة والسنة المطهرة وأقوال العلماء الأجلاء.

[كتاب الطهارة]

٢- باب في الوضوء

١٩- عبدالرزاق عن معمر عن سالم عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: ستأتي أمة رسول الله صلى الله عليه وسلم غرراً محجلين من تلوح أعقابهم من آثار الوضوء[1].

---

(١) إسناده منقطع، لأن معمراً لم يدرك سالم بن عبدالله، إلا أن الحديث صحيح وقد أخرجه البخاري (٦٣/١) في رواية أحمد بسند صحيح بلفظه إلا أن فيه بدل: غرراً هم الغر، وأحمد (١٣٧/١٤ برقم ٨٤١٣، ٤٥٤/١٦ برقم ١٠٧٧٨) والبيهقي في السنن الكبري (٥٧/١) وشعب الإيمان (١٦/٣) من طريق نعيم بن المجمر عن أبي هريرة قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول " إن أمتي يدعون يوم القيامة غراً محجلين من آثار الوضوء، فمن استطاع أن يطيل غرته فليفعل". أخرجه مسلم (٢١٦/١) وأبو يعلى (٢٩٥/١١) وأبو عوانه (٢٠٥/١) والطبراني في مسند الشاميين (٤٣٤/١) والبيهقي في السنن الكبرى(٧٧/١) والديلمي في الفردوس (٣٩٣/١) من نفس الطريق ولكن بلفظ آخر: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أنتم الغر المحجلون يوم القيامة من إسباغ الوضوء. فمن استطاع منكم فليطيل غرته وتحجيله " وأخرجه مسلم (٢١٧/١) وأبو عوانه (٢٤٣/١) وابن أبي شيبه (٦/١) والبيهقي في شعب الإيمان (١٨/٣) والمنذري في الترغيب والترهيب (٢٩/٤) من طريق أبي حازم عن أبي هريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " تردون علي غرا محجلين من آثار الوضوء".... وأخرجه مسلم (٢١٧/١- ٢١٨)، ومالك (٢٩/١) والنسائي في الكبرى (٩٥/١) وفي المجتبى (٩٤/١) وابن ماجه (١٤٤٠/٢) وابن خزيمه (٦/١) وابن حبان -

٣- باب في التسمية في الوضوء

٢٠- عبدالرزاق عن معمر[١] عن الزهري[٢] عن أبي سعيد الخدري[٣]

= (٣٢١/٣) والبيهقي في الكبرى (٧٨/٤). وفي شعب الإيمان (١٧/٣) والمنذري في الترغيب والترهيب (٩١/١) من طريق العلاء بن عبدالرحمن عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى المقبرة فقال (السلام عليكم دار قوم مؤمنين... إلى أن قال: فإنهم يأتون غراً محجلين من الوضوء وأنا فرطهم على الحوض...) وأخرجه مسلم (٢١٧/١) وابن ماجه (١٤٣٨/٢) عن حذيفة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إن حوضي لأبعد من ايله من عدن إلى أن قال: تردون علي غراً محجلين من آثار الوضوء، ليست لأحد غيركم).

١) تقدم ترجمته برقم (١).

٢) تقدم ترجمته برقم (٢).

٣) هو روبيح بن عبدالرحمن بن أبي سعيد الخدري المدني، روى عن أبيه، عن جده قال عنه ابن حجر في التقريب: مقبول، وقال أبو زرعة: شيخ، وقال ابن عدي: أرجو أنه لا بأس به، وذكره ابن حبان في الثقات. قال أحمد بن حفص السعدي: سئل أحمد عن التسمية في الوضوء فقال: لا أعلم فيه حديثاً يثبت، أقوي شيء فيه حديث كثير بن زيد عن روبيح، وربيح ليس بمعروف، انظر التقريب (١٨٨١)، تهذيب التهذيب (٥٨٩/١)، تهذيب الكمال (٥٩/٩)، الثقات لابن حبان (٣٠٩/٦).

عن أبيه[١] عن جده[٢] أبي سعيد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه[٣].

(١) هو عبدالرحمن بن سعد بن مالك بن سنان الأنصاري، أبو حفص ،ويقال أبو محمد ابن أبي سعيد الخدري المدني، ثقة، والد روبيح وسعيد، روي عن أبيه أبي سعيد، وأبي حميد الساعدي وغيرهم، مات سنة اثنتي عشرة ومائة، وله سبع وسبعون، انظر التقريب (٣٨٧٤)، تهذيب التهذيب ٥١٠/٢، تهذيب الكمال ١٣٤/١٧).

(٢) هو سعد بن مالك بن سنان بن عبيد الأنصاري الخزرجي، أبو سعيد الخدري، مشهور بكنيته غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اثنتي عشرة غزوة وكان ممن حفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم سنناً كثيرة وروى عنه علماً جماً توفي سنة أربع وسبعين (أنظر الإصابة ٢٤٦/٤) والاستيعاب (٦٠٢/٢).

(٣) الحديث حسن من هذا الطريق، وله طريق آخر أخرجه الحاكم في المستدرك (٢٤٦/١) برقم (٥٢٠) دار الكتب العلمية ورد بلفظ لا صلاة، وأبو داود برقم (١٠١)، والترمذي في العلل الكبير (١١١/١)، والطبراني في الأوسط برقم (٨٠٧٦)، وابن ماجه (١٣٩/١)، وابن أبي شيبة (٣/١)، وأحمد (٢٤٣/١٥ برقم ٩٤١٨)، وأبو يعلى (٣٢٤/٢- ٤٢٤/٢)، والدارقطني (٧٩/١) والدارمي (١٧٦/١) باب التسمية في الوضوء، وعبد بن حميد (٢٨٥/١)، والبيهقي في الكبرى (٤٣/١) عن كثير بن زيد عن روبيح بن عبدالرحمن بن أبي سعيد الخدري عن أبيه عن جده.

٢١- عبدالرزاق عن ابن جريج أخبره رجل عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا صلاة لمن لا وضوء له، ولا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه[1].

---

(١) حسن لغيره بالمتابعات والشواهد كما ستعرف، لأن فيه رجلاً مبهماً، بمتابعة الروايات كلها تبين أن الرجل هو يعقوب ابن سلمة الليثي كما أخرجه الحاكم في المستدرك (١٤٦/١) وقال: صحيح الإسناد، وقد احتج مسلم بيعقوب بن أبي سلمة الماجشون واسم أبي سلمة دينار ولم يخرجاه وله شاهد وتعقبه الذهبي بقوله ((صوابه حدثنا يعقوب بن سلمة الليثي عن أبيه عن أبي هريرة... وإسناده فيه لين. قال ابن حجر في تهذيب التهذيب (٨٠/٢): والحاكم في المستدرك لما أخرج هذا الحديث زعم أن يعقوب هذا ابن الماجشون، وسببه أن في روايته عن يعقوب بن أبي سلمة الماجشون وهو خطأ وسلمة هذا لا يعرف إلا في هذا الخبر. وبما أخرجه أبو داود (٢٥/١) وابن ماجه (٤٠/١) أبو يعلي (٢٩٣/١١)واحمد (٤١٨/٢) والطبراني في الأوسط(٩٦/٨).أما يعقوب بن أبي سلمة الليثي قال عنه ابن حجر في التقريب (٧٨/٨):مجهول الحال ،وفي تهذيب التهذيب (٤٤٢/٤): وروى عن أبيه، عن أبي هريرة وعنه محمد بن موسي الفطري وأبو عقيل يحيى بن المتوكل ،قال البخاري: لا يعرف له سماع من أبيه ولا أبيه من أبي هريرة وقال الذهبي في الميزان (٤٥٢/٤): شيخ ليس بعمدة، وفي المغني (٧٥٨/٢): ليس بمقنع. قال الترمذي في العلل الكبير (١١١/١): سألت محمداً (يعني البخاري)عن هذا الحديث فقال: محمد ابن موسى المخزومي لا بأس به مقارن الحديث، ويعقوب بن سلمة: مدني لا يعرف له سماع من أبيه ولا يعرف لأبيه من أبي هريرة، قال الترمذي: سمعت إسحاق بن المنصور يقول: سمعت أحمد بن حنبل -

٤- باب إذا فرغ من الوضوء

٢٢- عبدالرزاق، عن مالك، عن يحيى بن أبي زائدة، عن أبي سعيد، الخدري قال: من قال إذا فرغ من وضوئه: سبحانك اللهم وبحمدك، أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك/ وأتوب إليك، /د ختمت بخاتم ثم رفعت تحت العرش فلم (تكسر) إلى يوم القيامة[1].

- يقول: لا أعلم في هذا الباب حديثاً له إسناد جيد وفي الباب عن رباح بن عبدالرحمن بن حويطب عن جدته عن أبيها أخرجه الترمذي (٣٨/١)، وأحمد (٣٨١/٥) وأبو يعلى في المعجم (٢١٢/١) وابن أبي شيبة (١٢/١) والدار قطني (٧٢/١) والبيهقي في الكبرى (٤٣/١) وملخص ذلك كله ما قاله الحافظ ابن حجر في النتائج (٢٣٧/١) عن ابن الصلاح أنه قال: ثبت بمجموعها ما يثبت به الحديث الحسن والله أعلم وفي تلخيص الحبير (٧٥/١): والظاهر إن مجموع الأحاديث منها قوة تدل على أن له أصلاً.

(١) في المخطوط تكتر والصواب ما أثبتناه فقد روى الحديث عبدالرزاق (١٨٦/١) باب وضوء المقطوع وذكر فيه تكسر كما أثبتناه كما وأخرجه عبدالرزاق في باب إذا فرغ من الوضوء كما هو في نسخته ونسخة دار الكتب العلمية (١٤٥/١٠-١٤٦)، وكذلك في مصنف ابن أبي شيبه (٣/١) بسنده عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه بلفظه.

٢٣- عبدالرزاق عن معمر[١] عن قتادة[٢] عن سالم بن أبي الجعد[٣] قال: كان علي إذا فرغ من وضوئه قال: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله رب أجعلني من التوابين وأجعلني من المتطهرين[٤].

٢٤- عبدالرزاق عن ابن جريج عن الزهري[٥] أنه سمع عقبة بن عامر[٦] يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

---

(١) تقدم ترجمته برقم (١).

(٢) هو قتادة بن دعامة بن قتادة السدوسي. أبو الخطاب البصري روى عن أنس بن مالك وأبي سعيد الخدري وابن المسيب وعكرمة وسالم بن أبي الجعد وغيرهم. وهو ثقة. توفي سنة سبع عشرة ومائة بواسط، تقريب التهذيب (٥٥١٨)، تهذيب التهذيب (٤٢٨/٣)، تهذيب الكمال (٤٩٨/٢٣).

(٣) هو سالم بن أبي الجعد الغطفاني الأشجعي روى عن علي بن أبي طالب وابن عمر وأبو هريرة وجابر وغيرهم، وهو ثقة وكان يرسل كثيراً توفي سنة سبع أو ثمانين وتسعين، التقريب (١٢٧٠)، وتهذيب التهذيب (٦٧٤/١)، تهذيب الكمال (١٣٠/١٠).

(٤) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفة (٣/١)، (٤٥٠/١٠)، كما وأخرجه الحاكم في المستدرك (٧٥٣/١) من طريق سفيان بنحوه ورواه من طريق شعبه عن أبي هاشم عن قيس بن عباد عن أبي سعيد مرفوعاً وقال عنه هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجه.

(٥) تقدم ترجمة ابن جريج برقم (٢)، والزهري برقم (١).

(٦) لم يثبت في كتب الجرح والتعديل التي بين أيدينا سماع للزهري من عقبة بن عامر، حيث إن الزهري ولد سنة خمسين، وتوفي عقبة في أخر خلافه =

من توضأ فأتم وضوءه ثم رفع رأسه إلى السماء فقال: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله فتحت له ثمانية أبواب الجنة يدخل من أيها شاء[١].

٥- باب في كيفية الوضوء

٢٥- عبدالرزاق عن معمر عن أبي الجعد[٢] عن مسلم بن

= معاوية سنة ستين، فيكون الزهري حين توفي عقبة عمره عشر سنوات، فيحتمل أنه قد سمع من عقبة وهو في هذا السن، لأن سن السماع كما حدده علماء هذا الفن خمس سنوات كما نقله ابن الصلاح في مقدمته في إثبات السماع للزهري من عقبة، فيكون الإسناد على هذا الاعتبار صحيحاً وإلا فهو منقطع انظر المقدمة (١٦٤).

(١) أخرجه مسلم (٢١٠/١) وابن أبي شيبة (٤/١، ٤٥٢/١٠) من طريق أبي عثمان بن نفير عن جبير أبي عثمان بن مالك الحضرمي جزء (١٦٢) حديث رقم ١٨٠، وأبو يعلى ورواه البزار بإسناد صحيح وزاد فيه: فإذا مسح رأسه كان كذلك.

(٢) أبي الجعد ولعله: الجعد بن دينار أبو عثمان الصيرفي اليشكري رواه عنه معمر بن راشد، انظر تهذيب الكمال (٥٦٠/٤)، روى عن أنس ابن مالك والحسن البصري وقد عاصر مسلم بن يسار فيحتم إن قد روى عنه، والله أعلم.

يسار[1] عن حمران[2] قال: دعا عثمان بماء فتوضأ ثم ضحك فقال: ألا تسألوني مما أضحك: قالوا يا أمير المؤمنين: ما أضحكك قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ كما توضأت فمضمض واستنشق وغسل وجهه ثلاثاً/ ويديه ثلاثاً / ومسح برأسه وظهر قدميه[3].

---

(١) مسلم بن يسار البقري ويقال المكي أبو عبدالله روى عن حمران ثقة، انظر تهذيب الكمال (٢٧/٥٥).

(٢) حمران بن أبان روا عنه مسلم بن يسار المكي بفتح أوله مولى عثمان بن عفان رضي الله عنه ثقة من الثانية توفي سنة خمس وسبعين، انظر تهذيب الكمال (٢٩/٥٥)، التقريب (٢١٦).

(٣) أخرجه أحمد(٤٧٧/١) برقم (٤١٨)، وابن أبي شيبة (٨/١)، والبزار(٧٤/٢)، ورواه الهيثمي في مجمع الزوائد (٢٢٩/١) ثم قال عقبه رواه البزار ورجاله رجال الصحيح وهو في الصحيح باختصار، والمنذري في الترغيب والترهيب (١٥١/١-١٥٢) وقال: رواه أحمد بإسناد جيد وأبو يعلى ورواه البزار بإسناد صحيح وزاد: فإذا طهر قدميه كان كذلك (٢٢٠/٤).

٢٦- عبدالرزاق عن الزهري عن يحيى[1] عن أبيه[2] عن عبدالله ابن زيد[3]: أن النبي صلى الله عليه وسلم توضأ فغسل وجهه ثلاثاً ويديه مرتين ومسح برأسه ورجليه مرتين[4].

---

(١) هو يحيى بن عمارة بن أبي حسن الأنصاري المازني المدني، والد عمرو بن يحيى بن عمارة، ثقة من الثالثة، روى عنه الزهري وابنه عمرو بن يحيى وغيرهم، انظر التقريب (٧٦١٢)، تهذيب التهذيب (٣٧٩/٤)، تهذيب الكمال (٤٧٤/٣١).

(٢) هو عمارة بن أبي حسن الأنصاري المازني والد يحيى بن عمارة وجد عمرو بن يحيى، ثقة، يقال: له رؤية، ووهم من عده صحابياً فإن الصحبة لأبيه انظر التقريب (٤٨٤٢)، تهذيب الكمال (٢٣٧/٢١)، الاستيعاب (١١٤١/٣).

(٣) هو عبدالله بن زيد بن عاصم بن كعب المازني الأنصاري، أبو محمد يعرف بابن أم عمارة، صحابي شهير أحداً، وروى عن النبي صلى الله عليه وسلم حديث الوضوء وعدة أحاديث، ويقال أنه هو الذي قتل مسيلمة الكذاب استشهد يوم الحرة سنة ثلاث وستين، الإصابة (٩١/٦)، الاستيعاب (٩١٣/٣)، معرفة الصحابة لأبي نعيم (١٦٥٥/٣).

(٤) أخرجه البخاري (٨٤/١) في باب الوضوء من التور، وأبو داود (١٩٥/١)وابن ماجه (١٤٩/١)، والنسائي في المجتبى (٧٢/١)، وفي الكبرى (٨١/١)، (١٠٢/١)، والترمذي (٦٦/١)، وأحمد (٦١٣/٣٦) برقم (٢٢٢٨٢)، وابن حبان في صحيحه (٣٧٣/٣)، وابن خزيمة (٨٠/١-٨٨)، وأبو عوانة (٢٠٩/١)، والدارمي (١٧٧/١)، وابن أبي شيبه في مصنفه (٨/١)، والحميدي في مسنده (٢٠٢/١)، والشافعي في المسند (٣١/١) من طريق عمرو بن يحيى عن أبيه عن عبدالله بن زيد.

٦- باب في غسل اللحية في الوضوء

٢٧- عبدالرزاق عن ابن جريج عن طاوس[1] عن ابن أبي ليلى[2] قال: إن استطعت أن تبلغ بالماء أصول اللحية فافعل[3].

٢٨- عبدالرزاق قال: أخبرني الزهري عن سفيان بن شبرمة عن سعيد بن جبير[4] قال: مابال الرجل غسل لحيته قبل أن تنبت فإذا نبتت[5] له يغسلها[6].

---

(١) طاوس بن كيسان اليماني أبو عبدالرحمن الحميري مولاهم ثقة فقيه فاضل، انظر التقريب (٣٣٦).

(٢) هو عبدالرحمن بن أبي ليلى، واسمه يسار، ويقال: بلال، ويقال: داود بن بلال بن احيحة الأنصاري الأوسي، أبو عيسى الكوفي ولد لست بقين من خلافة عمر بن الخطاب رضي الله عنه، ثقة من الثانية، مات بوقعة الجماجم سنة ثلاث وثمانين قيل إنه غرق، انظر التقريب (٣٩٩٣)، تهذيب التهذيب (٢/٥٤٨)، تهذيب الكمال (١٧/٣٧٢).

(٣) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١/١٤) من طريق مسلم بن أبي فروة عن عبدالرحمن بن أبي ليلى.

(٤) وهو سعيد بن هشام الأسدي الكوفي روي عنه سماك بن حرب والأعمش والزهري وغيرهم، قتل بين يدي الحجاج سنة خمس وتسعين، وهو ثقة ثبت فقيه، التقريب (٢٢٧٨)، تهذيب التهذيب (٢/٩)، تهذيب الكمال (١٠/٣٨٥).

(٥) سقط من المخطوطة (لم) فتكون العبارة الصحيحة لم يغسلها.

(٦) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١/١٥) وذكره ابن عبدالبر في التمهيد (٢٠/١٢٠) والقرطبي في تفسيره (٦/٨٣).

٧- باب في تخليل اللحية في الوضوء

٢٩- عبدالرزاق عن معمر عن الزهري[1] عن سعيد بن جبير[2] أنه توضأ وخلل لحيته[3].

٣٠- عبدالرزاق عن معمر عن الزهري عن ابن عيينة عن يزيد الرقاشي[4] عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا توضأ يخلل لحيته[5].

---

(١) انظر ترجمة معمر والزهري برقم (١).

(٢) وهو سعيد بن هشام الأسدي الكوفي [تقدم].

(٣) إسناده صحيح، وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١/١٣) من طريق أبي إسحاق عن سعيد ابن جبير.

(٤) هو يزيد بن أبان الرقاشي: أبو عمرو البصري القاص زاهد ضعيف من الخامسة مات قبل العشرين ومائة، انظر التقريب (٧٦٨٣)، وتهذيب التهذيب (٤/٤٠٣)، وتهذيب الكمال (٣٢/٦٤).

(٥) أخرجه أبو داود (١/٢١٥) والبيهقي في السنن الكبري (١/٥٤) من طريق الوليد بن زوران عن أنس، وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١/١٣) من طريق موسي بن أبي عائشة عن يزيد الرقاشي عن أنس، وفي الباب عن عمار بن ياسر أخرجه الترمذي (١/٤٤)، وابن ماجه (١/١٤٨)، وعثمان بن عفان أخرجه الترمذي (١/٤٦) وقال: هذا حديث حسن صحيح، وابن ماجه (١/١٤٨) وعن عائشة أخرجه أحمد (٤٣/١١٩)، والحاكم في المستدرك (١/٢٥٠).

٣١- عبدالرزاق عن معمر عن الزهري قال حدثني أبو غالب[1] قال: قلت لأبي أمامة أخبرنا عن وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم فتوضأ ثلاثاً وخلل لحيته وقال: هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل[2].

٣٢- عبدالرزاق عن ابن جريج عن ابن عمر أنه كان إذا توضأ خلل لحيته[3].

---

(١) هو أبو غالب البصري: ويقال: الأصبهاني صاحب أبي أمامة، اختلف في اسمه، فقيل: حَزَوَّر، وقيل: سعيد بن الحَزَوَّر، وقيل: نافع، صدوق يخطئ من الخامسة، قال ابن حجر في التهذيب نقلاً عن ابن حبان: أنه لا يجوز الاحتجاج به إلا وافق الثقات، انظر التقريب (٨٢٩٨)، وتهذيب التهذيب (٥٧٠/٤)، وتهذيب الكمال (١٧٠/٣٤).

(٢) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٣/١) من طريق عمر بن سليم الباهلي عن أبي غالب بنحوه.

(٣) أخرجه الطبراني في الأوسط (٩٤/٢) وابن أبي شيبة في مصنفه (١٣/١) عن أمامه عن نافع، والطبراني في تفسيره (١١٩/٦) من طريق نافع عن ابن عمر وأورده الهيثمي في مجمع الزوائد (٢٣٥/١) وقال: رواه الطبراني في الأوسط وفيه أحمد بن محمد أبي بزة ولم أرى من ترجمه، قلت بل ترجم له الذهبي في الميزان (١٤٤/١) برقم (٥٦٤)، هو أحمد بن محمد بن عبدالله أبو الحسن البزّي المكي المغربي، امام في القرآءت ثبتٌ فيها قال العقيلي: منكر الحديث وقال أبو حاتم: ضعيف الحديث لا أحدث عنه.

٨- باب في مسح الرأس في الوضوء

٣٣- عبدالرزاق عن معمر عن الزهري عن حمران عن عثمان أن النبي صلى الله عليه وسلم مسح مرة[1].

٣٤- عبدالرزاق، عن مالك، عن يحيى بن أبي زائدة، عن علي رضي الله عنه، أن النبي صلى الله عليه وسلم، كان يتوضأ ثلاثاً ثلاثاً، إلا المسح مرة[2].

٣٥- وبهذا الإسناد عن ابن عمر أنه كان يمسح مقدم رأسه مرة واحدة[3].

---

(١) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٥/١).

(٢) أخرجه الترمذي (٦٣/١) برقم (٤٤)، وقال: حديث علي أحسن شيء في هذا الباب وأصح (٤٤)، (٦٣/١-٦٤)، وأحمد (٣٠٠/٢) والبزار (٣٠٩/٢) وأبو يعلى (٢٤٤/١) وابن أبي شيبة (٨/١) من طريق أبي إسحاق عن أبي حية قال: رأيت علياً... الحديث.

(٣) أخرجه ابن أبي شيبة (١٥/١) من طريق أيوب عن نافع عن ابن عمر وأخرجه عبدالرزاق في المصنف (٤/١) في باب المسح من طريق عبد ربه بنحوه.

٩- باب في كيفية المسح

٣٦- عبدالرزاق، عن معمر عن ليث[1] عن طلحة[2] عن أبيه[3] عن جده[4] قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم

---

(١) هو ليث بن أبي سُليم بن زُنيم القرشي مولى عتبة بن أبي سفيان ويقال: مولى عنبسة بن أبي سفيان ويقال: مولى معاوية بن أبي سفيان، قال ابن حجر في التقريب: صدوق اختلط جداً ولم يتميز حديثة فترك، من السادسة. وقال الترمذي في سننه قال محمد بن إسماعيل: ليث بن أبي سليم صدوق وربما يهم في الشيء، قال محمد بن إسماعيل وقال أحمد بن حنبل: ليث لا يفرح بحديثه كان ليث يرفع أشيئا لا يرفعها غيره فلذلك ضعفوه، اهـ. قال المزي في تهذيب الكمال: أستشهد به البخاري في الصحيح وروى له في كتاب رفع اليدين في الصلاة وغيره، وروى له مسلم مقروناً بأبي إسحاق الشيباني وروى له الباقون. مات سنة ثلاث وأربعين ومائه. انظر ترجمته في: التقريب لابن حجر رقم (٥٦٨٥)، وتهذيب التهذيب (٣/٤٨٤)، والميزان للذهبي (٣/٤٢٠)، وتهذيب الكمال للمزي (٢٤/٢٨٨).

(٢) هو طلحة بن مصرف بن عمرو بن كعب اليامي الهمداني أبو محمد ويقال: أبو عبدالله الكوفي ثقة قارئ فاضل من الخامسة، مات سنة اثنتي عشرة ومائه. انظر ترجمته في: التقريب (٣٠٣٤)، وتهذيب التهذيب (٢/٢٤٣)، وتهذيب الكمال (١٣/٤٣٣).

(٣) هو مصرف بن عمرو بن كعب، ويقال مصرف بن كعب بن عمرو اليامي الكوفي روى عنه طلحة بن مصرف، مجهول من الرابعة، انظر التقريب (٦٦٨٥)، وتهذيب التهذيب (٤/٨٣)، وتهذيب الكمال (٢٨/١٧).

(٤) كعب بن عمرو بن حجر اليامي، ويقال: عمرو بن كعب بن حجر، جد طلحة ابن مصرف صحابي، روى ليث بن أبي سليم عن طلحة بن مصرف عن =

توضأ، فمسح رأسه، هكذا، وأمر حفص، بيديه على رأسه، حتى مسح قفاه[1].

٣٧- عبدالرزاق، عن ابن جريج، عن الربيع[2]، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتينا فيكثر، قالت فوضعنا له الميضأة، فأتانا فتوضأ، ومسح رأسه، بدأ بمؤخره، ثم رد يديه على ناصيته[3].

= أبيه عن جدة في الوضوء، قاله عبدالوارث عنه. قال ابن حجر في التهذيب في الحديث المذكور أنه قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ. فإن كان هو جد طلحة بن مصرف فقد رجح جماعة أنه كعب بن عمرو وجزم ابن القطان بأنه عمرو بن كعب، وإن كان طلحة المذكور ليس هو ابن مصرف فهو مجهول وأبوه مجهول وجده لا يثبت له صحبة، لأنه لا يعرف إلا في هذا الحديث وقد سبق بعض الكلام عليه في ترجمة طلحة، التقريب (٥٦٤٥)، تهذيب التهذيب (٣/٤٧٠)، وتهذيب الكمال (٢٤/١٨٤).

(١) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١/١٦) بسنده من طريق طلحة عن أبيه عن جده.

(٢) هي الربيع بنت معوذ بن عفراء الأنصارية، صحبت النبي صلى الله عليه وسلم وغزت معه فكانت تداوي الجرحى، وبايعت الرسول صلى الله عليه وسلم تحت الشجرة وروت عنه إحدى وعشرين حديثاً، توفيت خمس وأربعين انظر الإصابة (١٢/٢٥١)، الاستيعاب (٤/١٨٣٧).

(٣) أخرجه أحمد (٤٤/٥٦٨)، والطبراني في الكبير (٢٤/٢٦٩) وابن أبي شيبة في المصنف.

١٠- باب في مسح الأذنين

٣٨- عبدالرزاق، عن معمر، عن الزهري، قال: رأيت أنسا، توضأ/ فجعل يمسح ظاهر أذنيه وباطنهما، فنظرت إليه، فقال إن ابن مسعود كان يأمر بذلك[1]. /١٧أ

٣٩- عبدالرزاق، عن ابن جريج، قال: أخبرني، عطاء، عن نافع، عن ابن عمر، أنه كان إذا توضأ أدخل الأصبعين، اللتين تليان الإبهامين، في أذنيه، فمسح باطنهما، وخالف بالإبهامين إلى ظهرهما[2].

٤٠- عبدالرزاق عن الزهري عن جندب عن الأسود بن يزيد[3] أن ابن عمر توضأ فأدخل أصبعيه في باطن أذنيه وظاهرهما فمسحهما.

---

(١) إسناده صحيح، والحديث أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٨/١).

(٢) أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف (١٨/١)، ورواه ابن المنذر في الأوسط (٤٠٤/١) وزاد فيه: قال أبو بكر: هكذا ينبغي أن يفعل من مسح أذنيه.

(٣) هذا الإسناد فيه انقطاع بين عبدالرزاق والزهري، والأسود بن يزيد بن قيس النخعي هو أبو عمرو أو أبو عبدالرحمن مخضرم، ثقة مكثر فقيه من الثانية مات سنة أربع أو خمس وسبعين، انظر تهذيب الكمال (٢٣٣/٣)، والتقريب (١٤٠)، وهذا الأثر أخرجه مالك في الموطأ (رقم ٣٧) عن نافع أن عبدالله بن عمر كان يأخذ الماء بأصبعيه لأذنيه، ومن طريق مالك أخرجه البيهقي في السنن الكبرى (٦٥/١) وراجع نصب الراية (٢٢/١).

الفهرس

فهرس الموضوعات

فهرس الأحاديث

١٤	٣٩	أنه كان إذا توضأ أدخل الاصبعين	٩٤
١٥	١٠	اللهم صلى على محمد وعلى آله بحرا أنوارك	٥٩
١٦	٢٥	دعا عثمان بماء فتوضأ ثم ضحك	٨٥
١٧	٨	رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في حله حمراء	٥٨
١٨	١٧	رأيت النبي صلى الله عليه وسلم بعيني هاتين	٦٢
١٩	٣٨	رأيت أنس توضأ فجعل يمسح ظاهر	٩٤
٢٠	١٨	سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أول شيء هو نور نبيك يا جابر	٦٣
٢١	٣٦	رأيت رسول الله توضأ فمسح	٩٢
٢٢	١٩	ستأتي أمه رسول الله صلى الله عليه وسلم غرراً	٧٩
٢٣	١٣	علمني أبو قلابة أن أقول بعد كل صلاة	٦٠
٢٤	١٦	علمني سعيد بن أبي سعيد أن أقول	٦٢
٢٥	١٥	علمني شيخي أن أقول ليل نهار	٦١
٢٦	١٤	قال لي زياد لا تنسى أن تقول... اللهم صلّ	٦١
٢٧	٥	كان وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم كدارة القمر	٥٧
٢٨	٧	كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن الناس وجهاً	٥٨

٢٩	٩	كان أحلى الناس وأجمله من بعيد	٥٨
٣٠	٣٧	كان رسول الله يأتينا فيكثر	٩٣
٣١	٢٣	كان علي إذا فرغ من وضوئه قال	٨٤
٣٢	٢٠	لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه	٨٠
٣٣	٢١	لا صلاة لمن لا وضوء له	٨٢
٣٤	٤	لم يكن لرسول الله صلى الله عليه وسلم ظل	٥٦
٣٥	٣	ما رأيت أحسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم	٥٦
٣٦	٦	ما رأيت أحداً في حله حمراء مرجلاً	٥٨
٣٧	٢	ما رأيت شيئا قط أحسن من رسول الله	٥٥
٣٨	٢٢	من قال: إذا فرغ من وضوئه سبحانك	٨٣
٣٩	١١	من يكثر من قول اللهم صل على من تفتقت	٥٩
٤٠	٢٨	ما بال الرجل غسل لحيته قبل أن تنبت	٨٨

فهرس التراجم

م	فهرس التراجم	الدرجة العلمية	رقم الحديث
١	أبو بكر الصديق رضي الله	صحابي	٥
٢	عنه		
٣	أبو هريرة رضي الله عنه	صحابي	٣، ١٩، ٢٠
٤	أبو قلابة (عبدالله بن يزيد)	ثقة	٨، ١٣
٥	أبو سعيد الخدري	صحابي	٢٠، ٢٢.
٦	ابن جريج	حافظ ثقة	٢، ٤، ٦، ٧، ١٠، ١٤، ١٦، ٢١، ٢٤، ٢٧، ٣٢، ٣٧، ٣٩
٧	ابن عون (عبدالله بن عون)	ثقة	١٥
٨	ابن التيمي (معمر بن سليمان)	تابعي ثقة	١١
٩	ابن المنكدر (محمد بن المنكدر)	ثقة	١٨
١٠	ابن عيينة	ثقة	١٢، ٣٠
١١	أيوب	ثقة	٨
١٢	الزهري	ثقة	١، ١٧، ٢٠، ٢٤، ٢٦، ٢٨، ٢٩، ٣٠، ٣١، ٣٣، ٣٤، ٣٨، ٤٠
١٣	السائب بن يزيد	صحابي	١
١٤	البراء	صحابي	٢، ٦، ١٠
١٥	الحسن	تابعي ثقة	١١
١٦	أم معبد	صحابية	٩
١٧	أنس	صحابي	٣٠
١٨	عبدالرزاق	ثقة	١، ٢، ٣، ٤، ٥، ٦، ٨، ٩، ١٠، ١١، ١٢، ١٣، ١٤، ١٥، ١٦، ١٧، ١٨، ١٩، ٢٠، ٢١، ٢٢، ٢٣، ٢٤، ٢٥، ٢٦، ٢٧، ٢٨، ٢٩، ٣٠، ٣١، ٣٢، ٣٣، ٣٦، ٣٧، ٣٨، ٣٩، ٤٠.
١٩	عبدالله بن عمر	صحابي	١٧، ٣٢، ٣٥، ٣٩، ٤٠
٢٠	عبدالرحمن بن سعد الأنصاري	ثقة	٢٠
٢١	عطاء	ثقة	٥، ٧، ٣٩
٢٢	عقبة بن عامر	ثقة	٢٤
٢٣	عبدالله بن أبي بكر	صحابي	٩

٢٤	عبدالله بن عباس عليه السلام	صحابي	٤
٢٥	عائشة رضي الله عنها	صحابية	٧
٢٦	سفيان بن شبرمه	ثقة	٢٨
٢٧	سالم بن أبي الجعد الغطفاني	ثقة	٢٣
٢٨	سعد بن مالك بن سنان الأنصاري	ثقة	٢٠
٢٩	سالم بن أبي أميه	ثقة ثبت	١٦
٣٠	سليمان بن طرخان	ثقة	١١
٣١	سالم بن عبدالله	ثقة	٩، ١٧، ١٩
٣٢	سليمان بن يسار	ثقة	١٣
٣٣	سعيد بن أبي سعيد (كيسان المقبري)	ثقة	١٦
٣٤	نافع	ثقة	٤، ٣٩
٣٥	ضمضم	ثقة	٣
٣٦	طلحة	ثقة	٥، ٣٦
٣٧	زياد بن سعد	ثقة	١٤
٣٨	قتادة بن دعامه السدوسي	ثقة	٢٣
٣٩	معمر بن راشد	ثقة	١، ٣، ٥، ٨، ١٠، ١٥، ١٧، ١٨، ١٩، ٢٠، ٢٣، ٢٥، ٢٩، ٣١، ٣٣، ٣٦، ٣٨
٤٠	مالك	ثقة	٩، ١٢، ٢٢، ٣٤
٤١	جابر بن عبدالله رضي الله عنه	صحابي	١٨
٤٢	جابر بن سمره	صحابي	٨
٤٣	يحيى بن أبي كثير	ثقة يدلس	٣
٤٤	يحيى بن العلاء	ثقة	٥
٤٥	يحيى بن أبي زائدة	ثقة	١٣، ١٥، ٢٢، ٣٤

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

اہل سنت و جماعت کے تبلیغی اشتہارات

1۔ ہمارے لئے اللہ و رسول ﷺ کافی ہیں۔

2۔ نماز کے 16 مسائل مع مختصر دلائل

3۔ قرآن پاک کے خلاف ایک سازش کا انکشاف

4۔ اہل حدیث (وہابیوں) کی پراسرار واردات

5۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صدیوں سے اولیاء اللہ کا وظیفہ

6۔ تراویح بیس رکعت سنت ہے۔

7۔ مسئلہ طلاق — پھر رجوع یا بدکاری

8۔ غائبانہ نماز جنازہ ناجائز ہے۔

9۔ اہل سنت و جماعت کون؟

10۔ جشن دیوبند جائز، عید میلاد النبی ﷺ ناجائز کیوں؟

11۔ قادیانی یا مسلمان؟ یہ کرم فرما کون ہیں؟

ڈاکٹر محمود احمد ساقی کی تصانیف

1۔ حاضر و ناظر رسول ﷺ

2۔ اقبال کے مذہبی عقائد

3۔ اقبال اور موجودہ فرقہ واریت کا حل

4۔ رسول کریم ﷺ کی نماز

5۔ قبر کے اندھیرے، دعاؤں کی روشنی

6۔ امام اعظم ابوحنیفہ

7۔ امام عینی، حیات و خدمات

8۔ تاریخی مناظرے

9۔ ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ

10۔ مقالات حضرت شیر اہل سنت

11۔ اعلیٰ حضرت کے نئے اور پرانے مخالفین

12۔ غوث اعظم اور اعلیٰ حضرت کے مخالفین

13۔ پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں

14۔ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا (حدیث عدم ظل کی نورزیں [illegible])

مسلم کتابوی

۲۔ نوریہ رضویہ
گنج بخش روڈ لاہور

۳۔ نوری کتب خان[illegible]

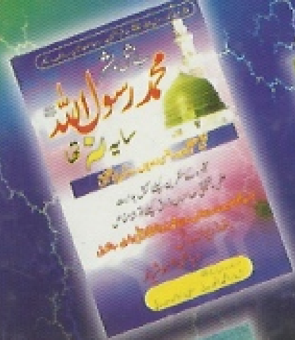
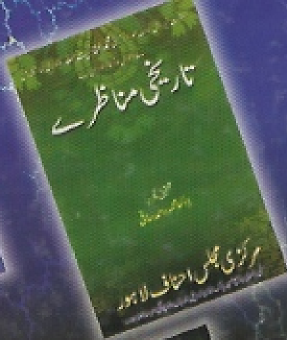
سنی رضوی جامع مسجد: پاک ٹاؤن نزد پل بندیاں والا چونگی امر سدھو لاہور

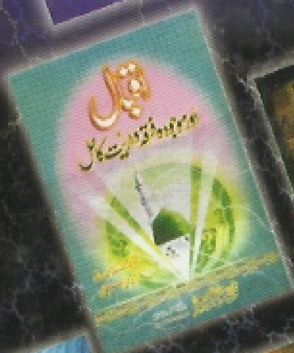
Ph# 0300-4409470,5812670

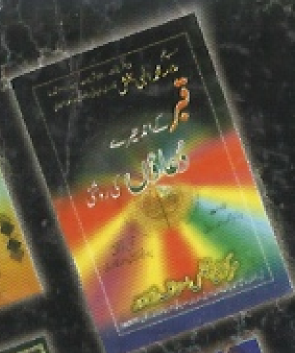
ملنے کا پتہ

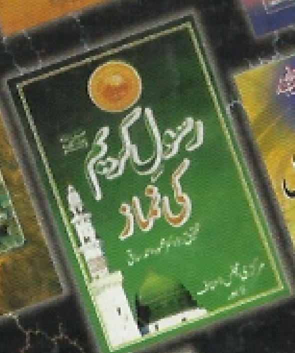
جامع مسجد بلال مصطفیٰ چراغ پارک اسماعیل نگر چونگی امر سدھو فیروز پور روڈ لاہور 5811833

ادارہ کی دیگر اسلامی مطبوعات

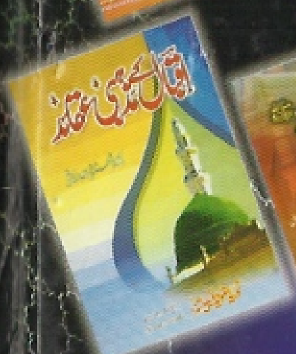



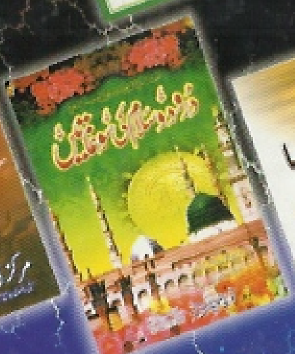
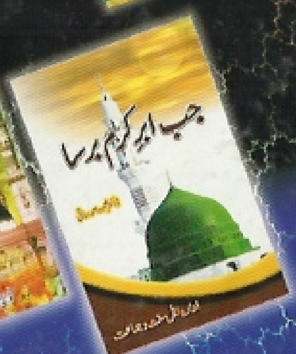








اِدارہ اہلِ سُنّت وجماعت لاہور

محافلِ میلاد میں بیان کی جانے والی حدیثِ نور اور حدیثِ نفیِ سایہ
اپنی صحیح سندوں کے ساتھ منظرِ عام پر جگمگانے لگیں

مُصنّف عبدالرزّاق

ابوبکر عبدالرزاق
بن ہمام صنعانی یمنی

ڈاکٹر عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع حمیری
سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامیہ دبئی

ترجمہ و تقدیم

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ ○ لاہور

ملت اسلامیہ کے لیے روح پرور اور نشاط انگیز ارمغان

محافل میلاد میں بیان کی جانے والی حدیثِ نور اور حدیثِ نفی سایہ اپنی صحیح سندوں کے ساتھ

منظر عام پر جگمگانے لگیں

مُصنّف عبدالرزاق

کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب

از: جلیل القدر حافظ الحدیث امام ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی یمنی

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے شاگرد، امام احمد بن حنبل کے استاذ

امام بخاری اور مسلم کے استاذ الاستاذ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

(ولادت ۱۲۶ھ..... وفات ۲۱۱ھ)

تحقیق و تقدیم

ڈاکٹر عیسیٰ ابن عبداللہ ابن مانع حمیری مدظلہ العالی

سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامیہ، دبئی

پرنسپل امام مالک کالج برائے شریعت وقانون، دبئی

تقریظ

محدث جلیل ڈاکٹر محمود سعید ممدوح مصری شافعی مدظلہ العالی (دبئی)

ترجمہ و تقدیم

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ، لاہور

نام کتاب .... مصنف عبدالرزاق کے دس گم گشتہ ابواب

تصنیف .... امام عبدالرزاق صنعانی یمنی رحمہ اللہ تعالیٰ

تقدیم وتحقیق .... ڈاکٹر عیسیٰ مانع حمیری مدظلہ العالی سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف دبئی

تقریظ .... ڈاکٹر محمود سعید ممدوح مدظلہ العالی، دبئی

ترجمہ وپیش لفظ .... شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

پروف ریڈنگ .... محمد ریاض الدین اشرفی

باہتمام .... حافظ نثار احمد قادری

اشاعت .... ذوالحجہ 1426ھ 2006ء

ہدیہ .... 85 روپے

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ۔ لاہور: 7226193

مکتبہ اہل سنت، جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز، جامعہ اسلامیہ ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور

فہرست



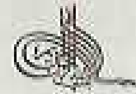
نور کی جھلکیاں

فرمانِ الٰہی جل جلالہ:



قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ. (المائدة، ۵/۱۵)

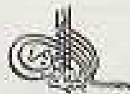
بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور جلوہ گر ہوا اور روشن کتاب۔



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا
وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا.

(سورۃ الاحزاب ۳۳/۴۶)

اے (غیب کی خبریں دینے والے) نبی بے شک ہم نے آپ کو (احوالِ امت) کا مشاہدہ کرنے والا، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور منور کرنے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔



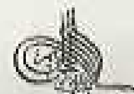
اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيهَا
مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ.

(سورۂ نور ۲۴/۳۶)

شمع دل مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

(امام احمد رضا بریلوی)

خدائی فیصلہ:



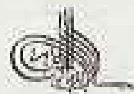
يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ.

(الصف ۸/۶۱)

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(اقبال)

[illegible] رسول ﷺ:



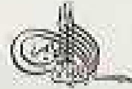
حدیثِ نور

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنكدر عن جابر قال: سالتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم عن اَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰه تعالىٰ؟ فقالَ: هُوَ نُوْرُ نَبِيِّكَ يا جابرُ ثُمَّ خَلَقَ فِيْهِ كُلَّ خَيْرٍ، وَخَلَقَ بَعْدَهُ كُلَّ شَيْءٍ. (۱)

امام عبدالرزاق، معمر سے، وہ ابن منکدر سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ تو آپ نے فرمایا: جابر! وہ تیرے نبی کا نور تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر خیر کو پیدا کیا اور اس کے بعد ہر شے کو پیدا کیا۔

---

(۱) [illegible] ”الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف“ (طبع بیروت [illegible]) ص ۶۳۔
[illegible] نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے الجزء المفقود ص [illegible]۔



حدیث نفی سایہ

۴۔عبدالرزاق عن ابن جُرَیْجٍ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمْ یَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ظِلٌّ وَّلَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَ السِّرَاجِ. (۱)

امام عبدالرزاق، ابن جریج سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا، آپ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب ہوتی تھی اور آپ کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب ہوتی۔

(۱)۔ الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف، از امام عبدالرزاق (طبع بیروت و لاہور) ص ۵۶۔

نوٹ: ڈاکٹر عیسیٰ مانع سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و اسلامی امور دبئی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

باعثِ تخلیق دو جہاں

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ
کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَا
اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ الْبَدْرُ اکْتَسٰی
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَۃٌ بِنُوْرِ بَہَاکَا

○ آپ وہ ہستی ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی انسان پیدا نہ کیا جاتا، بلکہ آپ نہ ہوتے تو مخلوق ہی پیدا نہ کی جاتی۔

○ آپ کی ذات اقدس وہ ہے جس سے چودھویں کے چاند نے نور کی بھیک مانگی اور سورج آپ کے نور کی بدولت منور رہا۔

(۱) [illegible] ابوحنیفہ، امام اعظم شرح قصیدۂ نعمان (در حسن انور امام اعظم)، از مولانا محمد منشا تابش قصوری ص ۱۰۵-۱۰۳)

شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ:

(متوفی ۶۹۱ھ)

ہمہ نورہا پرتو نور اوست

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست	ہمہ نورہا پرتو نور اوست
تو اصل وجود آمدی از نخست	دگر ہر چہ موجود شد فرع تست
ندانم کدامیں سخن گویمت	کہ والا تری زانچہ من گویمت

چہ وصفت کند سعدی ناتمام
علیک الصلاۃ اے نبی والسلام

- آپ وہ کلیم ہیں جس کا طور عرش مجید ہے، تمام نور آپ کے نور کے عکس ہیں۔
- آپ ابتداء ہی سے وجود ممکنات کی جڑ ہیں، آپ کے علاوہ جو بھی موجود ہوا وہ آپ ہی کی شاخ ہے۔
- حضور! آپ کی نعت کہنے کے لئے میرے علمی ذخیرے میں الفاظ نہیں ہیں، میں جو کچھ بھی کہوں وہ پیچھے رہ جائے گا اور آپ کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔
- یا رسول اللہ! آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو، سعدی بے چارہ آپ کی نعت کیا بیان کر سکتا ہے؟

(۱)۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی: بوستان مترجم (مکتبہ رحمانیہ، لاہور) ص ۱۱۔۹)

امام علامہ محمد بن سعید بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ:

(متوفی ۶۹۴ھ)

اَنْتَ مِصْبَاحُ کُلِّ فَضْلٍ

کَیْفَ تَرْقٰی رُقِیَّکَ الْاَنْبِیَاءُ	یَا سَمَاءً مَا طَاوَلَتْهَا سَمَاءُ
لَمْ یُسَاوُوْکَ فِیْ عُلَاکَ وَقَدْ حَا	لَ سَنًی مِّنْکَ دُوْنَهُمْ وَسَنَاءُ
اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتِکَ لِلنَّا	سِ کَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَاءُ
اَنْتَ مِصْبَاحُ کُلِّ فَضْلٍ فَمَا تَصْـ	ـدُرُ اِلَّا عَنْ ضَوْئِکَ الْاَضْوَاءُ (۱)

- اے وہ آسمان جس کا مقابلہ کوئی آسمان نہیں کر سکتا، انبیاء کرام آپ جیسی ترقی کیسے کر سکتے ہیں؟
- وہ فضیلت وشرافت میں آپ کے برابر نہیں ہیں، جبکہ آپ کی روشنی اور رفعت ان کے سامنے حائل ہے۔
- جس طرح پانی ستاروں کی جھلک دکھاتا ہے، اسی طرح انبیاء کرام نے لوگوں کو آپ کی صفات کی جھلک دکھائی ہے۔
- آپ ہر فضیلت کے آفتاب ہیں، تمام روشنیاں آپ ہی کے نور سے پھوٹتی ہیں۔

(۱) امام بوصیری: شرح ھمزیہ از علامہ محمد شبلی ص ۴

ظہور اول و حقیقۃ الحقائق

حقیقت محمدی علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا که ظہور اول است و حقیقۃ الحقائق است، بآں معنی که حقائق دیگر چه حقائق انبیاء کرام و چه حقائق ملائکه عظام علیه وعلیہم الصلاۃ والسلام کالظلال اند مر اورا و او اصل حقائق است، قال علیه وعلی آله الصلاۃ والسلام اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِی و قَالَ عَلَیْهِ الصلاۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ والمؤمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِی، پس ناچار واسطه بود درمیان سائر حقائق و درمیان حق جل وعلا، و وصول بمطلوب احدے رابے توسط او علیه و علی آله الصلاۃ والسلام محال باشد، فَهُوَ نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وارسالُهٗ رحمۃ لِّلْعَالَمِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمُ الصلوات والتسلیمات، ازینجاست که انبیاء اولوالعزم باوجود اصالت، تبعیت اُو می خواهند و آرزو داخل اُمتان او میگردند کما ورد، علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات. (۱)

حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلوات والتسلیمات ظہور اول ہے اور بایں معنی حقیقۃ الحقائق ہے کہ دوسری حقیقتیں خواہ انبیاء کرام کی ہوں یا فرشتوں کی، آپ کے سایوں کی طرح ہیں، اور آپ حقائق کی اصل ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا اور مومن میرے نور سے پیدا کیے گئے، لہٰذا لازمی بات ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور تمام حقائق کے درمیان واسطہ ہیں اور آپ کے واسطے کے بغیر کسی کا مطلوب تک پہنچنا محال ہے، اس لیے آپ نبی الانبیاء والمرسلین ہیں اور آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، علیہ الصلوٰۃ والسلام، اسی لیے اولوالعزم انبیاء، نبی ہونے کے باوجود آپ کے تابع ہونے کے خواہاں تھے اور آپ کی امت میں داخل ہونے کی آرزو رکھتے تھے۔



(۱)۔ احمد سرہندی، امام ربانی مجدد الف ثانی۔ مکتوبات فارسی دفتر سوم حصہ نہم ص ۱۵۳۔

نبی اکرم ﷺ کا سایہ نہیں تھا

ہر چند بدقت نظر صحیفۂ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ می آید، وجود آں سرور دراں جا مشہود نمی گردد، بلکہ منشأ خلقت و امکان او علیه وعلی آله الصلاۃ والسلام وجود صفات اضافیہ و امکان شاں محسوس می گردد و چوں وجود آں سرور علیه وعلی آله الصلاۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد، بلکہ فوق ایں عالم باشد، ناچار او را سایہ نبود و نیز در عالم شہادت سایۂ شخص از شخص لطیف تر است و چوں لطیف ترے از وے در عالم نباشد، او را سایہ چه صورت دارد؟ علیه وعلی آله الصلوات والتسلیمات. (۱)

صحیفۂ کائنات کو جتنی بھی گہری نظر سے دیکھا جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ کا وجود اس میں دکھائی نہیں دیتا، بلکہ نبی اکرم ﷺ کی خلقت اور امکان کا منشأ اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے، چونکہ حضور سید کائنات ﷺ کا وجود عالم ممکنات میں نہیں، بلکہ اس کے اوپر ہے، اس لیے آپ کا سایہ ہرگز نہیں ہوگا، نیز عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ سے زیادہ لطیف پوری کائنات میں کوئی نہیں ہے، لہٰذا آپ کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

(۱)۔ احمد سرہندی، امام ربانی۔ مکتوبات فارسی، دفتر سوم حصہ نہم ص ۹۲۔۹۱

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ:

اول و آخر وہی اصلِ وجود

باعثِ ایجادِ عالم ہے وہی — موجبِ بنیادِ آدم ہے وہی
گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہِ نکو — یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا، میں نہ تو
ہے وہ سرمایہ وجودِ کائنات — دونوں عالم سے ہے مقصود اس کی ذات

ہے وہ بے شک میوۂ نخلِ وجود
اول و آخر وہی اصلِ وجود

حکم ان کا ہے جہاں میں سر بسر
وہ یہاں آئے ہیں سب سے پیش تر

نہ پیدا ہوتا اگر احمد کا نور — نہ ہوتا دو عالم کا ہرگز ظہور
محمد خلاصہ ہے کونین کا — محمد وسیلہ ہے دارین کا

وہ منشا سب اسما کا ہے، وہ مصدر سب اشیاء کا ہے
وہ سرِّ ظہور و خفا کا ہے، سب دیکھ نور محمد کا
کہیں غوث ابدال کہایا ہے، کہیں قطب بھی نام دھرایا ہے
کہیں دین امام کہایا ہے، سب دیکھو نور محمد کا(۱)

(۱) کوکب نورانی علامہ: نعت رنگ، کراچی شمارہ (۱۸) ص ۲۱۰، ۲۰۸

محسن تحریک آزادی علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ:



هو اوّلُ النُّورِ السَّنِيّ تَبَلَّجَتْ	بِضِيَائِهِ فِي الْعَالَمِ الْأَضْوَاءُ
هو اوّلُ الْأَنْبَاءِ آخِرُهُمْ بِهِ	خُتِمَ النُّبُوَّةُ وَابْتَدَا الْإِبْدَاءُ
بِنْدَةٌ بِهِ أَبْدَى الْمُهَيْمِنُ سِرَّهُ	فَلِأَجْلِهِ الْإِبْدَاءُ وَالْأَيْدَاءُ (۱)

- آپ وہ پہلے اور جگمگاتے ہوئے نور ہیں جس کی روشنی سے دنیا بھر کی روشنیاں چمک اٹھیں۔
- آپ پہلے اور آخری نبی ہیں، آپ ہی پر نبوت ختم ہوئی اور آپ ہی کے ساتھ اس کی ابتداء ہوئی۔
- آپ وہ پہلی مخلوق ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنا راز بے نقاب کیا اور آپ ہی کی وجہ سے زندگی اور موت ہے۔

(۱) فضل حق خیر آبادی علامہ: باغی ہندوستان (طبع مکتبہ قادریہ لاہور) صفحہ ۳۰۹۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ:

تو ہے عین نور

شمع دل مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا — تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
تیری نسل پاک سے ہے، بچہ بچہ نور کا — تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا
وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا — یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
یہ جو مہر و ماہ پہ اطلاق آیا نور کا — بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص — کہیعص ان کا ہے چہرہ نور کا(۱)

(۱) احمد رضا بریلوی، امام — حدائق بخشش (روحانی پبلشرز، لاہور) ص ۱۷۴

علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کردے

ہو نہ یہ پھول، تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمنِ دہر میں، کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو — بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی، تپش آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے — بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے — اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ ''رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' دیکھے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں(۱)

در دل مسلم مقامِ مصطفیٰ است — آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است
طور موجے از غبارِ خانہ اش — کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش
کونین را دیباچہ او — جملہ عالم بندگان و خواجہ او(۲)

(۱) اقبال قرآن حکیم کی روشنی میں از قاضی محمد ظریف ص ۳۱۲-۳۱۳
(۲) ایضاً ص ۳۱۱

مصر کی فضاؤں میں گونجنے والی آواز

جامع مسجد ازہر شریف اور قاہرہ کی مسجدوں میں اذان کے بعد عموماً یہ درود شریف بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔

الصلاة والسلام علیک یا اوّلَ خَلقِ اللّٰہِ وَآخِرَ رُسُلِ اللّٰہ.(۱)

(۱)۔ روایت ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری، اسسٹنٹ پروفیسر دی فیصل آباد یونیورسٹی آف فیصل آباد



اردو ترجمے کا سرِ آغاز

چشمِ افلاک یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

محافلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی زینت بننے والی ''حدیثِ نور'' اور سرکارِ دوعالم ﷺ کے سائے کی نفی کرنے والی روایت اپنی صحیح سند اور پوری آب وتاب کے ساتھ آپ کے سامنے ہے، اب کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکے گا کہ اس حدیث کی سند دکھاؤ اور یہ مطالبہ بھی نہیں کرسکے گا کہ یہ لیجئے مصنف عبدالرزاق اور اس میں دکھا دیجئے کہ ''حدیثِ نور'' کہاں ہے؟ اور نفی سایہ والی روایت کہاں ہے؟

میں بجا طور سمجھتا ہوں کہ خوشی کے اس موقع پر تمام اہلِ محبت کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے کم از کم دو رکعت نفل ادا کرنے چاہئیں۔

مصنف عبدالرزاق کا نسخہ ۱۹۷۰ء میں بیروت سے چھپا، جس پر ہندوستان کے ایک دیوبندی عالم حبیب الرحمٰن اعظمی نے تحقیق کی تھی، ۱۹۷۵ء کے لگ بھگ کوچہ غوثیہ، نواں بازار، لاہور کے ایک مکتبے کے مالک نے یہ کتاب منگوائی اور اس کے آنے سے پہلے اس نے کہا تھا کہ بریلوی ''حدیثِ نور'' کے سلسلے میں مصنف عبدالرزاق کا حوالہ دیتے تھے، اب کھل جائے گا کہ یہ سچے ہیں یا جھوٹے؟ اس کے بعد ایک طبقے نے تحریر وتقریر کے ذریعے اس مطالبے کو خوب اچھالا کہ اس حدیث کی سند کیا ہے؟ اور اس کا حوالہ کہاں ہے؟

اس لئے راقم کو اس حوالے کی جستجو تھی، کیونکہ جلیل القدر ائمہ نے اس حدیث کو نقل اور قبول کیا تھا، ان کے بارے یہ سوچنا بھی جرم تھا کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہوگا۔ پھر بیروت سے جو کتاب چھپ کر آئی تھی وہ مکمل نہیں بلکہ ناقص تھی، جس کا اعتراف خود تحقیق کرنے والے نے کیا تھا، چنانچہ راقم نے مختلف فضلاء سے بالمشافہ دریافت کیا اور بعض سے بذریعہ مکتوب گزارش کی کہ مصنف کے کسی قلمی نسخے کی نشاندہی کریں جس میں "حدیثِ نور" موجود ہو، لیکن کہیں سے مقصد برآری نہ ہو سکی، ایک دفعہ راقم اسلام آباد گیا، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی لائبریری میں حاضر ہوا، وہاں مصنف کے قلمی نسخے کی فوٹو کاپی موجود تھی لیکن اس میں یہ حدیث نہیں ملی۔

ڈاکٹر قمر النساء، حیدر آباد دکن، ڈاکٹر محمد عبد الستار، شکاگو، امریکہ، شیخ محمد یوسف الحوت، بیروت، جامعۂ ازہر میں زیرِ تعلیم ڈاکٹر عبد الواحد، اور عزیزم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری کو لکھا کہ آپ دار الکتب المصریہ، قاہرہ سے معلوم کریں، لیکن کہیں سے مثبت جواب نہ ملا۔ عالمی مبلغ اسلام پیر طریقت سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی کو ایک ملاقات میں عرض کیا کہ سنا ہے صنعاء، یمن میں ایک شخص کے پاس امام عبد الرزاق کا قلمی نسخہ موجود ہے، آپ اس سے معلوم کریں، انہوں نے فرمایا وہ شخص مخطوطہ دکھاتا ہی نہیں ہے۔

خانیوال کے ایک حکیم صاحب نے بتایا کہ میں بغداد شریف سے اس حدیث کی فوٹو کاپی لایا ہوں، لیکن بار بار کے تقاضوں کے باوجود وہ فوٹو کاپی دیکھنے کو نہ ملی، یہاں تک کہ وہ صاحب دنیا ہی سے رخصت ہو گئے، ایک معروف دانشور اور فاضل نے فرمایا کہ مصنف کا قلمی نسخہ مدینہ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے اور اس میں حدیث نور بھی موجود ہے، میں اس کی فوٹو کاپی لایا ہوں، لیکن کہیں رکھ کر بھول گیا ہوں، کچھ عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ عمرہ کرنے جا رہے ہیں، راقم نے انہیں عرض کیا کہ حدیث نور کی فوٹو کاپی لانا نہ بھولیں، چند دنوں کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ عمرہ کی سعادت حاصل کر کے واپس آ گئے ہیں، میں نے انہیں فون

کیا، رابطہ قائم ہونے پر بغیر کسی تمہید کے پوچھا کہ حدیث شریف کی فوٹو کاپی لائے؟ انہوں نے فرمایا: جس دن میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اس دن یونیورسٹی میں چھٹی تھی، اس سے اگلے روز [illegible] آگے سفر پر روانہ ہونا تھا، اس لیے نہ لا سکا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ۱۹۹۴ء میں مجھے حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت میسر ہوئی، راقم مدینہ یونیورسٹی لائبریری کے ڈائریکٹر سے جا کر ملا اور ان سے مصنف کے مخطوط کی زیارت کی خواہش کا اظہار کیا، انہوں نے پوچھا کہ آپ اسے کیوں دیکھنا چاہتے ہیں؟ میں نے بتایا کہ مصنف کا چھپا ہوا نسخہ نامکمل ہے، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ نسخہ مکمل ہے یا نہیں؟ انہوں نے اپنے عملے سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس مصنف کا مخطوط موجود ہی نہیں ہے۔ پھر ڈائریکٹر صاحب نے مدینہ منورہ کے محدث شیخ حماد انصاری کو فون کر کے پوچھا کہ پاکستان کے کچھ لوگ مصنف کا مخطوط دیکھنا چاہتے ہیں، کیا ہماری لائبریری میں وہ مخطوط موجود ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔

اس سے آپ راقم کے اشتیاق کا اندازہ کر سکتے ہیں، میری طرح نہ جانے کتنے اہل محبت [illegible] کے ساتھ گم گشتہ "حدیث نور" کی زیارت کے مشتاق تھے۔ اور یہ بھی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت اس حدیث کے ملنے پر کتنے مسرور ہوئے ہیں؟

اتنے طویل عرصہ کی تلاش اور جستجو کے بعد اس حدیث شریف کے ملنے کی جو سرکار دو عالم [illegible] کے دیوانوں کو خوشی ہو رہی ہے، وہ پینتیس سال پہلے چھپ جانے کی صورت میں نہ ہوتی، کسی چیز کی طلب جتنی شدید اور طویل ہو اس کے ملنے پر اتنی ہی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

چشمِ افلاک یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شان "رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" دیکھے

جناب سید محمد عارف محمود رضوی، گجرات نے مصنف کے دستیاب ہونے والے ابواب کا

تاریخی مادہ "مخزن حدیث جابر" (۱۴۲۵ھ) تخریج کیا ہے اور درج ذیل قطعہ لکھ کر اپنی مسرت کا اظہار کیا ہے:

منکرین مصطفیٰ نادم ہوئے مل گیا ماخذ حدیث نور کا
اہل ایماں کی خوشی ہے دیدنی پوچھئے نہ ولولہ مجبور کا(۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے پیر خانے، خانقاہ عالیہ مارہرہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا سید محمد امین میاں دامت برکاتہم العالیہ اور مجاہد اسلام جناب حاجی محمد رفیق برکاتی مدظلہ کی کوششیں مصنف کے مخطوطہ کے حاصل کرنے کے سلسلے میں لائق صد تحسین ہیں اور ڈاکٹر عیسیٰ مانع دامت برکاتہم العالیہ، سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامی، دبئی نے دس گم شدہ ابواب پر فاضلانہ حواشی اور مقدمہ تحریر کیا اس پر وہ تمام ملت اسلامیہ کے شکریے کے مستحق ہیں، یہ مخطوطہ جو افغانستان کے ایک تاجر کتب سے دستیاب ہوا ہے وہ ۹۳۳ھ میں شیخ اسحاق بن عبدالرحمٰن سلمانی نے بغداد شریف میں لکھا تھا، ڈاکٹر عیسیٰ مانع کے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ پہلے بیروت سے شائع ہوا، پھر مؤسسۃ الشرف، لاہور نے اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی اور اب اس کا ترجمہ شائع کر کے اردو خوان حضرات کی علمی ضیافت طبع کیلئے پیش کر رہا ہے۔

فاضل علامہ مفتی محمد خان قادری زید مجدہ نے بیروت کا چھپا ہوا نسخہ ہمیں فراہم کیا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری، اسسٹنٹ پروفیسر ڈی یونیورسٹی، آف فیصل آباد اور عزیزم حافظ نثار احمد قادری نے دن رات کی محنت سے اسے شائع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کار خیر میں حصہ لینے والے حضرات و احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

--------✿--------

(۱) رضائے مصطفیٰ، شمارہ جنوری ۲۰۰۶ء، ص ۹۔

حدیثِ نور کانفرنس (۱۵۔ جنوری ۲۰۰۶ء، بروز اتوار)

جامعہ اسلامیہ لاہور، ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

ارشاد ربانی ہے: قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ. (المائدہ ۱۵/۵)

سرکار دو عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں: خَرَجَ مِنِّی نُوْرٌ. (مجھ سے ایک عظیم نور برآمد ہوا) خود سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں: اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا کی وہ تمہارے نبی کا نور تھا، جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی زبان اقدس سے "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" ہم ظاہری صورت کے اعتبار سے تمہاری طرح انسان ہی ہیں، لیکن ظلمت پرستوں کو یہ نور ایک آنکھ نہ بھایا اور اسلام کے دشمنوں نے اس نور کے بجھانے کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔

ارشاد ربانی ہے:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ..

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بقول اقبال یہ جنگ ابتداء سے چلی آرہی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

یہی وجہ ہے کہ ابن سبا کی ذریت نے جہاں اسلام کو گزند پہنچانے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کئے، وہاں حضور سید عالم ﷺ کی محبت و عظمت کم کرنے بلکہ ختم کرنے کے لئے

بھی مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے، اقبال کہتے ہیں کہ اسلام دشمن قوتوں کا پروگرام یہ تھا۔

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ، آپ کی نورانیت اور آپ کے اول مخلوق ہونے اور آپ کے بے سایہ ہونے کو بیان کرنے والی احادیث کا حدیث شریف کے اہم ماخذ مصنف عبدالرزاق سے غائب کر دینے کو کسی طور پر بھی اتفاقی حادثہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ غیر مسلم قوتوں کی بین الاقوامی سازش کا حصہ ہے، اس کے لئے لمبے سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہے، معمولی غور و فکر سے یہ سازش طشت از بام ہو جاتی ہے، ہندوستان کے مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی نے مصنف عبدالرزاق کو ایڈٹ کر کے چھپوایا تو ان کے سامنے مصنف کے تین قلمی نسخے تھے اور تینوں ابتداء سے ناقص تھے، مصر کے ایمن ازہری نے اسے ایڈٹ کر کے چھپوایا، ان کو بھی ایسے نسخے ملے جو ابتداء سے ناقص تھے، برکاتی فاؤنڈیشن کراچی کے چیئرمین جناب حاجی محمد رفیق برکاتی نے بتایا کہ ہمیں معلوم ہوا کہ ترکی کے میوزیم میں مصنف کا قلمی نسخہ موجود ہے اور ہفتے میں ایک دن اسے دیکھنے کی اجازت دی جاتی ہے، وہاں رابطہ کیا تو یہ تلخ حقیقت سامنے آئی کہ اس کی ابتداء سے ۳۵ صفحات غائب ہیں، کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب اتفاقی حادثات ہیں؟

شاید آپ کے دل و دماغ کے کسی گوشے میں کچھ خلجان باقی ہو، لیکن ایک نئی اور حیران کن خبر پڑھنے کے بعد آپ کا کوئی تحفظ باقی نہیں رہے گا۔

یہ خبر حاجی محمد رفیق برکاتی نے جامعہ اسلامیہ، ایچیسن سوسائٹی، رائیونڈ روڈ لاہور میں ۱۵۔ جنوری ۲۰۰۶ء کو مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ''حدیث نور کانفرنس'' میں خطاب کرتے ہوئے بیان کی، آیئے ان ہی کی زبانی سنتے ہیں۔

ہمارے پیر و مرشد ڈاکٹر سید محمد امین میاں دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین مارہرہ شریف ہمارے پاس دبئی تشریف لائے ہوئے تھے، جمعرات کے دن ہم نے رات کے وقت نعت خوانی کا پروگرام بنایا، ساتھ ہی ہم نے ڈاکٹر عیسیٰ مانع، سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف، دبئی کو بھی دعوت دے دی، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کریم کی عنایت عظیمہ کا کرشمہ دیکھئے کہ ایک افغانی ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا آپ نے مصنف عبدالرزاق کا مخطوطہ طلب کیا تھا، میں وہ آپ کے لئے لے کر آیا ہوں، پوچھا کہ اس کا ہدیہ کیا ہے؟ کہنے لگا دس لاکھ پاکستانی روپے، میں نے کہا کہ یہ تو بہت زیادہ رقم ہے، میں تمہیں چار لاکھ روپے دے سکتا ہوں اور وہ بھی کل دوں گا اگر ہمارے پیر صاحب نے اس مخطوطے کے خریدنے کا حکم دیا۔

کہنے لگا: حاجی صاحب! اگر میں یہ مخطوطہ فلاں شخص کے پاس لے جاتا تو وہ مجھے نقد چھ لاکھ روپے دے دیتا، میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ وہ اسے لے کر کیا کرتا؟ کہنے لگا: وہ اسے نذر آتش کر دیتا۔ میں نے پوچھا کہ پھر تم اس کے پاس لے کر کیوں نہیں گئے؟ کہنے لگا: میرا ضمیر اس پر آمادہ نہیں ہو سکا۔

کیا اس کے بعد بھی آپ کے ذہن میں بین الاقوامی سازش کے بارے میں کوئی شک باقی رہ گیا ہے؟

حاجی محمد رفیق برکاتی نے فرمایا کہ میں نے وہ مخطوطہ لے لیا، وہ مصنف کی پہلی دو جلدیں تھیں جو میں نے لا کر حضرت سید محمد امین میاں کی خدمت میں پیش کر دیں، انہوں نے دیکھ کر فرمایا کہ انہیں سنبھال کر رکھ لو، رات کو ڈاکٹر عیسیٰ مانع بھی آ گئے، محفل نعت خوانی کے بعد، حضرت سید محمد امین میاں نے فرمایا کہ وہ مخطوطہ لا کر ڈاکٹر عیسیٰ مانع کو دکھاؤ، انہیں دکھایا تو انہوں نے بڑی بے دلی سے اسے دیکھا اور کہا "ما فیہ" "اس میں وہ حدیث نہیں ہو گی، تاہم انہوں نے ابتداء سے دو چار صفحے پڑھے تو جھومتے ہوئے سجدے میں چلے گئے، اور جب ان

سجدہ غیر معمولی طویل ہو گیا تو میں نے انہیں پکڑ کر اٹھایا اور پوچھا کیا بات ہے؟ وہ اٹھ کر مجھ سے لپٹ گئے اور عربوں کے انداز کے مطابق میری پیشانی پر بوسوں کی بوچھاڑ کر دی، کہنے لگے حاجی رفیق! مبارک ہو اس میں ''حدیثِ نور'' موجود ہے۔ (حاجی صاحب کی گفتگو ختم)

اس کے بعد ڈاکٹر عیسیٰ مانع نے مصنف کے دس گم شدہ ابواب پر فاضلانہ حواشی لکھے اور مقدمہ سپرد قلم کیا اور اس حصے کو بیروت سے چھپوا دیا، مکتبہ ''مؤسسۃ الشرف'' نے اس کا عکس لے کر شائع کر دیا اور اب اس کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اسی دن صبح نو بجے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں دو منزلہ لائبریری کا افتتاح ہوا جس میں حاجی محمد رفیق برکاتی کے علاوہ شام کے مشہور علمی اور روحانی خانوادے کے چشم و چراغ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ایک محقق عالم ڈاکٹر شہاب الدین فرفور مدظلہ العالی بھی شریک ہوئے اور انہوں نے ''حدیثِ نور'' کے دستیاب ہونے پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا پھر ''حدیثِ نور کانفرنس'' میں بھی شریک ہو کر خطاب کیا۔

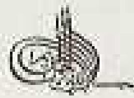
حقیقت یہ ہے کہ ظلمت پرستوں کی کاروائی اگر ہم جیسے کمزور اور بے مایہ انسانوں کے خلاف ہوتی تو ضرور کامیاب ہو جاتی، لیکن وہ منشائے خداوندی سے ٹکرا بیٹھے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ناک کو خاک آلود کر کے نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ کی شعاعیں پوری دنیا میں بکھیر دیں اور بتا دیا کہ

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

الحمد للہ حمداً طیبا مبارکا کما یلیق بشانہ العظیم۔

۲۶/ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۷/جنوری ۲۰۰۶ء



دوسرے عربی ایڈیشن کا پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام انبیاء اور مرسلین پر فضیلت عطا کی اور آپ کو وہ کمالات و فضائل عطا کئے جو نہ تو پہلوں میں سے کسی کو عطا کئے گئے اور نہ ہی بعد والوں میں سے کسی کو عطا کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے افضل و اکمل درود و سلام نازل ہوں کائنات کی افضل ترین ہستی، آپ کی آل پاک، صحابۂ کرام اور آپ کی ملت کے تمام علماء پر۔

امابعد! حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ ''حدیث نور'' زمانۂ ماضی اور موجودہ دور کے علماء میں مشہور و معروف تھی، عرب و عجم کے علماء نے اسے بغیر کسی اعتراض کے اپنی کتابوں میں بیان کیا تھا، راقم الحروف نے اپنی کتاب ''من عقائد اهل السنۃ'' میں (جس کا اردو ترجمہ ''عقائد و نظریات'' کے نام سے چھپ چکا ہے) نورانیت مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ان علماء کے کثیر تعداد میں حوالے درج کئے ہیں انہوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کہ نبی اکرم ﷺ کا سایہ نہیں تھا، متقدمین اور متاخرین علماء میں معروف و متداول تھی۔

باوجودیکہ جلیل القدر علماء و فضلاء نے ان احادیث کو قبول کیا اور انہیں اپنی تحریر اور تقریر کی زینت بنایا ہے، بعض حلقوں کی طرف سے ان کے خلاف بہت لے دے کی گئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان احادیث کی سند معلوم نہیں تھی، کیونکہ نامور حافظ الحدیث، محدث جلیل امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے شاگرد، امام احمد بن حنبل کے استاذ اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام

عبدالرزاق بن ہمام حمیری صنعانی یمنی کی حدیث شریف کے موضوع پر مشہور آفاق کتاب ''مصنف'' شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۰/۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی، لیکن کتاب نامکمل تھی، اس میں دس ابواب کی کمی تھی، کیونکہ وہ بقول ان کے دستیاب ہی نہیں ہو سکے تھے، ان ہی دس ابواب میں پہلا باب بھی ناپید تھا، جس کا عنوان ہے "باب فی تخلیق نور محمد ﷺ"۔ اسی باب میں نمبر ۴ پر نفی سایہ کی حدیث اور نمبر ۱۸ پر حدیث نور تھی۔

بہت سے علماء نے دنیائے اسلام کے مختلف شہروں میں ''مصنف'' کا مکمل نسخہ تلاش کرنے کی کوشش کی، لیکن ان کی سرتوڑ کوششیں کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکیں، للہ الحمد! کہ قابل صد رشک سعادت فاضل جلیل ڈاکٹر عیسیٰ مانع حمیری مدظلہ العالی، سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف وامور اسلامیہ، دبئی و پرنسپل امام مالک کالج برائے شریعت وقانون، دبئی کے حصے میں آئی کہ وہ ''مصنف'' کا نادر و نایاب اور ابتدا سے مکمل نسخہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ عظیم نعمت انہیں بیٹھے بٹھائے حاصل نہیں ہو گئی، بلکہ مصنف کا مخطوطہ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے بڑی جدوجہد کی، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگیں، تب اللہ تعالیٰ نے ان کا دامن گوہر مراد سے بھر دیا۔

اس مخطوطے کے حاصل کرنے کیلئے انہوں نے کتنی کوشش کی؟ اس کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں:

''اس مخطوط کو جگہ جگہ تلاش کرنا میرا باقاعدہ مشغلہ بن گیا تھا، اس کے ساتھ ساتھ میں بابرکت دنوں، رحمت وقبولیت کے مقامات اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی موجودگی میں مسلسل دعائیں مانگتا رہا، خصوصاً نبی اکرم ﷺ کے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کر دعا کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہندوستان کے ایک مرد صالح (یکے از اولیائے کرام) اور ہمارے دینی

بھائی ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری حفظہ اللہ تعالیٰ (۱) کے ذریعے مصنف عبدالرزاق کا یہ نادر و نایاب مخطوطہ اور خاص طور پر اس کی پہلی اور دوسری جلد بطور تحفہ عطا فرما دی''۔

فضیلۃ الشیخ عیسیٰ مانع حمیری نے اس مخطوطہ پر تحقیق کرتے ہوئے علوم حدیث میں کمال مہارت کا مظاہرہ کیا ہے، جس کا اندازہ بیروت سے چھپنے والی کتاب کے مطالعے سے ہوتا ہے، اس کا نام ہے:

''الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنَّف''.

مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کا گم گشتہ حصہ

ڈاکٹر عیسیٰ مانع نے حضرت جابر کی روایت کردہ ''حدیث نور'' کا دفاع کرتے ہوئے درج ذیل عنوان کے تحت فاضلانہ گفتگو کی ہے:

قول علماء الشان

في من وصم حديث جابر بركاكة الألفاظ والبيان.

حدیث جابر پر الفاظ کی کمزوری کا اعتراض کرنے والوں کے بارے میں اکابر علماء کے ارشادات

''مؤسسة الشرف'' لاہور کی خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کتاب کا عربی ایڈیشن اور اردو ترجمہ شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ ہم فاضل علامہ مفتی محمد خان قادری مدظلہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں یہ نسخہ اشاعت کے لئے فراہم کیا۔

---

(۱) حضرت پیر طریقت سید محمد امین میاں قادری مدظلہ العالی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے پیر خانے اور ہندوستان میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کی سب سے بڑی درگاہ شریف مارہرہ مقدسہ کے سجادہ نشین اور علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ ۱۲ اشرف قادری

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ڈاکٹر عیسیٰ مانع کی اس کوشش کو قبول فرمائے، قیامت کے دن اس کوشش کو ان کی نیکیوں کے پلڑے میں شامل فرمائے اور انہیں علم اور حدیث شریف کی طرف سے ہر طرح کی خیر و برکت عطا فرمائے، اسی طرح ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا ذریعہ بنائے۔ بے شک وہ جو چاہے کرے اور دعا کو قبول کرنا اس کی شان کے لائق ہے، یقیناً وہ بہترین کارساز اور بہترین مددگار ہے۔

۸/ ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ　　　محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۱/ دسمبر ۲۰۰۵ء　　　سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور، پاکستان



امام عبدالرزاق صنعانی

تک ڈاکٹر عیسیٰ مانع کی سند

(۱)۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امام عبدالرزاق بن ہمام کی ''مصنف'' کی روایت کرتا ہوں۔

اپنے شیخ، محدث عارف، علامہ سید عبدالعزیز بن صدیق حسینی سے وہ روایت کرتے ہیں مسند عصر علامہ سید عبدالحی ابن عبدالکریم کتانی حسنی سے۔

(۲)۔ اپنے شیخ اور مقتدا، شیخ الحرمین الشریفین، طلباء نواز، عظیم مبلغ سیدی سید محمد بن علوی مالکی علوی مالکی حسنی مکی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد علامہ سید علوی ابن عباس مالکی سے اور وہ سید عبدالحی کتانی سے۔

(۳)۔ اپنے شیخ علامہ محقق عبدالفتاح ابوغدہ حلبی سے وہ علامۂ کبیر محمد زاہد الکوثری سے، وہ سید عبدالحی کتانی سے وہ حسن حمزاوی اور فالح بن محمد ظاہری مدنی سے وہ دونوں علی بن عبدالحق القوصی سے وہ امیر کبیر سے، وہ شہاب الدین احمد جوہری اور شہاب الدین احمد ملوی سے وہ عبداللہ ابن سالم بصری سے وہ علی زیادی سے وہ شہاب الدین رملی سے، وہ سخاوی سے، وہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے، وہ ابوالفرج عبدالرحمٰن غزی سے، وہ یونس دبوسی سے، وہ ابوالحسن علی بن حسین سے، وہ حافظ سلامی سے، وہ عبدالوہاب بن منک سے، وہ محمد بن عمر کوکی سے، وہ ابوالقاسم طبرانی سے، وہ ابواسحاق ابراہیم دبری سے اور وہ صاحب مصنف امام عبدالرزاق ابن ہمام صنعانی سے روایت کرتے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔



مترجم (شرف قادری) کی سند امام عبدالرزاق تک

فقیر قادری کی متعدد سندیں محدث مغرب علامہ سید محمد عبدالحی کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہیں، ان کے بعد امام عبدالرزاق تک وہی سند ہے جو ڈاکٹر عیسیٰ مانع مدظلہ العالی نے بیان کی ہے۔ فقیر کو اجازت ہے۔ ان حضرات سے:

(۱)۔ علامہ حسن بن محمد بن الصدیق حسنی غماری

(۲)۔ شیخ محمد علی مراد حموی شامی

(۳)۔ شیخ عبدالرحمٰن بن ابی بکر ملا

(۴)۔ محدث علامہ محمد الحافظ عبداللطیف تیجانی

یہ چاروں حضرات محدث مغرب سید محمد عبدالحی کتانی سے روایت کرتے ہیں۔

(۵)۔ سید محمد علوی مالکی اپنے والد ماجد سید علوی ابن عباس مالکی سے، وہ روایت کرتے ہیں محدث مغرب شیخ سید محمد عبدالحی کتانی سے

(۶)۔ شیخ محمد تیسیر بن توفیق مخزومی دمشقی وہ شیخ عبدالرحمٰن بن احمد الہاشم الحسنی الاحسائی سے وہ روایت کرتے ہیں محدث مغرب شیخ سید محمد عبدالحی کتانی سے

(۷)۔ شیخ احمد محمد الحافظ عبداللطیف تیجانی، وہ محمد الحبیب سوڈانی سے اور وہ روایت کرتے ہیں محدث مغرب شیخ محمد عبدالحی کتانی سے

(۸)۔ محمد ابراہیم عبدالباعث حسنی کتانی مصری وہ شیخ عبداللہ محمد الصدیق غماری سے وہ روایت کرتے ہیں محدث مغرب شیخ سید محمد عبدالحی کتانی سے

(۹)۔ شیخ محمد ہاشم محمود سیوطی وہ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ سے وہ روایت کرتے ہیں محدث مغرب شیخ سید محمد عبدالحی کتانی سے

(۱۰)۔ شیخ صلاح الدین تیجانی وہ شیخ محمد الحافظ عبداللطیف تیجانی سے وہ روایت کرتے ہیں محدث مغرب شیخ سید محمد عبدالحی کتانی سے

محدث جلیل، ڈاکٹر محمود سعید ممدوح مصری شافعی مدظلہ العالی

کی تقریظ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے اور صلوٰۃ وسلام ہو ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل اور آپ کے محبین پر اور اللہ تعالیٰ آپ کے صحابۂ کرام اور آپ کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے والوں سے راضی ہو، اما بعد!

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی کی شہرۂ آفاق تصنیف ''مصنف'' حدیث شریف کی معتمد اور بنیادی کتابوں میں سے ہے، جسے سوار حاصل کر کے دور دراز کے ملکوں میں لے گئے، کیونکہ اس کے مصنف ثقہ ہیں اور ان کا مقام بلند ہے، ان کی سندیں مضبوط ہیں اور انہوں نے مرفوع اور موقوف روایات کو جمع کیا ہے۔

یہ مکمل کتاب محدث علامہ، خادم سنت مطہرہ حبیب الرحمٰن اعظمی متوفی ۱۴۱۲ھ کی تحقیق کے ساتھ چھپی تھی، لیکن اس کی ابتداء سے کچھ حصہ چھپنے سے رہ گیا تھا۔

ایک عرصہ سے علماء اور خاص طور پر محدثین کی آرزو تھی کہ کاش یہ کتاب مکمل چھپ جائے، اسے چھپے ہوئے تیس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، کیونکہ یہ ۱۳۹۰ھ میں چھپی تھی، (اور اب تک نامکمل تھی) اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت میرے دینی بھائی، علم شریف کے خادم اور مبلغ فضیلۃ الشیخ، ڈاکٹر عیسیٰ ابن عبداللہ ابن محمد بن مانع حمیری، سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامیہ، دبئی اور امام مالک کالج برائے شریعت وقانون، دبئی کے پرنسپل کے لئے رکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ مصنف کا گم شدہ حصہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے، میں نے اس کا مخطوطہ ان کے دفتر میں دیکھا ہے، ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیق کے مقدمے میں مخطوطہ کی کیفیت بھی بیان کی ہے، جس سے اس کا مستند ہونا ثابت ہوتا ہے۔

فضیلۃ الدکتور عیسیٰ ابن عبداللہ ابن محمد مانع حمیری نے اس گم گشتہ حصے کو نقل کیا، اس پر حاشیہ لکھا اور اس کی روایات پر اصول حدیث کے مطابق حکم لگایا، اور اس کے مشکل الفاظ کا مطلب بیان کیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہیں اپنی نعمتوں سے نوازے اور ان کا سینہ ہر نیک کام کے لئے کھول دے، بلاشبہ ان کی کوشش شکریے کے لائق ہے، انہوں نے خوب کام کیا ہے۔

۲۲/ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

تحریر: خادم الحدیث الشریف

ڈاکٹر محمود سعید ممدوح، دبئی

اللہ تعالیٰ اس کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے



تقریظ

ڈاکٹر شہاب الدین فرفور الحسنی

بسم الفتاح العلیم

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے تاریکیوں میں علمی مراکز کو روشنی کا منبع بنایا، اور سخت سیاہ راتوں کی تاریکیوں میں اہل علم کو چمکتے چراغ بنایا، ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے لائبریریوں اور کتاب کو ایسا بنا دے جیسے کائنات میں انسان کی پسندیدہ ترین چیز، اور ہم رب کریم کی بارگاہ میں نبی رحمت ﷺ کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنے نبی ﷺ کے نور کے ساتھ روشن اور تابناک کردے، تاکہ ہم اس قابل ہو سکیں کہ علم کے طالب ہمارے پاس آئیں، اور ہم کسی کو کچھ دے سکیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور سرور کائنات ﷺ پر درود وسلام کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ: لوگوں کے درمیان یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ معاشروں کی ذہنی سطح بلند کرنے اور دنیا بھر کے ممالک کی تہذیب سازی میں اصل کردار کتب خانوں کا ہے، اور یہ بھی کہ جو ملک کتب خانوں سے خالی ہوگا وہ پسماندہ کہلائے گا۔

لیکن بات یہ نہیں کیونکہ کتاب تو علمی افکار کا مجموعہ ہے اور اس کے ساتھ کوئی توجہ دلانے والا ہاتھ پکڑ کر چلانے اور توازن سے ہمکنار کرنے والا نہیں ہوتا، اور کتاب کا فہم باعمل اور سراپا نور علماء کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں، اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ کتاب میں کتابت کی غلطی کا ادراک صرف مردان کار کی عقول ہی کر سکتی ہیں، اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ علماء کے سینے ہی ممالک کی تہذیب کے سرچشمے ہیں، مگر انسانی عقل بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے، اور کمزوری، بے بسی اور بھول مخلوق کی خصوصیات میں سے ہیں، اس لیے کتب خانوں کا وجود

ضروری تھا تا کہ اگر عقل کو نسیان لاحق ہو تو اس آفت سے بچا جا سکے۔

عقل اپنے اس مرتبہ و مقام سے محروم ہو چکی ہے جس پر وہ ماضی میں فائز تھی اور وہ مرتبہ و مقام کسی چیز کو دل و دماغ میں محفوظ کر لینے کا ہے، اور یہ خوبی قدیم محدثین کو حاصل تھی اور ہمیں حاصل نہیں، لہٰذا ضروری تھا کہ ہم اس یادداشت کے بدلے کتاب پر اور دلوں میں ثبت علم کے بدلے اوراق میں لکھی ہوئی تحریر پر انحصار کریں، اس لیے علمی مراکز جو کہ مردان کار کے سینوں کی شاخ کا درجہ رکھتے ہیں اپنی اصل کا کردار ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور اہمیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور انسانی یادداشت میں کمزوری اور کمی کے باعث کتب خانوں کا وجود ناگزیر قرار دیا گیا اور انہیں تہذیبوں کے وجود کے لیے سرچشمہ قرار دیا گیا۔ اور اہل علم کی رائے میں کتاب کا گم ہو جانا روح کے ایک حصے کا گم ہونا ہے، اور کتاب کا موجود ہونا جسم میں روح کے موجود ہونے کی طرح ہے، اسی لیے کتاب کو اس کے مؤلف کے پاس ہونے کو اس بچے سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے باپ کی آغوش میں ہو، یہی وجہ ہے کہ جب ابو علی القالی اپنی تنگدستی کے باعث شریف الرضی کے ہاتھ "جمهرة لغة العرب" بیچنے پر مجبور ہوا تو اس نے کتاب کی پشت پر درج ذیل اشعار لکھے:

انست بها عشرين حولا و بعتها   لقد طال وجدی بعدها و أنينی

ترجمہ: میں اس کتاب (کے مطالعہ) سے بیس سال لطف اندوز ہوا اور (اب) اسے بیچ دیا، اسے بیچنے کے بعد مجھے طویل غم اور ہچکیوں نے گھیر لیا۔

وماكان ظنی أننی سأ بيعها   ولو خلدتنی فی السجون ديونی

ترجمہ: میرے گمان میں بھی نہ تھا کہ میں اس کتاب کو بیچوں گا، اگرچہ مجھے میرے قرض ہمیشہ کے لیے جیلوں میں ڈال دیتے۔

ولكن لفقر واحتياج وصبية   صغار عليهم تستهل شؤنی

ترجمہ: لیکن تنگدستی محتاجی اور ان چھوٹے بچوں کی وجہ سے (مجھے کتاب بیچنا پڑی) جن پر میرے آنسو بہتے ہیں۔

فقلت ولم أملك سوابق عبرتی   مقالة مقروح الفؤاد حزين

ترجمہ: جب مجھے اپنے مسلسل آنسوؤں پر قابو نہ تھا تو میں نے ایسے حال میں شکستہ خاطر اور غمگین شخص کا جملہ دہرایا۔

وقد تخرج الحاجات يا ام مالك   كرائم من رب لهن ضنين

ترجمہ: اے ام مالک! بعض اوقات محتاجی انسان کی ایسی عمدہ چیزیں نکلواتی ہے جس کے معاملے میں وہ بخیل ہوتا ہے۔

میں قارئین کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اہل علم اس وقت تک عالم نہیں کہلا سکتے جب تک وہ کتب خانوں سے یوں محبت نہ کریں جیسے وہ سیر گاہوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، ہم نے اپنے بزرگوں سے کتاب کی محبت اور نئی نئی کتب کی جستجو سیکھی ہے، علاوہ ازیں ہم نے ان سے ماں باپ کی مقدس محبت سیکھی ہے۔

اور جب کتاب علمی اداروں اور علم دوست معاشروں میں داخل ہوتی ہے تو اہل علم کے دلوں پر اس کی اثر آفرینی ایسے ہوتی ہے جیسے کسی کو بیٹا مل گیا ہو یا اللہ تعالیٰ نے اس کے والد کو وفات کے بعد دوبارہ زندگی بخش دی ہو، اور خصوصاً جب یہ نئی کتاب کسی مشہور و معروف اور بڑی کتاب کا حصہ ہو۔

مصنف عبدالرزاق اسلامی عہد میں فن روایت میں پہلی اور انتہائی مؤثر اور عالی سند والی کتاب تھی تو اس کے گمشدہ حصے کو جو ابھی دریافت ہوا ہے وہی مرتبہ و مقام حاصل ہوگا، یہ حصہ طویل عرصہ تک گم رہا یہاں تک کہ مصنّف کی ناقص حالت میں اشاعت ہوئی، یوں ہم مکمل طور پر مصنف عبدالرزاق سے مستفید نہ ہو سکے۔

اور حدیث نور جسے حضرت جابر بن عبداللہ نے روایت کیا حضور ﷺ کے مرتبہ ومقام کو اجاگر کرنے کے سلسلے میں انتہائی اہمیت اور عظمت کی حامل ہے، اور یہ حدیث مصنف عبدالرزاق کے ایک حصے کی گمشدگی کے سبب نظروں سے اوجھل تھی اور اس بات نے بارگاہ رسالت میں ادب کی کمی کے شکار بہت سے لوگوں کو اتنی جرأت دے دی کہ وہ حدیث جابر کو موضوع کہنے لگے، کیونکہ حدیث جابر کی ایک ہی سند امام عبدالرزاق کی روایت ہے، اور عبدالرزاق وہ شخصیت ہیں جن کے ساتھ ان کی مصنّف میں ذکر کی گئی کسی حدیث پر اس کی سند کے عالی اور امام عبدالرزاق کے زمانہ نبوی سے قریب ہونے کے باعث کلام نہیں کیا جاتا۔

مسلمانوں کے ضائع شدہ علمی ورثہ کے ساتھ جب مصنّف کا یہ جز بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو خلافت راشدہ کے دور سے آج تک مسلمانوں کے درمیان موجود اسلام دشمنوں کو موقع مل گیا کہ وہ مصنف عبدالرزاق کے اس حصے کو نظروں سے اوجھل کر کے حدیث نور کو جعلی قرار دے دیں، تاکہ وہ ایک خطرناک کوتاہی کے بعد بارگاہ رسالت مآب میں منفی گفتگو کر سکیں، جبکہ حدیثِ نور مسلمانوں کے لیے دین کی طرف رجوع اور حب رسول ﷺ تک رسائی کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے، اور مصنف عبد الرزاق کے اس حصے کی گمشدگی سے اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت واضح ہوئی، اگر یہ حصہ گم نہ ہوا ہوتا تو شاید اہل محبت کی ہمتیں سرگرم نہ ہوتیں اور دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ کے اس مرتبہ ومقام کو اجاگر کرنے کے لیے کانفرنسیں نہ ہوتیں جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے پسند فرمایا۔

آج اسلامی دنیا کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا حضور ﷺ کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں، کیونکہ جب انسان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دوری شدت اختیار کر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس انسان کو صرف حضور ﷺ کے توسل سے قبول فرماتا ہے، اس لیے مصنف عبدالرزاق کے گمشدہ حصے کا نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کرنے والوں کے انکار کے بعد ظاہر ہونا اس بات

کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے باطن میں نور پنہاں رکھا، اور آپ کے ظاہر کو بھی اپنی مشیت اور رضا کے ساتھ نور سے آراستہ فرمایا، اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جس نے نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ کے منافی عقیدے کو اپنایا اس کے عقیدے کے غلط ہونے پر مصنف عبدالرزاق کی عالی سند والی حدیث صریح دلیل ہے۔

میں ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا شیخ المحدثین امام ابوبکر عبدالرزاق الصنعانی کی مصنّف کے گمشدہ حصے کی بازیابی میں کچھ بھی حصہ تھا، وہ شخصیات:

حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی

حاجی محمد رفیق برکاتی

اور فضیلة الشيخ علامه ڈاکٹر عیسیٰ بن عبدالله بن محمدبن مانع الحمیری ہیں اور ڈاکٹر عیسیٰ نے مصنف کے گمشدہ حصے پر بہترین تحقیق پیش کی ہے، اور میں اپنے بڑے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کو عربی میں شائع کرنے کے بعد اردو میں بھی شائع کیا، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اجر وثواب اور ہماری طرف سے بہت زیادہ شکر اور احسان مندی ہے، کیونکہ جس نے بندوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

ترجمه	**تحریر**
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری	ڈاکٹر شہاب الدین فرفور
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی، اسلامیات	چیئرمین شعبہ عربی واسلامیات
جی سی یونیورسٹی آف فیصل آباد۔ فیصل آباد	منہاج القرآن یونیورسٹی
یکم محرم الحرام ۱۴۲۷ھ/2006ء	لاہور، پاکستان



مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لئے جس نے فرمایا ہے:

اللہ نور السموات والارض، مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ. (۱)

اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے، اس کے نور کی مثال اس طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو، وہ چراغ شیشے کی ایک قندیل میں ہو اور وہ قندیل گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہو، وہ چراغ برکت والے زیتون کے درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے، جو نہ تو مشرق کی طرف جھکا ہوا ہے اور نہ مغرب کی طرف، قریب ہے کہ اس کا تیل جگمگا اٹھے، اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے، نور ہی نور ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف راہنمائی فرما دیتا ہے۔

اور صلوٰۃ و سلام ہو کامل ترین ہستی اور کائنات کا احاطہ کرنے والے نور پر، جو ابتداؤں کے نور اور انتہاؤں کے خاتم ہیں، ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے

(۱)۔ سورۃ النور ۲۴/۳۵

کائنات کے سربستہ رازوں کو کھولا اور زمان و مکان کی حقیقت کو ظاہر فرمایا اور انہیں تمام انسانوں اور جنوں کا سردار بنایا۔

امابعد:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ ''حدیث نور'' کے بارے میں بڑا قیل و قال پایا جاتا ہے، یہ وہ حدیث ہے جسے سیرت طیبہ کے بہت سے مصنفین نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، اور اس کی سند بیان کئے بغیر مصنف عبدالرزاق کا حوالہ دیا ہے۔

ہمارے اکابر علماء مثلاً حافظ العصر احمد ابن الصدیق الغماری اور علامہ شیخ عمر حمدان محدث حرمین مقدس رحمہما اللہ تعالیٰ نے ''حدیث جابر'' کے جہاں جہاں ملنے کی توقع تھی وہاں وہاں اسے تلاش کیا، بلکہ انہوں نے یمن شریف کے سفر کا ارادہ بھی کیا، کیونکہ انہیں اطلاع ملی تھی کہ وہاں مصنف کا مخطوطہ موجود ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تھا کہ وہ شمالی یمن کا سفر کرتے۔ بعض محققین نے سفر کرکے یمن جانے اور مصنف کے نادر نسخے کی تلاش کی کوشش بھی کی، لیکن وہاں تک ان کی رسائی نہ ہو سکی۔(۱) میں نے بعض محققین سے درخواست کی کہ اس کا مکمل نسخہ جہاں جہاں کی امید ہو وہاں اسے وہاں تلاش کریں، خصوصاً استنبول (ترکی) کی لائبریریوں میں، مجھے انہوں نے بتایا کہ انہیں ترکی میں مصنف عبدالرزاق کے کئی نسخوں کا سراغ ملا ہے، لیکن ان کا کچھ حصہ ابتدا سے اور کچھ درمیان سے غائب ہے، یہی حال اس نسخے کا ہے جو علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ (بیروت سے) چھپا ہوا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے۔(۲)

(۱) راقم نے ایک دفعہ عالمی مبلغ اسلام اور عظیم شیخ طریقت شیخ سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی کو عرض کیا کہ آپ دنیا کے ممالک میں جاتے رہتے ہیں، سنا ہے یمن کے شہر صنعا میں ایک شخص کے پاس امام عبدالرزاق کا لکھا ہوا مصنف کا نسخہ ہے، براہ کرم اس سے رابطہ کریں، انہوں نے فرمایا وہ شخص کسی کو دکھاتا ہی نہیں ہے۔ ۱۲ اشرف قادری

(۲) کہتے ہیں جو چیز طلب کے بعد حاصل ہو اس کی قدر زیادہ ہوتی ہے، اگر ابتدا ہی میں مصنف کا مکمل نسخہ اور اس میں حدیث نور'' مل جاتی تو ملت اسلامیہ کو وہ مسرت اور شادمانی حاصل نہ ہوتی، جو دیوانہ وار کوششوں، ہزاروں دعاؤں، ارمانوں اور امنگوں کے بعد ملنے پر حاصل ہو رہی ہے۔ ۱۲ اشرف قادری

میرا مشغلہ ہی یہ بن گیا تھا کہ میں اسے جگہ جگہ تلاش کرتا رہتا، بابرکت دنوں اور نزول
رحمت کے مقامات پر اللہ کے بندوں کے ساتھ مل کر دعائیں کرتا، خصوصاً نبی اکرم ﷺ کے
روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت مواجھۂ عالیہ میں کھڑا ہو کر دعائیں مانگتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
کی رحمت شامل حال ہوئی اور اس کریم نے ہمیں مصنف عبدالرزاق کا وہ نادر و نایاب نسخہ اور
خاص طور پر پہلی اور دوسری جلد عطا فرمادی، ہم اس کے اس احسان و کرم کا شکریہ کس طرح ادا
کریں؟ یہ تحفہ ہمیں ایک مرد صالح (یکے از اولیائے کرام) ہمارے دینی بھائی فاضل علامہ
ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی قادری حفظہ اللہ تعالیٰ (امام احمد رضا بریلوی کے پیر خانے کے
موجودہ سجادہ نشین اور علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر) کے ذریعے موصول ہوا۔ (اور ہمارے
دل مسرت و شادمانی سے لبریز ہوگئے)۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمیں اس نسخے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ
''حدیثِ نور'' بھی مل گئی اور اس کی سند بھی مل گئی۔(۱) اور چھپے ہوئے نسخے اور قلمی نسخے کے
مقابلے سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ (بیروت سے) چھپے ہوئے نسخے کی ابتدا سے دس باب غائب
ہیں، جیسے کہ قارئین کرام کو اس تحقیق میں دونوں نسخوں کے مقابلے سے معلوم ہو جائے گا۔

یہ بھی واضح ہوگیا کہ ''حدیثِ نور'' صحیح ہے، جسے امام عبدالرزاق، معمر سے وہ ابن منکدر
سے اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، ''
فرماتے ہیں کہ:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے
پہلے کس چیز کو پیدا کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: جابر! وہ تمہارے نبی کا نور تھا''۔

ہم پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوگئی کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سب سے

(۱) بلکہ نبی اکرم ﷺ کے کثیف سائے کی نفی کی روایت بھی اپنی سند کے ساتھ مل گئی، والحمد للہ تعالیٰ ۱۲ اشرف قادری

پہلی مخلوق ہیں، یعنی عالم ارواح میں سب سے پہلے آپ کی روح اقدس پیدا کی گئی اور عالمِ
اجسام میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم مبارک پیدا کیا گیا، کیونکہ حضرت آدم
علیہ السلام آپ کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہیں اور روح کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مظہر پہلے
ظاہر ہو، اس لئے حضرت آدم علیہ السلام عالم تصویر و تدبیر میں پہلے ظاہر ہوئے اور عالم امر اور
تقدیر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پہلے تھے، کیونکہ آپ حقیقتوں کی حقیقت، اور تمام مغربوں میں
مشرقوں کے سراج منیر ہیں۔

حدیث جابر تو گویا آیتِ مشکوٰۃ (جو مقدمے کی ابتدا میں لکھی گئی ہے) کی تفسیر ہے،
حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنی قلمی کتاب (المولد النبوی) میں اس آیت کی تفسیر
احادیث مبارکہ سے کی ہے اور ہم نے وہ روایات تخریج کے ساتھ اپنی کتاب (نور البدایات و
ختم النہایات) میں بیان کردی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اپنی جناب کے ان علماء کے زمرے میں شامل فرما
دے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق کو ظاہر اور باطل کو خائب و خاسر کیا ہے اور ہمیں اس
شریعت مقدسہ کے خادموں میں قبول فرمائے۔

اس مقدمہ کو ختم کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس گوہر گراں مایہ کی تحقیق کے بارے
میں کچھ عرض کردوں:

(۱)۔ میں نے اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق احادیث کے حوالے درج کئے ہیں۔

(۲)۔ جب مجھے کسی حدیث کا حوالہ نہیں ملا تو میں نے سند پر گفتگو کر کے اس پر حکم لگادیا
ہے کہ وہ کس مرتبے کی حدیث ہے۔

(۳)۔ کم استعمال ہونے والے الفاظ کے معانی کی مختصر وضاحت کی ہے، البتہ ضرورت
کے وقت لمبی گفتگو بھی کی ہے۔

(۴)۔ آخر میں حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات کی فہرست مرتب کی ہے۔

علم شریف کا خادم

ڈاکٹر عیسیٰ ابن عبداللہ ابن محمد بن مانع حمیری

سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف وامور اسلامیہ، دبئی

پرنسپل امام مالک کالج برائے شریعت وقانون، دبئی



مخطوطے کا تعارف

مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ اسے اسحاق بن عبدالرحمن سلیمانی نے نقل کیا، یہ نقل ۹ رمضان المبارک سن ۹۳۳ ہجری کو بروز پیر بغداد شریف میں مکمل ہوئی ـــ اللہ تعالیٰ بغداد مقدس کو ظالموں کے پنجے سے رہائی عطا فرمائے۔

پہلی جلد ایک سو تراسی (۱۸۳) اوراق پر مشتمل ہے، رسم الخط معمول کے مطابق ہے، اس پر نقطے لگائے ہوئے ہیں، اس کا تعلق دسویں صدی ہجری سے ہے، اس زمانے کی تحریرات کے ساتھ مقابلہ کرنے اور تحقیق کے بعد ہی ہماری محتاط رائے قائم ہوئی ہے، جیسے کہ مخطوط (ا)، (ب)، (ج) میں واضح کیا گیا ہے۔ اس مخطوطے کے ابواب کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱)۔ باب فی تخلیق نور محمد ﷺ۔ — نور مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق کے بیان میں۔

(۲)۔ باب فی الوضوء. — وضو کے بارے میں۔

(۳)۔ باب فی التسمیة فی الوضوء. — وضو میں بسم اللہ شریف پڑھنے کے بارے میں۔

(۴)۔ باب إذا فرغ من الوضوء. — جب وضو سے فارغ ہو۔

(۵)۔ باب فی کیفیة الوضوء. — وضو کی کیفیت کے بیان میں۔

(۶)۔ بـاب فی غسل اللحیة فی الوضوء۔ — وضو میں داڑھی کے دھونے کے بیان میں۔

(۷)۔ بـاب فی تخلیل اللحیة فی الوضوء۔ — وضو میں داڑھی کے خلال کے بیان میں۔

(۸)۔ بـاب فی مسح الرأس فی الوضوء۔ — وضو میں سر کے مسح کے بیان میں۔

(۹)۔ باب فی کیفیة المسح۔ — مسح کے طریقے کے بیان میں۔

(۱۰)۔ باب فی مسح الأذنین۔ — کانوں کے مسح کے بیان میں۔

(۱۱)۔ بـاب فـی غسـل الذراعین۔ — کلائیوں کے دھونے کے بیان میں۔

یہ وہ باب ہے جس سے (بیروت کے) مطبوعہ نسخے کی ابتدا ہوئی ہے، اس کا مطلب ہوا کہ مطبوعہ نسخہ مکمل نہیں بلکہ ناقص ہے اور اس کی ابتدا سے دس باب غائب ہیں۔

قلمی نسخے کی پہلی جلد کا مطبوعہ نسخے کے ساتھ مقابلہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آ ہے کہ قلمی نسخہ عام طور پر مطبوعہ نسخے سے زیادہ صحیح ہے، خصوصاً اعظمی صاحب کی تحقیق کے سا چھپنے والے نسخے میں بعض الفاظ محقق کی گرفت میں نہیں آسکے تھے، وہ اس مخطوطے کے ذر واضح ہوگئے ہیں۔

مثلاً (باب سؤر المرأة) میں حدیث نمبر ۳۸۴ ہے:

عن ابن جریج قال: قلت لعطاء: لقیت المرأة علی الماء.

جب کہ مخطوطے میں ہے (تـغیب المرأة) اور یہی صحیح ہے، ایمن ازھری کی تحقیق

(۱)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "مصنف" پر دو فاضلوں نے تحقیق کی ہے اور دونوں نسخے چھپے ہوئے ہیں۔۱۲ اشرف

اس کی تائید کرتا ہے۔

اسی طرح (بـاب الـمسح بالرأس) میں حدیث نمبر ۸ کے مطبوعہ نسخے میں یہ الفاظ ہیں (عن ابن عمر انه کان یمسح رأسه مرة) جب کہ مخطوط نسخے میں ہے۔ (مرة واحدة)

اسی طرح تحقیق کے ساتھ چھپے ہوئے دونوں نسخوں میں (بـاب الـمسح بالأذنین) میں حدیث نمبر ۲۵ کے بعد یہ سند نہیں ہے، جب کہ مخطوط نسخے میں درج ذیل سند موجود ہے۔

(عبدالرزاق عن ابن جریج قال أخبرنی نافع عن ابن عمر مثله)

مخطوطے کی پہلی جلد درج ذیل باب اور حدیث پر مکمل ہوئی ہے، (بـــاب وضـوء الـمـریض) یہ باب مریض کے وضو کے بیان میں ہے، عبدالرزاق روایت کرتے ہیں معمر سے وہ ابن ابی نجیح سے اور وہ مجاہد سے وہ اس آیت کریمہ (وان کنتم مـرضی او علی سـفر او جاء احد منکم من الغائط) کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ جسے جنابت لاحق ہو جائے اور اسے پانی کے استعمال کرنے سے جان کا خطرہ ہو تو جس طرح مسافر کو پانی نہ ملے تو اسے تیمم کی اجازت ہے، اسی طرح بیمار کے لیے بھی تیمم کی اجازت ہے۔

ایک باب ہے (بـاب من قال لا یتوضا مما مست النار) جو حضرات کہتے ہیں کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم نہیں آتا، اس میں حدیث نمبر ۶۵۴ میں یہ الفاظ ہیں (فیقرب عشاء ہ) جب کہ مخطوط نسخے میں ہے (فیقرب لنا عشاء ہ)

(باب الدود یخرج من الانسان) میں حدیث نمبر ۶۳۲ یہ ہے: عبدالرزاق عن الثوری عن رجل عن عطاء (مثله) دونوں مطبوعہ نسخوں میں لفظ (مثله) نہیں ہے، جب کہ مخطوط نسخے میں موجود ہے اور ایمن ازہری نے بھی اس کی نشاندہی کی ہے۔

(بـاب من قال لا یتوضا مما مست النار) کی حدیث نمبر ۶۴۴، چھپے ہوئے نسخے میں اس طرح ہے:

"عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عمرو بن امية الضمری عن ابيه انه رأی رسول الله صلی الله عليه وسلم احتز من كتف فاكل".

لیکن قلمی نسخے میں اس طرح ہے:

"عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن جعفر بن عمرو ابن أمية عن ابيه انه رأی رسول الله صلی الله عليه وسلم".

(ایک راوی (جعفر) کا نام شائع ہونے سے رہ گیا ہے، جبکہ قلمی نسخے میں موجود ہے اور یہی صحیح ہے، جیسے کہ "مصنف" کے محقق ایمن نصر الدین ازہری نے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا کہ لفظ (جعفر) اصل نسخے سے غائب ہے، لیکن ہم نے سنن ترمذی اور مسند امام احمد کی مدد سے اسے درست کر دیا ہے، اور نسخہ (ع) میں عمرو بن أمية ہے، دیکھئے ازہری کی تحقیق والا نسخہ۔ (۱/۱۲۷)

ایک باب ہے (باب من قال لا يتوضأ مماسست النار) اس میں حدیث نمبر ۶۵۱ یہ ہے: عن ابن المنكدر قال: سمعته يحدث عن جابر (أنه كان أكل عمر من جفنة ثم قام فصلی ولم يتوضأ) جب کہ مخطوط نسخے میں ہے (أنه قال: أكل عمر من جفنة) (یعنی اس میں لفظ كان نہیں بلکہ قال ہے) اور یہی صحیح ہے اور عبارت کا سیاق اسی کی تائید کرتا ہے، مصنف کے محقق ایمن ازہری نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، دیکھئے۔ (۱/۱۳۱)

(باب الرجل يحدث بين ظهرانی وضوئه) چھپے ہوئے نسخے میں حدیث نمبر ۷۰۴ اس طرح ہے: عن ابن جريج قال: قال عطاء: إن توضأ رجلٌ ففرغ من بعض أعضائه وبقی بعض فأحدث، وضوء مستقبل.

لیکن قلمی نسخے میں یہ اس طرح ہے: عن ابن جريج قال: قلت لعطاء إن توضأ

رجل ففرغ من بعض أعضائه وبقی بعض فأحدث، قال: عليه وضوء مستقبل. (یعنی مطبوعہ نسخے میں "قال: عليه" کے الفاظ غائب ہیں)

اور صحیح وہی ہے جو قلمی نسخے میں ہے۔

پھر قلمی نسخے میں ابواب ترتیب وار ہیں اور احادیث ابواب کے مطابق ہیں، جب کہ مطبوعہ نسخے میں باب تو ہے (باب القول اذا فرغ من الوضوء) لیکن اس کے تحت اس شخص سے متعلق احادیث لائی گئی ہیں جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں، اسی طرح باب ہے اس شخص کے وضو کا جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں، اس کے تحت وضو سے فارغ ہونے سے متعلق احادیث درج کر دی گئی ہیں۔ اس سے مطبوعہ نسخے کی بے ترتیبی کا پتا چلتا ہے، دیکھئے مطبوعہ نسخہ حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ (۱/۱۸۵)، البتہ ازہری نے اس غلطی کا ازالہ کر دیا ہے (۱/۱۳۵)۔

مخطوط میں ہے: نعيم بن هبار، جب کہ مطبوعہ نسخے میں ہے۔ نعيم بن حمار (۱۰/۱۸۷) کہا جاتا ہے کہ اس راوی کو ابن حمار، ابن هبار، ابن همار، ابن هدار اور ابن خمار کہا جاتا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ "همار" ہے جیسے کہ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں بیان کیا، ابن حجر نے اصابہ (۱۰/۱۸۷) میں اس کی تائید کی، دیکھئے حدیث نمبر ۷۳۷ (باب المسح علی الخفين و العمامة) (اس میں نعيم بن حمار ہے)

(باب المسح علی الخفين) کے تحت حدیث نمبر ۷۲۶ کے مطبوعہ نسخے میں یہ الفاظ ہیں۔ (فلم أرجع اليه شيئا) جب کہ مخطوط میں ہے: (فلم أرجع اليه فی شیء فی شأن الخفين) اور یہی درست ہے۔

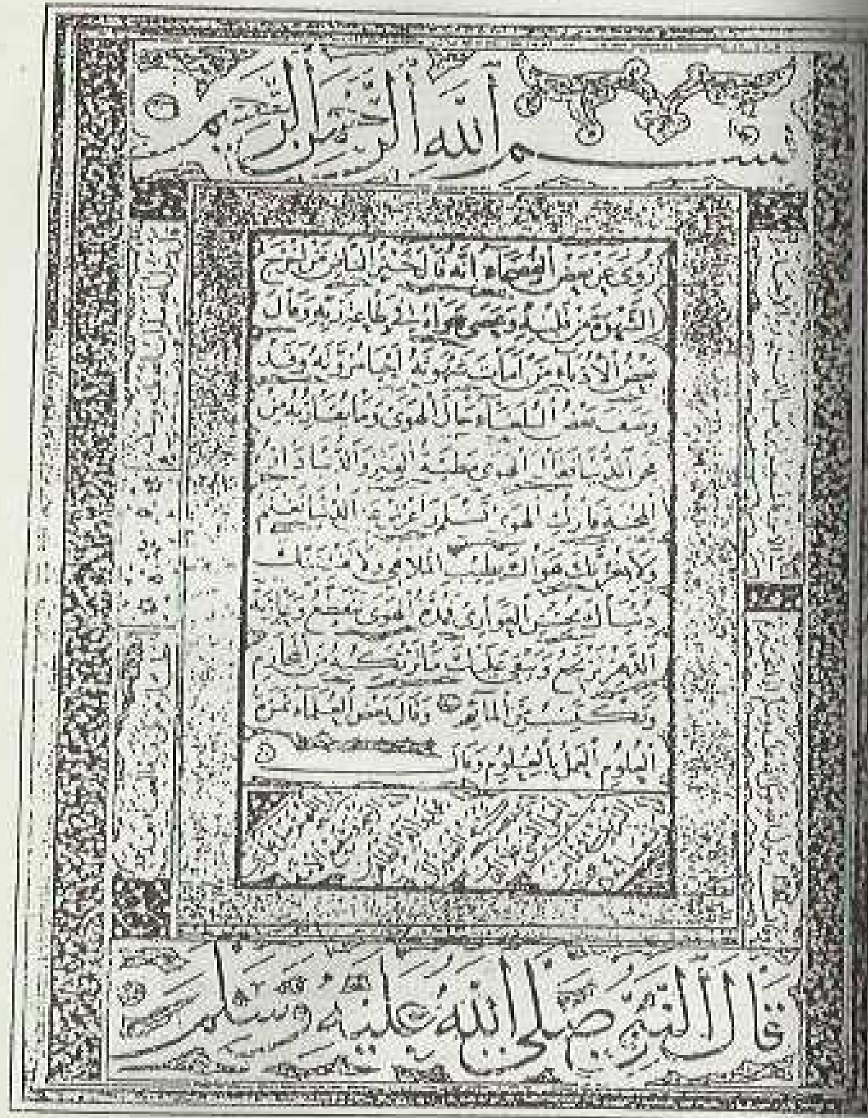
پھر مخطوط کے ہر صفحے پر سولہ سطریں ہیں، جب کہ پہلے صفحے اور مخطوط کے بعض درمیانی

صور المخطوطة

صفحات پر تیرہ تیرہ سطریں ہیں، اور ہر سطر میں گیارہ سے تیرہ تک کلمات ہیں، میں نے پہلی جلد کا مقابلہ کیا تو اس میں ایک بھی لغوی غلطی سامنے نہیں آئی۔

یہ وہ تحقیق ہے جو مخطوطہ کے مطالعہ کرنے سے ہمارے سامنے آئی ہے، ہمارے سامنے جو نسخہ ہے اس پر کسی سماع وغیرہ کی نشاندہی نہیں کی گئی، یہ کامل نسخہ ہے، اس کی صرف پہلی اور دوسری جلد میری ملکیت میں ہے، فیصلہ قارئین اور ماہرین پر چھوڑتا ہوں اور ان کے سامنے گزشتہ حصہ رکھتا ہوں، امید ہے کہ قارئین کرام مقابلہ کرتے وقت جو نئی بات نوٹ کریں گے اس سے مجھے مطلع کریں گے، اللہ تعالیٰ ہی ہمارے مقصد کو صحیح طور پر جانتا ہے اور وہ بہترین یار ومددگار ہے۔





بسم الله الرحمن الرحيم

قال النبي صلى الله عليه وسلم

Ali Tebrizi

Tezkerelerde adına rastlanmayan bu hattatın XVI. yüzyılda yaşadığı anlaşılıyor.

(Yazının altında H. 980 (M. 1572) tarihi vardır.

Hümâyunda yetişti. Oradan çıktıktan sonra İkinci Kapucubaşı ve H. 960 min cal'lliği yüzünden öldüğü söylenir. Eyüp'de toprağa verilmiştir.



رب يسر ولا تعسر وتمم بالخير

بسم الله الرحمن الرحيم

الصفحة الأولى من المخطوطة

كتبه المذنب الفقير حمد الله المعروف
بابن الشيخ في أوان شيبته مع اشتعال اشعره
وارتعاش رأسه واعتلال بدنه رحم الله من
رحم فدعا وغفر وعفا ۝ ووقع الفراغ
من تسميته بحسن عون الله وتوفيقه في أوائل ربيع
الآخر سنة أربع عشر وتسعمائة حامدا لله تعالى
ومصليا على نبيه وحبيبه محمد وآله الطيبين
الطاهرين أجمعين ۝ ووقع التذهيب
والتزيين على يد العبد الضعيف المذهب
الذي هو من مملوكي ذلك السلطان خلد الله
تعالى ملكه وسلطانه حسن بن عبد الله

Şeyh Hamd-ullah'ın nesih hatla yazdığı *Mushaf-ı Şerif*'in ketebe sahifesi. İÜK A. nr. 666[illegible]

Hâfız Erzurûmî

Devrinin seçkin hat üstadlarından biri idi. Derviş Ali gibi büyük bir hattat ondan feyz alarak yetişmiştir.

ابن جبير قال • عبد الرزاق عن معمر عن ابن أبي نجيح عن
مجاهد قال سمعته يقول في هذه الآية وإن كنتم مرضى أو
على سفر أو جاء أحد منكم من الغائط قال هي للمريض تصيبه
الجنابة إذا خاف على نفسه فله الرخصة في التيمم مثل
المسافر إذا لم يجد الماء • تم الجزء الأول من مصنف عبد
الرزاق بن همام الصنعاني ويليه الجزء الثاني
ويبدأ بباب إذا لم يجد الماء وقد تم الفراغ
من نسخه ضحى يوم الاثنين التاسع
من شهر رمضان الميمون سنة ثلاث
وثلاثين وتسعمائة من هجرة سيد
المرسلين وأفضل الخلق أجمعين
صلى الله عليه وسلم
في بغداد المحروسة على
يد الفقير إسحق ابن
عبد الرحمن السليماني
غفر الله له ولوالديه

الصفحة الأخيرة من المخطوطة

تذکرہ امام عبدالرزاق صنعانی (۱)

نام، نسب اور تعلیم:

حافظ الحدیث امام ابوبکر عبدالرزاق، بن ہمام، بن نافع الحمیری الصنعانی الیمنی، ثقہ حفاظ حدیث اور اصحاب تصانیف میں سے تھے، ۱۲۶ھ میں صنعا (یمن) کے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت والے گھرانے میں پیدا ہوئے، ان کے والد یمن کے عبادت گزار اور اولیاء میں سے تھے، انہوں نے ساٹھ سے زیادہ حج کئے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ یمن ہی میں پلے بڑھے، وہاں کے اکابر علماء مثلاً والد ماجد، امام بن نافع اور معمر بن راشد سے علم حاصل کیا، سات سال معمر بن راشد سے استفادہ کرتے رہے، پھر علم حاصل کرنے اور تجارت کی غرض سے حجاز مقدس، شام اور عراق چلے گئے۔

مشائخ:

امام عبدالرزاق نے اپنے زمانے کے بہت سے مشائخ سے علم حاصل کیا، اکابر ائمہ سے استفادہ کرنے کے لئے دوسرے شہروں کا سفر کیا اور کثیر التعداد مشائخ سے روایت کی،

---

(۱) ان کے تذکرے کے لیے دیکھیے۔
الطبقات الکبری، ابن سعد (۵۴۸/۵) تاریخ کبیر امام بخاری (۱۳۰/۶) الجرح والتعدیل (۳۸/۶) الثقات، ابن حبان (۴۱۲/۸) میزان الاعتدال (۶۰۹/۲) المغنی (۳۹۳/۲) الکاشف (۱۷۱/۲) تاریخ الاسلام (وفیات ۲۱۱_۲۲۰) تہذیب التہذیب (۵۷۲/۲) تقریب التہذیب (۱۱۸۳) لسان المیزان (۴۸۷/۷) شذرات الذہب (۲۷/۲) الکنی والاسماء (۱۱۹/۱) الکامل فی الضعفاء، ابن عدی (۱۹۴۸/۵) رجال صحیح البخاری، کلاباذی (۴۹۶/۲) رجال صحیح مسلم، ابن منجویہ (۸/۲) الجمع بین الصحیحین (۳۲۸) الکامل فی التاریخ (۳۰۶/۶) التبصرۃ (۱۷۰/۳) وفیات الاعیان (۲۱۶/۳) تہذیب الکمال (۵۲/۱۸) البدایہ والنہایہ (۲۶۵/۱۰) شرح علل الترمذی، ابن رجب (۵۷۷/۲) النجوم الزاہرۃ (۲۰۲/۲) التاریخ از ابن معین بروایۃ الدوری (۳۶۲/۲) العیون والحقائق (۳۷۱/۳)

چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں: (۱)

(۱)۔ امام حافظ الحدیث معمر بن راشد ازدی، ان کی کنیت ابو عروہ، اور والد کی کنیت ابو عمرو بصری تھی، امام حسن بصری کے جنازے میں شریک ہوئے۔ انہوں نے علم حاصل کیا اور حدیث شریف کی روایت کی۔

ابو حاتم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''سند حدیث چھ مشائخ پر ختم تھی، معمر نے ان سے ملاقات کی اور ان سے حدیث لکھی، میرے علم میں نہیں ہے کہ معمر کے علاوہ کسی نے ان سب سے حدیث حاصل کی ہو، حجاز سے (۱) زہری اور (۲) عمرو بن دینار، کوفہ سے (۳) ابو اسحاق اور (۴) اعمش، بصرہ سے (۵) قتادہ اور یمامہ سے (۶) یحییٰ ابن کثیر، معمر کی وفات ماہ رمضان ۱۵۴ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (۲)

(۲)۔ حافظ الحدیث امام ابو عبداللہ سفیان بن سعید ثوری کوفی، اپنے زمانے میں باعمل علماء کے سردار تھے، صحاح ستہ کے مصنفین نے ان کی روایات اپنی کتابوں میں درج کی ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان کے اساتذہ کی تعداد چھ سو ہے، ان کے شاگردوں اور ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے، حافظ ابو بکر خطیب فرماتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام اور اکابر علماء دین میں سے تھے، ان کی امانت و دیانت پر اجماع ہے، لہٰذا ان کے تزکیے کی ضرورت نہیں ہے، حافظہ اور یادداشت مضبوط تھی، معرفت وسیع، ضبط مستحکم تھا اور صاحب زہد و ورع تھے، ۱۶۱ھ میں بصرہ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (۳)

(۱)۔ یاد رہے کہ امام عبدالرزاق امام ابو حنیفہ کے بھی شاگرد ہیں، دیکھئے عقود الجمان از علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی صفحہ ۱۳۹۔۱۴۲، شرف قادری

(۲)۔ الجرح والتعدیل۔ (۲۵۶/۸)

نوٹ: ان کا تذکرہ دیکھئے تہذیب التہذیب۔ (۱۲۷/۱۲) تہذیب الکمال (۳۰۳/۲۸) اور سیر اعلام النبلاء۔ (۵/۷)

(۳)۔ تہذیب التہذیب (۵۶/۲) تہذیب الکمال (۱۵۴/۱۱) اور سیر اعلام النبلاء، (۲۲۹/۷)

(۳)۔ حافظ الحدیث امام ابو محمد سفیان بن عیینہ کوفی، علم حدیث حاصل کیا اور نو عمری ہی میں اسے روایت کرنا شروع کر دیا، اکابر علماء و مشائخ سے ملاقات ہوئی اور ان سے وسیع علم حاصل کیا، اسے خوب اچھی طرح محفوظ کیا، تصنیف و تالیف کا کام کیا اور طویل عمر پائی۔

بے شمار مخلوق خدا نے ان سے علم حاصل کیا، سند کی بلندی ان پر ختم تھی، دور دراز کے شہروں سے لوگ سفر کر کے ان کے پاس حاضر ہوتے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے بڑا عالم اور مفتی نہیں دیکھا، ماہ رجب ۱۹۸ھ میں دنیا سے رحلت ہوئے اور حجون میں دفن کیے گئے۔ (۱)

(۴)۔ شیخ الاسلام، امام ابو عبداللہ مالک بن انس حمیری اصبحی، امام دار الہجرۃ اور صاحب الموطا ۹۳ھ میں پیدا ہوئے، اسی سال رسول اللہ ﷺ کے خادم حضرت انس کی وفات ہوئی، اس سال سے کچھ زیادہ عمر تھی جب انہوں نے علم حاصل کرنا شروع کیا، اکیس سال کی عمر میں انہیں فتویٰ دینے اور مسند تدریس سجانے کے لائق قرار دے دیا گیا، دور دراز سے علم کے پیاسے ان کی خدمت میں اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے حاضر ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قریب ہے کہ لوگ دور دراز سے اونٹوں پر سفر کر کے علم حاصل کرنے کے لئے آئیں گے تو انہیں عالم مدینہ سے بڑا کوئی عالم نہیں ملے گا۔ (۲)

ابن عیینہ سے عالم مدینہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد امام مالک بن انس ہیں، ماہ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (۳)

(۱)۔ تہذیب التہذیب (۵۹/۴) تہذیب الکمال (۱۷۷/۱۱) اور سیر اعلام النبلاء، (۴۵۴/۸)

(۲)۔ مسند امام احمد (۲۸۵/۲) امام ترمذی (۴۷/۵) باب ما جاء فی عالم المدینہ، مستدرک حاکم۔ (۱۶۸/۱) صحیح ابن حبان (۵۲/۹)

(۳)۔ تہذیب التہذیب (۶/۴) تہذیب الکمال (۹۱/۲۷) اور سیر اعلام النبلاء، (۴۸/۸)

(۵)۔ حافظ الحدیث امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جُریج اُموی مکی، صاحب تصانیف کثیرہ، کہا گیا ہے کہ وہ پہلے عالم ہیں جنہوں نے مکہ معظمہ میں علم کو مرتب کیا، انہوں نے حضرت عطاء، نافع مولی ابن عمر، عکرمہ وغیرھم سے حدیث روایت کی، صحاح ستہ، مسند امام احمد اور معجم طبرانی اور الاجزاء میں ان کی روایات وافر مقدار میں موجود ہیں، امام ابن جریج تہجد گزار اور بکثرت عبادت کرنے والے بزرگ تھے، علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے غور کیا تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ سند کا مرکز ومحور چھ حضرات ہیں، ان چھ حضرات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: ''ان حضرات کا علم، اصحاب تصنیف کی طرف منتقل ہوگیا، جن میں سے اہل مکہ میں عبدالملک بن جُریج تھے، ان کی کنیت ابوالولید تھی، ۱۴۹ھ میں انتقال ہوا''۔(۱)

(۶)۔ حافظ الحدیث امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک حنظلی مروزی اکابر علماء میں سے تھے اور اپنے زمانے میں ''امیر المتقین'' تھے، سفر کر کے حرمین شریفین، شام، مصر، عراق، جزیرہ اور خراسان گئے اور ہر جگہ حدیث کی روایت کی، ان کی روایت کردہ حدیث بالاتفاق حجت ہے، ان کی روایات مسانید اور اصول میں موجود ہیں، انہوں نے متعدد مفید کتابیں لکھیں، مثلاً کتاب الزھد والرقائق، کتاب الجہاد اور مسند، حاکم فرماتے ہیں وہ دنیا بھر میں امام العصر اور علم، زہد، شجاعت اور سخاوت میں افضل ترین شخصیت تھے، ماہ رمضان المبارک ۱۸۱ھ فرات کے کنارے ''ھیت مدینہ'' میں فوت ہوئے، وہاں ان کا مزار مبارک مشہور ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔(۲)

(۷)۔ امام ابوعمرو بن عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی اپنے زمانے میں شام کے محدثین اور فقہاء کے امام تھے، بڑے متقی، صاحب فضیلت وامانت اور وسیع علم والے عالم تھے، ان کا مستقل اور

(۱)۔تہذیب التہذیب (۲/۶۱۲) تہذیب الکمال (۱۸/۳۳۸) اور سیر اعلام النبلاء۔(۶/۳۲۵)

(۲)۔((تہذیب التہذیب (۲/۶۱۶) تہذیب الکمال (۶/۵) اور سیر اعلام النبلاء، (۶/۳۷۸)

مشہور مذہب تھا، اُس پر شام اور اندلس کے علماء نے عمل کیا، پھر وہ ناپید ہوگیا، امام احمد فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری اور اوزاعی امام مالک کے پاس حاضر ہوئے، جب وہ رخصت ہوئے تو انہوں نے فرمایا: ان دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی سے علم میں زیادہ ہے، لیکن امامت کے لائق نہیں اور دوسرا یعنی امام اوزاعی امامت کے لائق ہیں، ۱۵۷ھ میں دنیا سے رحلت فرما گئے۔(۱)

(۸)۔ امام زاہد فضیل بن عیاض بن مسعود تمیمی خراسانی، حرم کعبہ کے معتکف اور دنیا بھر کے اولیاء اور عبادت گزاروں میں سے ایک تھے، سمرقند میں پیدا ہوئے، کوفے میں حدیث شریف لکھی، پھر مکہ معظمہ چلے گئے اور ۱۸۷ھ میں وہاں انتقال ہوا۔(۲)

(۹)۔ فقیہ محدث ابویزید ثور بن یزید کلاعی حمصی، حمص کے عظیم عالم، ان کی بہت سی روایات بخاری شریف میں ہیں، مضبوط حافظے والے حافظ الحدیث تھے۔ ۱۵۳ھ میں اللہ تعالی کے جوار رحمت میں چلے گئے۔(۳)

ان کے چند دوسرے مشائخ کے نام یہ ہیں: اسرائیل بن یونس ابن ابی اسحاق السبیعی الکوفی، جعفر بن سلیمان الضبعی، زکریا بن اسحاق مکی، معتمر بن سلیمان، ابوبکر بن عیاش اور داؤد بن قیس الفراء۔ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے مشائخ ہیں جن کا تفصیلی ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔

تلامذہ:

امام عبدالرزاق سے بے شمار لوگوں نے علم حاصل کیا، جن کا تفصیلی احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، چند مشاہیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)۔تہذیب التہذیب (۲/۵۳۷) تہذیب الکمال (۷/۲۸۱) اور سیر اعلام النبلاء، (۷/۱۰۷)

(۲)۔تہذیب التہذیب (۳/۴۰۰) تہذیب الکمال (۲۳/۲۸۱) اور سیر اعلام النبلاء، (۸/۴۲۱)

(۳)۔تہذیب الکمال (۴/۴۱۸) اور سیر اعلام النبلاء، (۶/۳۴۴)

(۱)۔ شیخ الاسلام امام عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی مروزی، مشہور ائمہ (اور ائمہ اربعہ) میں سے ایک تھے، ماہ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے، پندرہ سال کی عمر میں تحصیل علم میں مصروف ہوئے، یہ وہی سال تھا جس میں امام مالک کی وفات ہوئی، امام شافعی نے فرمایا: میں بغداد سے نکلا تو میں نے اپنے پیچھے احمد بن حنبل سے بڑا عالم، ان سے بڑا فقیہ اور ان سے زیادہ کوئی متقی نہیں چھوڑا، ماہ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں ان کا وصال ہوا، وفات کے وقت انہوں نے وصیت کی کہ ان کی زبان پر نبی اکرم ﷺ کے مقدس بال رکھ دیے جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔(۱)

(۲)۔ امام ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد حنظلی مروزی معروف بابن راھویہ، مسلمانوں کے ائمہ اور علماء دین میں سے ایک جلیل القدر عالم اور حفاظ حدیث کے سردار تھے، علم حدیث، فقہ، حافظہ، صداقت اور زہد و ورع سب چیزیں ان میں جمع تھیں۔ ۱۶۱ھ میں پیدا ہوئے، عراق، حجاز مقدس، یمن اور شام کا سفر کیا، امام ابن خزیمہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر اسحاق تابعین کے زمانے میں ہوتے تو وہ ان کے حافظے، علم اور فقاہت کا اعتراف کرتے، ۲۳۸ھ میں سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔(۲)

(۳)۔ امام ابو زکریا یحییٰ ابن معین بن عون المری البغدادی، اکابر مشاہیر میں سے تھے، اپنے زمانے کے محدثین کے امام تھے اور اپنے معاصرین میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے، ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے، حافظ ابو بکر خطیب نے فرمایا: وہ امام، عالم، حافظ الحدیث، ثقہ اور مضبوط حافظے والے تھے، امام بخاری نے فرمایا: ۲۳۳ھ میں ان کی وفات ہوئی اور انہیں نبی اکرم ﷺ کے تختے پر غسل دیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔(۳)

(۱)۔ تہذیب التہذیب (۱/۴۳) تہذیب الکمال (۱/۳۲۷) اور سیر اعلام النبلاء (۱۱/۱۷۷)

(۲)۔ تہذیب التہذیب (۱/۱۱۲) تہذیب الکمال (۲/۳۷۳) سیر اعلام اعلام (۱۱/۳۵۸)

(۳)۔ تہذیب التہذیب (۴/۳۸۹) تہذیب الکمال (۱۳/۵۴۳) اور سیر اعلام النبلاء (۱۱/۷۱)

(۴)۔ امام ابو الحسن علی بن عبداللہ ابن جعفر بصری معروف بابن المدینی، یہ عروہ ابن عطیہ سعدی کے آزاد کردہ غلام اور کثیر التصانیف عالم تھے، ان کا علم بڑا وسیع تھا، بصرہ میں ۱۶۱ھ میں پیدا ہوئے، ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: ابن المدینی حدیث اور علل حدیث کی معرفت کے لحاظ سے لوگوں میں پہاڑ کی حیثیت رکھتے تھے، امام احمد بن حنبل بطور تعظیم ان کا نام نہیں لیتے تھے، بلکہ انہیں کنیت سے یاد کرتے تھے، میں نے کبھی نہیں سنا کہ امام احمد نے ان کا نام لیا ہو، ۲۳۴ھ میں "سامراء" میں ان کا وصال ہوا۔(۱)

(۵)۔ امام ابو عثمان عمرو بن محمد بن بکیر الناقد البغدادی، چند حفاظ حدیث میں سے ہیں، ان سے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ، ابو حاتم وغیرھم نے حدیث روایت کی ۲۳۲ھ میں بغداد میں وفات پائی۔(۲)

(۶)۔ امام ابو بکر احمد بن منصور بن سیار رمادی بغدادی، مضبوط حافظے والے حافظ الحدیث تھے، انہوں نے امام عبدالرزاق کی تصانیف کی ان سے روایت کی، انہوں نے اپنی تاریخ میں فرمایا: میں نے امام عبدالرزاق سے ۲۰۴ھ میں علم حاصل کیا، انہوں نے مسند لکھی، ابن مخلد فرماتے ہیں کہ رمادی جب بیمار ہوتے تو وہ بیماری کا علاج یوں کرتے کہ محدثین ان کے پاس آکر انہیں احادیث سناتے تھے۔ ۲۶۵ھ میں رحلت فرمائی۔(۳) رحمہ اللہ تعالیٰ

(۷)۔ حافظ الحدیث امام ابو بکر محمد بن ابان بن وزیر بلخی، معروف بہ حمدویہ، دس سال سے زیادہ عرصے تک حضرت وکیع کے پاس رہ کر احادیث لکھتے رہے، امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک شخص بلخ سے آیا، جسے محمد بن ابان کہا جاتا تھا، میں نے

(۱)۔ تہذیب التہذیب (۳/۱۷۹) تہذیب الکمال (۱۳/۵) اور سیر اعلام النبلاء (۱۱/۴۱)

(۲)۔ تہذیب التہذیب (۳/۴۰۱) تہذیب الکمال (۲۲/۲۱۳) اور سیر اعلام النبلاء (۱۱/۱۴۷)

(۳)۔ تہذیب التہذیب (۱/۳۸) تہذیب الکمال (۱/۴۹۲) اور سیر اعلام النبلاء (۱۲/۳۸۹)

اپنے والد سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے پہچان لیا اور بتایا کہ وہ ہمارے ساتھ عبدالرزاق سے پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ہم نے ان سے حدیث لکھی۔ ۲۴۵ھ میں میں ان کی وفات ہوئی۔(۱)

امام عبدالرزاق سے روایت کرنے والے بے شمار اہل علم میں سے چند نام یہ ہیں:
(۱) احمد بن ازہر نیشاپوری (۲) ابومسعود احمد بن الفرات رازی۔ (۳) احمد بن فضالہ نسائی۔ (۴) حسن بن علی خلال۔ (۵) اسحاق بن منصور کوسج۔ (۶) عبد بن حمید اور (۷) محمد بن رافع نیشاپوری وغیرھم۔

ان کے بارے میں ارباب علم کے تاثرات

ابوزرعہ دمشقی، ابوالحسن بن سُمیع سے اور وہ احمد بن صالح مصری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کیا آپ نے عبدالرزاق سے بہتر حدیث جاننے والا کوئی عالم دیکھا؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں، ابوزرعہ کہتے ہیں عبدالرزاق ان علماء میں سے ہیں جن کی حدیث معتبر ہے۔

ابوبکر اثرم امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرزاق جو حدیث معمر سے روایت کرتے ہیں وہ میرے نزدیک ان بصریوں کی روایت سے زیادہ محبوب ہے۔

ابن عدی نے کہا کہ عبدالرزاق کے بہت سے شعبے ہیں اور کثیر التعداد حدیثیں ہیں۔ مسلمانوں کے ائمہ اور مستند علماء سفر کر کے ان کے پاس گئے ہیں اور انہوں نے ان سے احادیث نوٹ کی ہیں، تاہم ان کی نسبت شیعہ ہونے کی طرف کی گئی ہے، انہوں نے فضائل میں کئی حدیثیں روایت کی ہیں جن کی موافقت دوسرے محدثین سے نہیں پائی گئی۔ یہ وہ بڑا

(۱)۔ تہذیب التہذیب (۳/۲۸۷) تہذیب الکمال (۲۳/۲۹۶) اور سیر اعلام النبلاء (۱۱/۱۱۷)

اعتراض ہے جو ان پر فضائل کی ان احادیث اور بعض لوگوں کے خلاف احادیث کی روایت کرنے کے سلسلے میں کیا گیا ہے، جہاں تک ان کے سچے ہونے کا تعلق ہے تو مجھے امید ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں ان کے بارے میں لکھا ہے: بڑے حافظ الحدیث، ان کے نامور عالم، مستند اور شیعہ عالم تھے، میزان میں ہے کہ وہ مشہور اور ثقہ عالم تھے۔

ابن حبان نے ''الثقات'' میں لکھا ہے کہ انہوں نے تصنیف و تالیف کا کام کیا، حدیثیں یاد کیں اور علمی مذاکرات کیے، جب وہ اپنی یادداشت سے حدیث بیان کرتے تو خطا کر جاتے تھے، علاوہ ازیں ان میں تشیُّع بھی پایا جاتا تھا۔

علامہ ابن حجر ''التقریب'' میں فرماتے ہیں: ثقہ، حافظ الحدیث، اور مشہور مصنف تھے، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے تو ان کے حافظے میں تبدیلی آ گئی تھی، شیعہ مائل تھے۔(وکان یتشیع)

میں کہتا ہوں کہ عبدالرزاق اہل سنت کے امام تھے، ان کا تشیُّع محمود تھا اور دلیل شرعی سے متجاوز نہیں تھا، ان سے نہ تو سب و شتم منقول ہے اور نہ ہی لعنت۔(۱)

(۱)۔ دور اول میں ''تشیع'' کے لفظ کا اطلاق اہل بیت کرام سے والہانہ محبت رکھنے والوں پر کیا جاتا تھا، جب کہ خلفاء ثلاثہ کے بے ادبوں اور گستاخوں کو رافضی کہا جاتا تھا، امام عبدالرزاق کے بارے میں امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بعض منسوبان شیعہ مثل عبدالرزاق محدث، صاحب ''مصنف'' نے باوصف تشیع، تفضیل شیخین اختیار کی اور کہا جب خود مولا (علی) کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ انہیں اپنے نفس کریم پر تفضیل دیتے تو مجھے اس اعتقاد سے کب مفر ہے؟ مجھے یہ گناہ کیا تھوڑا ہے کہ علی سے محبت رکھوں اور علی کا خلاف کروں؟

(اقامۃ القیامہ، مکتبہ قادریہ، لاہور صفحہ ۱۵ اور الصواعق المحرقہ از علامہ ابن حجر مکی صفحہ ۶۲)

امام احمد رضا بریلوی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل کے استاذ اور امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث، احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام۔

(مجموعہ رسائل (مسئلہ نور و سایہ) طبع لاہور صفحہ ۷)

۱۲۔ شرف قادری

تصانیف

علماء نے بیان کیا ہے کہ امام عبدالرزاق نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

(۱)۔ السنن: فقہ فی الفقہ۔

(۲)۔ المغازی۔

(۳)۔ تفسیر قرآن: ڈاکٹر مصطفیٰ مسلم کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں مکتبہ الرشد سے چھپی ہے۔

(۴)۔ الجامع الکبیر: حدیث شریف میں، جو ''مصنف'' کے نام سے معروف ہے، ہمارے سامنے اس کا وہ نسخہ ہے جو شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ فہرستوں سمیت تیرہ جلدوں میں چھپا ہے، اس کے علاوہ ایک نسخہ دار الکتب العلمیۃ بیروت کا چھپا ہوا بھی ہے جو فہرستوں سمیت بارہ جلدوں میں چھپا ہے اور اس پر ایمن نصر الدین ازہری نے تحقیق کی ہے۔

(۵)۔ تزکیۃ الارواح عن مواقع الفلاح۔

(۶)۔ کتاب الصلاۃ۔

(۷)۔ الامالی فی آثار الصحابۃ: یہ چھوٹی سی جلد میں مجدی سید ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ القرآن سے چھپی ہے۔(۱)

وفات

امام عبدالرزاق صنعانی بھرپور علمی اور تصنیفی زندگی گزارنے کے بعد، ۱۵ شوال ۲۱۱ھ کو اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے، اس طرح ان کی عمر پچاسی سال بنتی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔



(۱)۔ دیکھئے ہدیۃ العارفین (۵/۵۶۶) اور معجم المؤلفین از عمر رضا کحالہ (۵/۲۱۹)

حدیث جابر پر الفاظ و بیان کے کمزور ہونے کا الزام لگانے والوں کے بارے میں عظیم الشان علماء کے ارشادات

نورِ مصطفیٰ ﷺ کے ہر مخلوق سے پہلے ہونے سے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے بارے میں عصرِ حاضر کے بعض محدثین نے بڑی باتیں کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم کہتے ہیں کہ متقدمین اور متاخرین علماء حدیث نے اپنی تصانیف میں تصریح کی ہے کہ کسی حدیث کو محض الفاظ کی کمزوری یا معنی کی کمزوری کی بنا پر رد نہیں کر دیا جائے گا۔ اس کیلئے انہوں نے اپنی کتابوں میں کچھ شرائط بڑی صراحت کے ساتھ بیان کی ہیں۔

دیکھئے حافظ بغدادی اپنی کتاب ''الکفایۃ'' میں بیان کرتے ہیں کہ دوسری قسم یعنی وہ حدیث جس کا فساد معلوم ہو، اس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ عقلیں ان کے موضوع کے صحیح ہونے اور ان میں بیان کردہ دلائل کا انکار کریں، مثلاً اجسام کے قدیم ہونے یا صانع کی نفی کی خبر دی گئی ہو وغیر ذلک، یا وہ ایسی حدیث ہو جو قرآن پاک کی نص یا سنتِ متواترہ یا اجماعِ امت کے مخالف ہو یا امورِ دینیہ میں سے کسی ایسے امر کی خبر دی گئی جس کا جاننا مکلفین پر فرض ہو اور ان کا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہو، جب ایسی چیز کا بیان ایسے طریقے سے کیا جائے کہ نہ تو اس چیز کا علم بدیہی لازم آئے اور نہ ہی استدلالی تو اس سے بھی اس کا باطل ہونا ثابت ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ مکلفین پر ایسی چیز کا علم فرض نہیں فرماتا جس کا علم خبرِ منقطع سے حاصل ہو رہا

ہو اور وہ اس قدر ضعیف ہو کہ اس کے صحیح ہونے کا علم نہ تو بدیہی ہو اور نہ ہی استدلالی، اور اگر اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا کہ بعض وہ عبادات جن کا علم مکلفین پر فرض ہے ان کے بارے میں وارد ہونے والی روایات اس قدر ضعیف ہوں گی اور حدیث کے منقطع ہونے اور اس قدر ضعیف ہونے کی صورت میں اس کے صحیح ہونے کا علم یقینی ممکن ہی نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے علم کی رخصت ہی ختم فرما دیتا، یا وہ کسی بڑے امر اور عظیم واقعے کی خبر ہو مثلاً کسی علاقے کے تمام لوگ اپنے امام کے خلاف بغاوت کریں گے، ایسی خبر ایسے طریقے سے مروی ہو جس سے علم یقینی حاصل نہ ہو سکے تو اس سے اس خبر کا فساد معلوم ہوگا، کیونکہ عادت اسی طرح جاری ہے کہ ایسی خبریں کثیر لوگوں کی زبانی نقل کی جاتی ہیں۔(۱)

ابن صلاح نے فرمایا: کئی لمبی لمبی حدیثیں وضع کی گئی ہیں، ان کے الفاظ اور معانی کی کمزوری ان کے موضوع ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔(۲)

اس پر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد کیا کہ الفاظ کی کمزوری حدیث کے موضوع ہونے کی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ روایت بالمعنی جائز ہے، ہاں اگر راوی یہ تصریح کر دے کہ یہ بعینہ حدیث کے الفاظ ہیں اور وہ الفاظ فصاحت کے منافی ہوں یا ان کی اعرابی توجیہ کوئی نہ ہو تو یہ موضوع ہونے کی دلیل ہوگا، غور کرنے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے یہ ہے کہ حضرت مصنف (ابن صلاح) کا مقصد یہ نہیں ہے کہ صرف لفظوں کا کمزور ہونا یا صرف معانی کا کمزور ہونا موضوع ہونے کی دلیل ہے، بلکہ ان کے کلام کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ و معانی دونوں کی کمزوری موضوع ہونے کی علامت ہے۔

لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات الفاظ فصیح ہوتے ہیں اور معنی کمزور

(۱)۔ کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ صفحہ ۱۵

(۲)۔ مقدمہ ابن صلاح صفحہ ۸۹

ہوتا ہے (تو اس کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟) لیکن یہ صورت نادر ہوتی ہے اور محض یہ صورت موضوع ہونے کی دلیل نہیں ہے، ہاں اگر لفظ و معنی دونوں ہی کمزور ہوں تو بقول قاضی ابوبکر باقلانی یہ موضوع ہونے کی دلیل ہوگی۔(۱)

امام محدث محمد عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: محدثین جو کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ حدیث حسن ہے، تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ظاہر سند کو دیکھتے ہوئے ہمیں جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ واقع میں اس حدیث کا صحیح ہونا قطعی ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ باوثوق آدمی خطا کر جائے یا بھول جائے۔

اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ اس میں صحیح ہونے کی شرطوں کا پایا جانا ہمیں معلوم نہیں ہو سکا، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ واقع میں جھوٹ ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک جھوٹا شخص سچ بیان کر رہا ہو یا کثرت سے خطا کرنے والا درست بات بیان کر رہا ہو، یہ وہ قول صحیح ہے جس کے اکثر اہل علم قائل ہیں، اسی طرح عراقی کی شرح الالفیہ وغیرہ میں ہے۔(۲)

شیخ محدث سید احمد بن الصدیق الغماری "فتح الملک العلی بصحة حدیث باب مدینة العلم علی" ﷺ میں فرماتے ہیں کہ کسی حدیث پر جو یہ حکم لگایا جاتا ہے کہ یہ "منکر" ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے تو اس کی پہچان کی چند صورتیں ہیں۔

ایک وجہ تو وہ ہے جو ظاہر و باہر ہے اور اس کو ہر وہ شخص پہچان سکتا ہے جسے حدیث کا فہم حاصل ہے، مثلاً لفظ و معنی دونوں کا کمزور ہونا۔ نیز اس کا لایعنی باتوں پر مشتمل ہونا، کسی معمولی کام پر سخت ترین وعید کا بیان کرنا یا کسی معمولی کام پر عظیم ترین وعدے کا بیان کرنا وغیرہ وامور جو

(۱)۔ النکت لابن حجر (۸۴۴/۲) اور توضیح الافکار از امام صنعانی (۹۳/۲)

(۲)۔ الرفع والتکمیل (۲۰۶) اور شرح الالفیہ للعراقی (۱۵/۱)

کتب موضوعات اور اصول حدیث میں بیان کیے گئے ہیں۔

دوسری وجہ مخفی ہوتی ہے جسے تجربہ کار محدث ہی جان سکتا ہے، اور اس میں دو امر اہم ہیں۔

پہلا امر یہ ہے کہ ایک مجہول یا مستور راوی روایت کرنے میں منفرد ہو، یا ایک راوی اور شہرت کے اس مقام تک نہ پہنچا ہو کہ جس روایت میں کسی دوسرے راوی کا شریک ہونا ضروری ہو انہیں اس کا منفرد ہونا قابل برداشت ہو، یا اس کی اصل میں مطلقاً تفرد پایا گیا ہو مشہور حفاظ میں سے کسی ایک شیخ کی نسبت تفرد پایا جائے، جیسے امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمے میں فرمایا ہے کہ ایک محدث کسی حدیث کے روایت کرنے میں منفرد ہو تو اس کے قبول کرنے کے بارے میں اہل علم کا جو مذہب ہمیں معلوم ہے وہ یہ ہے کہ وہ ثقہ علماء اور حفاظ کی روایت کردہ حدیث کے کچھ حصے میں بھرپور موافقت کرے، اس کے بعد اگر وہ کچھ حصہ روایت کرے جو اس کے ساتھیوں کے پاس نہیں ہے تو اس کی زیادتی قبول کی جائے گی۔

امام زہری جلیل القدر محدث ہیں اور ان کے بہت سے شاگرد حافظ الحدیث بھی ہیں اور ان کی روایات کے علاوہ دوسرے محدثین کی روایات کو بھی خوب محفوظ کرنے والے ہیں، اسی طرح ہشام بن عروہ نامور محدث ہیں، ان دونوں کی روایات اہل علم کے نزدیک معروف و مقبول ہیں، ان کے شاگردوں نے ان کی اکثر روایات بالاتفاق نقل کی ہیں، اب اگر کوئی شخص ان دونوں سے یا دونوں میں سے ایک سے چند ایسی حدیثیں روایت کرے جنہیں ان کا کوئی شاگرد بھی نہیں جانتا، اور وہ ان کے پاس صحیح احادیث میں شریک بھی نہیں ہے تو ایسے لوگوں کی حدیث کا قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ محدثین ایک راوی کو اس قسم کے الفاظ کے ساتھ ضعیف قرار دیتے ہیں کہ اس نے ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جن کے ساتھ موافقت نہیں کی جا سکتی یا وہ ثقہ حضرات سے ایسی غریب حدیثیں روایت کرتا ہے جن میں وہ منفرد ہے، یہاں تک کہ وہ

مشائخ سے ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو ان کی روایت سے معروف نہیں ہیں، وہ حدیثیں اگر چہ اپنی جگہ صحیح بلکہ متواتر ہی کیوں نہ ہوں، لیکن محدثین مذکورہ بالا قسم کے راویوں کی روایت کو ضعیف اور جھوٹ قرار دیتے ہیں، مثلاً امام دارقطنی نے غرائب امام مالک میں سے ایک حدیث ابوداود اور ابراہیم بن فہد کے حوالے سے بیان کی، انہوں نے قعنبی سے، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر سے، انہوں نے مرفوعاً بیان کیا کہ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، امام دارقطنی نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے۔ (یعنی اس سند سے)

اسی طرح وہ حدیث جسے احمد بن عمر بن زنجویہ نے ہشام بن عمار سے، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا۔ سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مرا ہوا جانور (مچھلی) حلال ہے، اس حدیث کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا کہ اس سند سے باطل ہے۔

ایک حدیث احمد بن محمد بن عمران کے حوالے سے نقل کی، انہوں نے عبداللہ ابن نافع صائغ سے، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا کہ ہماری اس مسجد میں ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہے، اس کے بارے میں فرمایا کہ اس سند سے ثابت نہیں ہے، اور احمد بن محمد مجہول ہے۔

ایسے ہی وہ حدیث جسے حسن بن یوسف سے روایت کیا، انہوں نے بحر بن نصر سے، انہوں نے ابن وہب سے، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا: آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہو، اس حدیث کے بارے میں دارقطنی نے فرمایا: یہ حدیث منکر ہے اور اس سند سے صحیح نہیں ہے۔ اور جب اس حدیث کو حافظ عراقی نے میزان کے ذیل میں نقل کیا تو اس کے بعد فرمایا: اس حدیث کا

کے دوسرے راوی ثقہ ہیں، لیکن اس سند کے راوی پر عمداً یا وہماً ثقہ کی مخالفت کی تہمت ہے۔

حالانکہ یہ تمام حدیثیں صحیح ہیں اور سمندر والی روایت کے علاوہ باقی حدیثیں صحیحین میں روایت کی گئی ہیں، سمندر والی روایت موطا امام مالک میں ہے، اور اس کی متعدد سندیں ہیں جن کی بنا پر بعض حفاظ حدیث نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس کے بعد علامہ احمد بن الصدیق غماری نے فرمایا:

دوسرا امر یہ ہے کہ وہ حدیث اصول اور مشہور و معروف منقول کے خلاف ہو، جیسے ابن جوزی نے بعض محدثین سے روایت کیا کہ جب تم دیکھو کہ کوئی حدیث معقول، منقول یا اصول کے مخالف اور متصادم ہے تو جان لو کہ وہ موضوع ہے۔

جب محدثین ایسی حدیث پاتے ہیں تو اس کے موضوع ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں اگرچہ اس کے راوی ثقہ ہی ہوں، یا وہ حدیث کی صحیح کتاب میں روایت کی گئی ہو، مثلاً وہ حدیث جسے امام مسلم نے عکرمہ ابن عمار سے، انہوں نے ابو زمیل سے، انہوں نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا کہ مسلمان ابوسفیان کی طرف دیکھتے نہیں تھے اور نہ ہی ان کے پاس بیٹھتے تھے، چنانچہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آپ مجھے تین سعادتیں عطا فرما دیں، آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس عرب کی حسین ترین خاتون، میری بیٹی ام حبیبہ ہے، میں اس کا نکاح آپ سے کرتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صحیح ہے۔ (الحدیث) یہ حدیث واقع کے خلاف ہے، کیونکہ تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کے اظہار اسلام سے پہلے ان کی صاحبزادی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تھا، اس میں محدثین اور علماء سیرت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اسی لئے ابن حزم اور ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، ایک جماعت نے اس کے متعدد جواب دیے ہیں لیکن ان میں کوئی جواب بھی ایسا نہیں جو کانوں کو اچھا لگے، ابن قیم نے وہ تمام جوابات جلاء

الافہام میں بیان کئے ہیں اور ان کا بطلان بیان کیا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موضوع ہے جو قصداً اور عمداً نہیں بلکہ سہو اور غلطی سے اس کتاب میں آ گئی ہے، اس قسم کی موضوع روایتیں صحیحین میں موجود ہیں، جیسے حافظ شمس الدین ابن جزری نے ''المصعد الاحمد'' میں ابن تیمیہ سے نقل کیا کہ موضوع کا مطلب وہ حدیث ہے کہ اس میں جس چیز کی خبر دی گئی ہو اس کا معدوم ہونا یقینی طور پر معلوم ہو، اگرچہ اسے بیان کرنے والے نے دیدہ دانستہ جھوٹ نہ بولا ہو، بلکہ غلطی سے اسے بیان کر دیا ہو، موضوع کی یہ قسم مسند، بلکہ سنن ابوداؤد اور نسائی میں بھی موجود ہے، صحیح مسلم اور بخاری میں بھی اس قسم کے بعض الفاظ موجود ہیں۔

اسی طرح امام بخاری و مسلم نے جو شریک سے حدیث اسراء و معراج روایت کی ہے اس میں کئی ایسے اضافے ہیں جو باطل ہیں اور جمہور کی روایت کے مخالف ہیں، ان میں شریک کو وہم ہوا ہے، تاہم امام مسلم نے اس کی سند تو بیان کی ہے، لیکن الفاظ نقل نہیں کئے، اسی طرح وہ حدیث جسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن ابراہیم اپنے چچا آزر سے اس حال میں ملاقات کریں گے کہ اس کے چہرے پر سیاہی اور غبار چھایا ہوا ہوگا۔ (الحدیث)

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے اے میرے رب! بے شک تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن بے وقار نہیں فرمائے گا، میرا چچا تیری رحمت سے بعید ہے، اس سے بڑی ہتک میرے لئے کیا ہوگی؟ (الحدیث)

محدثین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان (وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ) ابراہیم نے اپنے چچا کیلئے جو استغفار کیا تھا، وہ محض اس لئے تھا کہ انہوں نے اس سے وعدہ کیا

تھا اور جب اُن پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بری ہو گئے۔

اسماعیلی نے کہا کہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں اس اعتبار سے اشکال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا، تو وہ اپنے چچا کی حالت وقار کے خلاف کس طرح قرار دیں گے؟ جبکہ انہیں اچھی طرح اس بات کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کا خلاف نہیں ہو سکتا۔

اگر چہ حافظ ابن حجر نے اس کا جواب دیا ہے، دیکھئے فتح الباری تفسیر سورۂ شعراء۔

اسی طرح یعقوب بن سفیان نے زید بن خالد جہنی کی اس روایت پر اعتراض کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو حذیفہ! اللہ کی قسم! میں منافقین میں سے ہوں، یعقوب نے کہا کہ یہ ناممکن ہے۔

لیکن یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت فاروق اعظم نے یہ بات غلبۂ خوف کے وقت اور تدبیر الٰہی سے محفوظ نہ ہونے کے تصور کے تحت یا بطور تواضع کہی تھی، جیسے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمے میں بیان کیا۔

اسی طرح امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن مٹی کو پیدا کیا، اس کے بعد دوسرے دنوں کا ذکر کیا۔ ناقدین حدیث نے اسے بھی موضوع قرار دیا، کیونکہ یہ قرآن کی نص کے خلاف ہے، قرآن پاک میں ہے کہ کائنات چھ دنوں میں پیدا کی گئی، نہ کہ سات دنوں میں، مؤرخین کا اس پر اجماع ہے کہ ہفتے کے دن کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی، امام بیہقی نے "الاسماء والصفات" میں اس کی علت کی نشاندہی کی ہے، بعض امور کی طرف ابن کثیر نے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں اشارہ کیا ہے، اور یہ بھی بیان کیا کہ بعض راویوں نے غلطی سے اسے مرفوعاً روایت کر دیا ہے، دراصل حضرت ابو ہریرہ نے یہ روایت حضرت کعب الاحبار سے سنی تھی۔

اس کے علاوہ اس قسم کے بعض الفاظ صحیحین میں واقع ہوئے ہیں، ابن حزم نے اس قسم کے بہت سے الفاظ کی نشاندہی کی ہے۔

صحیحین کے علاوہ تو بہت ساری روایات ہیں، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص ایک سو سال پہاڑ کی چوٹی پر عبادت کرتا رہا، اسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے میری دی ہوئی نعمتوں اور علم کا حساب کرو، فرشتے دیکھیں گے کہ صرف بینائی کی نعمت ہی اسے ایک سو سال حاصل رہی، باقی جسم کی نعمتیں اس کے علاوہ تھیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرے بندے کو آگ میں ڈال دو۔ (الحدیث) علامہ ذہبی نے کہا کہ یہ روایت باطل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان (اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ) تم ان اعمال کے سبب جو کرتے تھے، جنت میں داخل ہو جاؤ، اس بات کا تذکرہ انہوں نے میزان الاعتدال میں سلیمان بن ارقم کے تذکرے میں کیا۔

اس کے بعد شیخ ابن الصدیق فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے مشہور فقیہ ابن بطہ حنبلی کے جھوٹ اور اس اضافے کے موضوع ہونے پر استدلال کیا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ کی موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی کی حدیث میں کیا ہے، وہ اضافہ یہ ہے: (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا) "یہ کون عبرانی ہے جو میرے ساتھ گفتگو کر رہا ہے" وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام کسی مخلوق کے مشابہ نہیں ہو سکتا (تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیسے شبہ ہو گیا؟) ان سے پہلے ابن جوزی نے بھی یہی بات کہی ہے۔

ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت لائے ہیں کہ مہر نبوت بندوق کی گولی کی طرح گوشت تھا، جس پر لکھا ہوا تھا "محمد رسول اللہ" علامہ ابن جوزی اور ذہبی نے اس کے باطل ہونے پر استدلال کیا کہ یہ مہر نبوت کی صفت بیان کرنے والی احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''جو شخص یہ کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے''۔ حافظ سیوطی نے اس کے باطل ہونے پر یہ استدلال کیا کہ یہ مقولہ تو صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت سے منقول ہے، اس مسئلے پر انہوں نے ایک رسالہ ''اعذب المناهل'' لکھا اور اس کے شواہد ''الصواعق على النواعق'' میں بیان کئے۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں اس طریقے سے بہت سی حدیثوں پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے، ذہبی کہتے ہیں کہ ان سے پہلے جوزقانی نے اپنی ''موضوعات'' میں یہی طرز عمل اختیار کیا ہے کہ کچھ احادیث کو اس لئے باطل اور کمزور قرار دیا ہے کہ وہ کچھ حدیثوں کے مخالف ہیں، ان کی کتاب کا موضوع ہی یہی ہے جس کا انہوں نے نام رکھا ہے ''الاباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير'' وہ پہلے ایک باطل حدیث بیان کرتے ہیں، اس کی علت بیان کرتے ہیں پھر کہتے ہیں: ''باب فی خلاف ذلک'' یہ بات اس حدیث کے خلاف ہے، پھر حدیث صحیح بیان کرتے ہیں جس کا ظاہر اس حدیث کے خلاف ہوتا ہے، ذہبی نے کہا ان کی بہت سی تنقیدوں پر اعتراضات ہیں۔

اسی طرح حافظ سیوطی نے اپنی تصنیف ''اللآلی المصنوعة'' کی ابتدا میں ان کے اس انداز کا تذکرہ کیا ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی اور آپ کو معلوم ہوگیا کہ بعض اوقات راوی پر اس لئے جرح کی جاتی ہے کہ وہ منکر اور موضوع حدیثیں روایت کر دیتے ہیں اور منکر اور موضوع ہونے کا علم ان کے تفرد (تن تنہا روایت کرنے) اور اصول کی مخالفت سے ہوتا ہے، اب یہ بھی جان لیجئے کہ بعض اوقات تمام یا بعض ناقدین تشدد اور غلو کا مظاہرہ بھی کر جاتے ہیں اور ہر تفرد کو منکر قرار دے دیتے ہیں یا ہر اس راوی کو ضعیف قرار دے دیتے ہیں جس سے تفرد صادر ہوا ہو اور بعض تو اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ہی جھوٹ قرار دیتے ہیں اور یہ طریقہ

باطل اور مردود ہے۔

بعض ناقدین اس لئے ایک راوی کو مجروح قرار دے دیتے ہیں کہ اس نے ایک منکر حدیث روایت کی ہے، تنقید کو اتنی وسعت دینا بھی باطل اور مردود ہے۔ علامہ ذہبی نے احمد بن سعید بن سعدان سے نقل کیا کہ انہوں نے احمد بن عتاب مروزی کے بارے میں کہا: وہ صالح شیخ ہیں جنہوں نے فضائل اور منکر احادیث روایت کی ہیں، اس کے بعد ذہبی کہتے ہیں کہ ہر وہ راوی جو منکر حدیث روایت کرے ضعیف نہیں ہوتا، پھر خود ذہبی کی توجہ اس طرف نہ رہی اور انہوں نے میزن الاعتدال میں حسین بن فضل بجلی کا ذکر کیا اور اس کے بعد کہا میں نے ان کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں دیکھا، لیکن حاکم نے ان کے ترجمہ میں متعدد منکر روایتیں بیان کی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ذہبی کا تعاقب کیا اور فرمایا: اس عالم کے اس کتاب میں ذکر کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے، کیونکہ وہ اکابر اہل علم وفضل سے ہیں (کچھ گفتگو کے بعد فرمایا) جیسے کہ بعض ناقدین گمان کرتے ہیں کہ چونکہ فلاں راوی اس حدیث کی روایت کرنے میں منفرد ہے، اس لئے تو اس حدیث کو اس کی منکر روایات میں شمار کر دیتے ہیں اور اس کے سبب اس پر جرح کرتے ہیں، حالانکہ واقع میں وہ اعتراض سے بری ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث کی روایت میں اس کے متابع موجود ہوتے ہیں، لیکن تنقید کرنے والوں کو اس کا علم نہیں ہوتا، اگر انہیں متابعت کرنے والوں کا علم ہوتا تو اس راوی پر جرح نہ کرتے۔ اور یہ بات بکثرت موجود ہے، اس کی تمام مثالیں تو کیا اکثر مثالیں بھی بیان کی جائیں تو طوالت ہو جائے گی۔

ابو حاتم نے ابن عمرو کے بارے میں کہا کہ وہ مجہول ہے اور جس حدیث کو اس نے بیان کیا ہے باطل ہے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ میں اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ وہ مجہول

نہیں ہے اور حدیث کا دارومدار اس پر نہیں ہے، کیونکہ وہ اس کے روایت کرنے میں منفرد نہیں ہے، جس طرح دار قطنی نے "المؤتلف و المختلف" میں بیان کیا۔

بعض اوقات کوئی نقاد، راوی پر متفرد ہونے کی بنا پر جرح کرتا ہے، پھر اسے دوسرا راوی موافقت کرنے والا مل جاتا ہے، تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ جس راوی پر اس نے جرح کی تھی وہ اس سے بری ہے، پھر اس کی توثیق کر دیتا ہے، مثلاً حاکم نے مستدرک میں امام حسین کی شہادت کی حدیث کے بارے میں کہا کہ میں طویل عرصہ تک یہی گمان کرتا رہا کہ ابونعیم سے حدیث روایت کرنے میں مسمعی اکیلے ہیں، یہاں تک کہ یہی حدیث ہمیں ابو محمد سبیعی نے بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ ابن محمد بن ناجیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں حمید بن ربیع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ حدیث ابونعیم نے بیان کی۔ (یہاں تک کہ انہوں نے کہا) بعض اوقات ناقدین اس لئے جرح کرتے ہیں کہ راوی کی روایت کردہ حدیث منکر اور اصول کے مخالف ہے، حالانکہ واقع میں وہ حدیث اس طرح نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دو متعارض حدیثوں کے درمیان تطبیق تک ان کی رسائی نہیں ہوتی، حالانکہ معارض حدیث کو موضوع اس وقت قرار دیا جائے گا جب تطبیق نہ دی جا سکے، جیسے کہ اصول میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دو حدیثیں آپس میں متعارض ہیں، حالانکہ نفس الامر میں تعارض نہیں ہوتا۔ ایسا بھی ناقدین کے ہاں کثرت سے ہوتا ہے، سید احمد غماری کلام کس قدر اختصار کے ساتھ ختم ہوا۔(۱)

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی حدیث کی سند صحیح ہو تو اس

(۱)۔ "فتح الملك العلي بصحة حديث باب مدينة العلم علي" رضی اللہ تعالی عنہ (صفحہ ۸۰ سے صفحہ ۹۰ تک مختصراً) از محدث علامہ سید احمد بن الصدیق الغماری۔

پر منکر اور باطل ہونے کا اعتراض جڑ دینا جائز نہیں ہے، بلکہ غور و فکر اور مختلف روایتوں کے درمیان تطبیق کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہوتا ہے اور بعض اوقات ایک شخص کو وہ بات سمجھ آ جاتی ہے، جو دوسرے کو سمجھ نہیں آتی۔

اسی لئے ہمارے شیخ محدث سید عبدالعزیز ابن الصدیق الغماری رحمہ اللہ تعالی نے اس گفتگو کی تائید کرتے ہوئے فرمایا جب ایک حدیث کی سند صحیح ہو اور اہل فن کے نزدیک طے شدہ قواعد کے مطابق ثابت ہو تو اس کے بعد یہ بات کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتی کہ وہ اس حدیث کے الفاظ کو محض اس لئے غریب قرار دے کہ اس کی عقل اسے سمجھنے سے قاصر ہے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ راسخین فی العلم علماء کے طریقے کے مطابق کہے کہ میں نے اسے سنا اور تسلیم خم کیا، اور اگر انسان ہر حدیث میں اپنی عقل کو دخل دینے لگے تو وہ کسی بھی حدیث کی تصدیق نہیں کرے گا اور اس پر ایمان نہیں لائے گا، یوں اس کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد ہو گی۔

حدیث شریف: "مَنْ عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب". "جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی میری طرف سے اس کے لئے اعلانِ جنگ ہے"۔ اس حدیث کے سلسلے میں علامہ ذہبی پر رد کرتے ہوئے شیخ محدث سید عبدالعزیز غماری فرماتے ہیں کہ ذہبی یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صرف اسی سند سے روایت کی گئی ہے، مجھے معلوم نہیں کہ اس بات سے ان کا مقصد کیا ہے؟ کیا ان کا مقصد یہ ہے کہ حدیث صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کی سندیں متعدد ہوں اور وہ متعدد کتب میں روایت کی گئی ہو، اگر یہ مقصد ہے تو اس شرط پر کوئی محدث بھی ان کے ساتھ موافقت نہیں کرے گا، بلکہ ان کے نزدیک صحیح حدیث وہ حدیث ہے جسے ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ راوی سے روایت کرے اور اس میں شذوذ اور علت خفیہ نہ پائی جائے، محدثین نے حدیث کے صحیح ہونے کیلئے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ فرد نہ ہو۔

صحیح بخاری کی پہلی حدیث دیکھ لیجئے جس پر اکثر احکام شرعیہ کا دارومدار ہے۔ یعنی حدیث شریف (إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ) یہ حدیث فرد اور غریب ہے اس کی متعدد سندیں صرف یحییٰ ابن سعید انصاری سے ہیں، اس کے باوجود کسی محدث نے نہیں کہا کہ یہ اس بنا پر معلّل ہے، بلکہ امام بخاری نے اسے اپنی صحیح میں درج کیا ہے اور امت مسلمہ نے اسے صرف قبول ہی نہیں کیا، بلکہ اسے احکامِ شریعت کے اصول میں سے شمار کیا ہے، اس لئے ذہبی کا یہ کہنا کہ ”یہ متن صرف اس سند سے روایت کیا گیا ہے“ باطل ہے۔

علامہ سید عبدالعزیز نے مزید فرمایا کہ کسی محدث نے حافظ کے لئے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ کبھی بھی غلطی نہ کرے اور کبھی بھی وہم کا شکار نہ ہو، اور کبھی کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ کرے، اگر وہ یہ شرط لگاتے تو کبھی کسی بڑے سے بڑے محدث کو حافظ کا لقب نہ دیا جا سکتا، کیونکہ یہ شرط انسانی طاقت سے باہر ہی نہیں، محال بھی ہے، ہاں ارباب عقول کے نزدیک قابل قبول اور عام اہلِ فن (محدثین) کے نزدیک مسلّم ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ کہ راوی کی درستی اس کی غلطی سے اور اس کا ضبط اس کے وہم سے زیادہ ہو، اسی طرح ثقہ محدثین کے ساتھ مخالفت کی نسبت اس کی موافقت زیادہ ہو، یہ وہ شرط ہے جو محدثین نے صاحب حفظ وضبط راوی کے بارے میں لگائی ہے، جب کوئی راوی اس صفت کا حامل پایا جائے تو وہ ان کے نزدیک حافظ بھی ہوگا اور ضابط بھی، اس کے باوجود اگر وہ چند احادیث میں مخالفت بھی کر جائے تو اسے نقصان نہیں ہوگا، یہ وہ مسئلہ ہے جو کتب فن (اصولِ حدیث) میں طے شدہ ہے، اللہ ہی صحیح راستے کی ہدایت دینے والا ہے۔ (۱)

یہ تھا سید عبدالعزیز محدث کا کلام جسے ہم نے اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سے یہ

(۱)۔ اثبات المزية بابطال كلام الذهبي في حديث من عادى لي وليا (صفحہ ۱ سے صفحہ ۷ تک) از سید محدث عبدالعزیز بن الصدیق۔

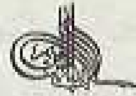
بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حدیث کے بعض الفاظ پر منکر ہونے کا الزام لگانا بہت مشکل ہے، اور یہ صرف ماہر اور بیدار مغز محدث ہی کا کام ہے، اس لئے اگر کسی شخص کو کسی لفظ میں اشکال پیش آجائے تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ فوراً اس کا انکار نہ کر دے، بلکہ توقف کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، کیونکہ ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔



مصنّف عبدالرزاق

کے گم شدہ ابواب

﴿اردو ترجمہ﴾



اے میرے رب! آسانی عطا فرما، دشواری پیدا نہ فرما اور خیر کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچا اور اے مشکلات کے دروازے کھولنے والے ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

کتاب الایمان (۱)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور کی تخلیق کے بیان میں

(۱) عبدالرزاق روایت کرتے ہیں معمر سے۔(۲) وہ زہری سے۔(۳) اور وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک درخت پیدا فرمایا جس کی چار شاخیں تھیں، اس کا نام "یقین کا درخت" رکھا، پھر نور مصطفیٰ ﷺ کو سفید موتی کے پردے میں پیدا کیا جس کی مثال مور ایسی تھی اور اس قندیل کو اس درخت پر رکھا، نور مصطفیٰ ﷺ نے اس درخت پر ستر ہزار سال کی مقدار اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے حیا کا آئینہ پیدا فرمایا اور اس کے سامنے رکھ دیا، جب مور نے اس میں دیکھا تو اسے اپنی صورت انتہائی حسین و جمیل دکھائی دی، اس نے اللہ تعالیٰ سے شرما کر پانچ مرتبہ سجدہ کیا، تو وہ سجدے ہم پر پانچ وقتوں میں فرض ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ اور آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض فرما دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس نور کی طرف نظر فرمائی تو اللہ سے حیا کی وجہ سے اس نور کو پسینہ آ گیا، چنانچہ آپ کے سر مبارک کے پسینے سے فرشتے، چہرۂ اقدس کے پسینے سے عرش، کرسی، لوح و قلم، شمس و قمر، حجاب، ستارے اور جو کچھ آسمان میں ہے پیدا کیا گیا، آپ کے سینہ مبارک کے

پسینے سے انبیاء، رسل، علماء، شہداء اور صالحین پیدا کیے گئے، آپ کے ابرووں کے پسینے سے مومن مردوں اور عورتوں، مسلمان مردوں اور عورتوں کی جماعت پیدا کی گئی، آپ کے کانوں کے پسینے سے یہود ونصاریٰ اور مجوسیوں وغیرہم کی روحیں پیدا کی گئیں، آپ کے پائے اقدس کے پسینے سے مشرق کی زمین اور جو کچھ اس میں ہے پیدا کیا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نور مصطفیٰ ﷺ کو حکم دیا کہ آگے کی جانب دیکھیے، نور مصطفیٰ ﷺ نے آگے کی طرف دیکھا تو آگے نور دکھائی دیا، پیچھے بھی نور، دائیں جانب بھی نور اور بائیں جانب بھی نور دکھائی دیا، یہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔

پھر اس نور نے ستر ہزار سال تسبیح پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے نور مصطفیٰ ﷺ سے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا نور پیدا کیا، پھر اس نور کی طرف نظر کی تو ان کی روحوں کو پیدا کیا تو انہوں نے پڑھا: "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پھر اللہ تعالیٰ نے سرخ عقیق کی قندیل پیدا کی، جس کے باطن سے اس کا ظاہر دکھائی دیتا تھا، پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دنیا کی صورت جیسی صورت پیدا کی، اور اسے قیام کی حالت میں اس قندیل میں رکھا، اس کے بعد روحوں نے نور مصطفیٰ ﷺ کے گرد تسبیح اور کلمۂ طیبہ پڑھتے ہوئے ایک لاکھ سال طواف کیا۔ پھر ان سب کو حکم دیا کہ اس صورت مقدسہ کی زیارت کریں، بعض نے آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو وہ امیر عادل بن گئے، بعض نے آپ کی آنکھیں دیکھیں تو وہ کلام اللہ کے حافظ بن گئے، بعض نے آپ کے ابرو دیکھے تو وہ خوش بخت بن گئے، بعض نے آپ کے رخسار دیکھے تو وہ محسن اور عقل مند بن گئے۔

بعض نے آپ کی ناک دیکھی تو وہ حکیم، طبیب اور عطار بن گئے، بعض نے آپ کے ہونٹ دیکھے تو خوبصورت چہرے والے اور وزیر بن گئے، بعض نے آپ کا دہن مبارک دیکھا تو وہ روزے دار بن گئے، بعض نے آپ کے دانت مبارک دیکھے تو وہ حسین چہروں والے مرد

اور عورتیں بن گئے بعض نے آپ کی زبان اقدس دیکھی تو وہ بادشاہوں کے سفیر بن گئے، بعض نے آپ کے بابرکت گلے کو دیکھا تو وہ واعظ، مؤذن اور نصیحت کرنے والے بن گئے، بعض نے آپ کی داڑھی شریف دیکھی تو مجاہد فی سبیل اللہ بن گئے۔ بعض نے آپ کی متوازن گردن دیکھی تو وہ تاجر بن گیا۔

بعض نے آپ کے دونوں بازو دیکھے تو وہ نیزے باز اور شمشیر زن بن گئے، بعض نے آپ کا دایاں بازو دیکھا تو وہ خون نکالنے والے بن گئے، بعض نے آپ کا بایاں بازو دیکھا تو وہ مجاہد اور جلاد بن گئے، بعض نے آپ کی دائیں ہتھیلی دیکھی تو وہ صراف اور نقش ونگار بنانے والے بن گئے، بعض نے آپ کی بائیں ہتھیلی دیکھی تو وہ غلے کا ناپ تول کرنے والے بن گئے، بعض نے آپ کے دونوں ہاتھ دیکھے تو وہ سخی اور دانا بن گئے، بعض نے آپ کے دائیں ہاتھ کی پشت دیکھی تو وہ رنگریز بن گئے، بعض نے آپ کے بائیں ہاتھ کی پشت دیکھی تو وہ لکڑ ہارے بن گئے، بعض نے آپ کی انگلیوں کے پورے دیکھے تو وہ خوش نویس بن گئے، بعض نے آپ کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت دیکھی تو وہ درزی بن گئے، بعض نے آپ کے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت دیکھی تو وہ لوہار بن گئے۔

بعض نے آپ کا سینہ دیکھا تو وہ عالم، شکر گزار اور مجتہد بن گئے، بعض نے آپ کی پشت مبارک دیکھی تو وہ متواضع اور امر شریعت کو روشن کرنے والے بن گئے، بعض نے آپ کی روشن پیشانی دیکھی تو وہ غازی بن گئے، بعض نے آپ کا شکم اطہر دیکھا تو وہ قناعت پیشہ اور زاہد بن گئے، بعض نے آپ کے دونوں گھٹنوں کو دیکھا تو وہ رکوع وسجود کرنے والے بن گئے، بعض نے آپ کے پائے اقدس دیکھے تو وہ شکاری بن گئے، بعض نے آپ کے مقدس تلوے دیکھے تو پیدل چلنے کے عادی ہو گئے، بعض نے آپ کا سایہ دیکھا تو وہ گویے اور طنبورے والے بن گئے اور بعض بدقسمت وہ تھے جنہوں نے آپ کی طرف دیکھا ہی نہیں تو وہ فرعون وغیرہ کی

طرح ربوبیت کے دعویدار بن گئے، بعض نے آپ کی طرف دیکھنے کی کوشش کی مگر وہ دیکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تو وہ غیر مسلم یہودی اور عیسائی وغیرہ بن گئے۔

---

(۱)۔ یہ عنوان مناسبت کے تحت ہم نے لگایا ہے۔

(۲)۔ یہ معمر بن راشد ازدی حدانی بصری ہیں، ان کی کنیت ابو عروہ اور ان کے والد کی کنیت ابو عمرو ہے، یمن کے باشندے تھے حضرت حسن بصری کے جنازے میں شریک ہوئے، ثابت بنانی، قتادہ، زہری، عاصم احول، زید بن اسلم اور محمد بن منکدر وغیرہم سے روایت کرتے تھے، وہ مستند، ثقہ اور فاضل تھے ۱۵۴ھ میں فوت ہوئے، دیکھئے طبقات ابن سعد۔ (۵۴۶/۵)

(۳)۔ یہ ابو بکر محمد بن مسلم بن عبداللہ بن عبداللہ بن شہاب قرشی زہری مدنی تھے، فقیہ اور حافظ الحدیث تھے، ان کی جلالت علمی اور حافظے کی مضبوطی پر اتفاق ہے، مشہور ائمہ میں سے ایک اور حجاز و شام کے نامور عالم تھے، انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عمر، عبداللہ بن جعفر، انس، جابر، سائب بن یزید، سعید بن مسیب، سلیمان ابن یسار اور کثیر التعداد مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، ۱۲۵ھ میں فوت ہوئے، دیکھئے۔ طبقات ابن سعد (۱۳۶/۲) تاریخ کبیر امام بخاری (۲۲۰/۱) تاریخ صغیر (۳۲۰/۱) الجرح والتعدیل (۷۱/۸) الثقات از ابن حبان (۳۴۹/۵) سیر اعلام النبلاء (۳۲۶/۵) وفیات الاعیان (۱۳۰/۱۳۱) العبر (۱۵۸/۱) تذکرۃ الحفاظ (۱۰۸/۱) التقریب (۶۲۹۶) تہذیب الکمال (۴۱۹/۲۶) اور شذرات الذہب (۱۶۲/۱)

(۴)۔ مخطوطہ میں سائب بن زید لکھا ہوا ہے، لیکن صحیح سائب بن یزید ہے، یہ سائب بن یزید بن سعید ابن ثمامہ ہیں انہیں عائذ بن اسود کندی یا ازدی بھی کہا جاتا ہے، "ابن اخت النمر" کے عنوان سے معروف ہیں، صحابی ہیں، انہوں نے متعدد حدیثیں نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہیں، علاوہ ازیں اپنے والد، حضرت عمر فاروق اور عثمان غنی سے بھی روایت کی ہے۔ وہ بیمار تھے تو ان کی خالہ انہیں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لے گئیں، آپ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی پیا اور مہر نبوت کی زیارت کی، امام بغوی نے نقل کیا کہ ان کے آزاد کردہ غلام حضرت عطاء نے بیان کیا کہ ان کے بال سر کے درمیان سے لے کر سر کے اگلے حصے تک سیاہ تھے، جب کہ باقی بال سفید تھے، عطاء نے عرض کیا کہ میں نے آپ سے زیادہ عجیب کسی کے بال نہیں دیکھے، حضرت سائب نے فرمایا بیٹے! تمہیں اس کی وجہ معلوم نہیں ہے؟ ہوا یہ کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے، اس لئے یہ بال کبھی سفید نہیں ہوں گے، ام العلاء بنت شریح حضرمیہ ان کی والدہ اور علاء ابن الحضرمی ان کے ماموں تھے، حضرت سائب ﷺ ۹۲ھ میں اور بقول بعض علماء ۹۰ھ کے بعد دنیا سے تشریف لے گئے، دیکھئے الاصابہ (۱۱۷/۳) اسد الغابہ (۱۹۹/۲) معجم الصحابہ للبغوی (۱۸۸/۳) الاستیعاب (۵۷۶/۲) اور معجم الصحابہ از ابو نعیم (۱۳۷۶/۳)

(۲)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن جریج (۱) سے، انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت براء نے بیان فرمایا کہ میں نے کوئی چیز رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھی۔

(۳)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں معمر سے، وہ یحییٰ ابن ابی کثیر (۲) سے، وہ ضمضم (۳) سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے سورج آپ کی آنکھوں میں چل رہا ہو۔

(۴)۔ عبدالرزاق، ابن جریج (۴) سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا مجھے نافع (۵) نے خبر دی کہ ابن عباس نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا (تاریک) سایہ نہیں تھا، آپ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی دھوپ پر غالب ہوتی، اور

---

(۱)۔ ابن جریج: ثقہ حافظ الحدیث تھے، لیکن تدلیس کرتے تھے (یعنی استاذ کی بجائے اس کے استاذ کا نام ذکر کر دیتے تھے جس سے یہ تاثر پیدا ہوتا کہ یہ براہ راست اس کے شاگرد ہیں۔ ۱۲ اشرف قادری) لیکن اس جگہ تو انہوں نے خبر دینے کی تصریح کی ہے، اس حدیث کو امام مسلم نے "باب صفۃ النبی ﷺ" میں روایت کیا ہے (والله كان احسن الناس وجها) آپ کا چہرہ انور تمام انسانوں سے زیادہ حسین تھا، (۱۸۱۸/۴) مسلم شریف کی حدیث کا ترجمہ یہ ہے: رسول اللہ ﷺ کا قد درمیانہ تھا، کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا (یعنی بازوی بہت وسیع تھی) زلفیں کان کی لو کو چھو رہی تھیں، آپ نے (دھاری دار) سرخ حلہ پہن رکھا تھا، میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی (ﷺ) اسے امام بخاری نے بھی روایت کیا (۱۳۰۳/۳) نمبر (۳۳۵۸) ابو داؤد (۴۰۹/۴) نسائی (۱۸۳/۸) ابو یعلیٰ (۲۶۲/۳) امام احمد (۳۲۲/۳۰) لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲)۔ ابو نصر یحییٰ ابن ابی کثیر طائی یمامی، انو طے کے آزاد کردہ غلام تھے، حضرت ضمضم سے روایت کرتے تھے، لیکن تدلیس اور ارسال سے کام لیتے تھے۔ دیکھئے تقریب (۷۶۳۲)

(۳)۔ ضمضم بن جوس یمامی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ ابن حنظلہ سے روایت کی، وہ ثقہ تھے۔ (التقریب ۲۹۸۰۔ تہذیب التہذیب ۴۳۰/۲)

(۴)۔ یہ عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج اموی مکی، ثقہ اور فاضل تھے، تدلیس اور ارسال سے کام لیتے تھے ۱۴۹ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے التقریب (۴۱۹۳) تہذیب التہذیب (۶۱۶/۲) اور تہذیب الکمال (۳۳۸/۱۸)

(۵)۔ ابو عبداللہ مدنی، حضرت عبداللہ ابن عمر بن خطاب کے آزاد کردہ غلام تھے، ایک غزوہ ابن عمر نے انہیں زخمی کر دیا تھا، مستند اور مشہور فقیہ تھے۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے (التقریب ۷۰۸۶، تہذیب الکمال ۲۹/۲۵، تہذیب التہذیب ۲۱۰/۴)

کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ پر غالب ہوتی۔(۱)

(۵)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں یحییٰ ابن العلاء سے، وہ طلحہ سے وہ عطا سے اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور چاند کے ہالے کی طرح تھا۔(۲)

(۶)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت براء نے بیان فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو (دھاریدار) سرخ حلہ پہنے ہوئے اور بالوں میں کنگھی کئے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ کے مقدس بال کندھوں کے

(۱)۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس کا تذکرہ امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں کیا ہے، جس پر ہراس نے تحقیق کی ہے (۱۲۹/۱) اور اس کی نسبت حکیم ترمذی کی طرف کی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث ابن ذکوان سے روایت کی۔ حکیم ترمذی کی جو مطبوعہ کتب ہمارے سامنے موجود ہیں ان میں ہمیں یہ حدیث نہیں ملی، امام سیوطی نے جو روایت خصائص میں بیان کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا، ابن سبع نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا، چونکہ آپ نور ہیں اس لئے جب آپ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا اس کی تائید نبی اکرم ﷺ کی اس دعا سے ہوتی ہے کہ اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ امام مقریزی نے یہ کلام امتاع الاسماع (۳۰۸/۱۰) حزری نے اپنی کتاب "اللفظ المکرم بخصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (۲۳۵/۲) قسطلانی نے مواہب لدنیہ (۳۰۷/۲) صالحی نے سبل الھدیٰ والرشاد (۹۰/۲) اور عمر بن عبداللہ سراج الدین نے اپنی کتاب "غایۃ السول فی خصائص الرسول ﷺ" میں نقل کیا۔ امام عبدالرزاق کی روایت کا ذکر امام زرقانی نے مواہب لدنیہ کی شرح (۲۲۰/۴) میں کیا، انہوں نے فرمایا: ابن مبارک اور ابن جوزی نے عباس سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ کا سایہ نہیں تھا اور آپ جب بھی سورج کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آگئی، اور جب بھی آپ چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آگئی (اھ) اور البانی کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینا درست نہیں اور ہراس نے جو جہت بازی کی ہے وہ قابل توجہ نہیں ہے، بلکہ وہ تو آدمی کو کفر تک پہنچا دیتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں باطن کی خرابیوں اور ضمیر کے اندھیروں سے بچائے۔

(۲)۔ اس حدیث کو امام بخاری نے "باب صفۃ النبی ﷺ" میں روایت کیا (۱۳۰۳/۳) نمبر (۳۳۵۹) مسلم (۱۸۱۹/۴) نمبر (۲۳۳۸) ابن حبان (۱۹۶/۱۴) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ پرنور سب سے زیادہ حسین اور آپ کا خلق سب سے زیادہ عمدہ تھا، نسائی سنن کبریٰ (۴۱۳/۶) رویانی مسند میں (۳۹۲/۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے۔

ب تھے۔(۱)

(۷)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ حضرت عطاء سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سب لوگوں سے زیادہ حسین اور رنگ سب سے زیادہ چمکدار تھا۔(۲)

(۸)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں معمر سے وہ ایوب سے، وہ ابوقلابہ سے اور وہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ نے (دھاریدار) سرخ حلہ زیب تن کیا ہوا تھا، میں کبھی آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھتا اور کبھی چاند کو، میری نظر میں آپ کا چہرۂ اقدس چاند سے زیادہ حسین تھا۔(۳)

(۹)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں امام مالک سے، وہ عبداللہ ابن ابی بکر سے کہ سالم بن عبداللہ نے ام معبد سے روایت کرتے ہوئے انہیں خبر دی، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ دور سے دیکھنے میں سب لوگوں سے زیادہ پیارے اور سب سے زیادہ حسین تھے۔ اور قریب سے دیکھنے میں سب سے زیادہ بلند آواز (بارعب) اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔(۴)

(۱۰)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں معمر سے اور وہ ابن جریج (۵) سے کہ حضرت براء بکثرت یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ رحمتیں نازل فرما اپنے انوار کے سمندر اور

(۱)۔ اس کی تخریج حدیث نمبر ۲ میں کی جا چکی ہے۔
(۲)۔ اس حدیث کی تخریج حدیث نمبر ۵ کے تحت کی جا چکی ہے۔
(۳)۔ اس حدیث کو حاکم نے المستدرک (۳۰۷/۴) رویانی نے مسند (۳۴/۱) بیہقی نے شعب الایمان (۱۵۱/۲) اور طبرانی نے المعجم کبیر (۲۰۶/۲) میں روایت کیا۔
(۴)۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد (۲۲۶/۱)
(۵)۔ ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۴ کے تحت گزر چکا ہے۔

اپنے اسرار کی کان حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ کی آل پر۔(۱)

(۱۱)۔ حضرت عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن تیمی سے، وہ اپنے والد (۲) سے اور وہ حضرت حسن بصری سے کہ وہ کثرت سے یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے: اے اللہ! اس ذات اقدس پر رحمتیں نازل فرما جن کے نور سے پھول کھلے ہیں، ایسی رحمتیں نازل فرما جو آپ کے چہرۂ انور کی رونق کو دوبالا کردیں۔(۳)

(۱۲)۔ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ مجھے ابن عیینہ نے خبر دی امام مالک سے کہ وہ ہمیشہ یہ درود پاک پڑھا کرتے تھے: اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جن کا نور تمام مخلوق سے پہلے تھا۔(۴)

(۱۳)۔ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ ابن ابی زائدہ (۵) نے سلیمان بن یسار (۶) سے

---

(۱)۔ اس حدیث کی سند منقطع ہے، کیونکہ ابن جریج کی ملاقات حضرت براء سے نہیں ہوئی۔

(۲)۔ ابن تیمی یہ معتمر بن سلیمان بن طرخان تیمی تھے، ان کی کنیت ابو محمد اور وہ بصری تھے، ان کا لقب طفیل تھا اور ثقہ تھے ۱۸۷ھ میں فوت ہوئے، دیکھئے: التقریب (۶۷۸۵) تہذیب التہذیب (۲۲۷/۱۰) تہذیب الکمال (۲۵۰/۲۸) ان کے والد سلیمان بن طرخان تیمی بصری تھے، ان کی کنیت ابو المعتمر تھی، وہ ثقہ اور عبادت گزار تھے، انہوں نے حضرت انس بن مالک، طاؤس، حسن بصری اور ثابت بنانی وغیرہم سے روایت کی، ۱۴۳ھ میں فوت ہوئے، دیکھئے التقریب (۲۵۷۵) تہذیب (۹۹/۴) تہذیب الکمال (۵/۱۲)

(۳)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

(۴)۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔

(۵)۔ یہ ابو سعید یحییٰ ابن زکریا ابن ابی زائدہ ہمدانی کوفی ہیں، ثقہ اور مضبوط حافظے والے تھے، ۱۸۳ھ یا ۱۸۴ھ میں فوت ہوئے، دیکھئے التقریب (۷۵۴۸) تہذیب التہذیب (۳۵۳/۴) تہذیب الکمال (۳۰۵/۳۱)

(۶)۔ یہ ابو ایوب سلیمان یسار ہلالی مدنی تھے، یہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے، کہا جاتا ہے کہ حضرت ام سلمہ کے مکاتب تھے، ثقہ، فاضل اور سات فقہاء میں سے ایک تھے، انہوں نے حضرت میمونہ، ام سلمہ، عائشہ، زید بن ثابت، ابن عباس، ابن عمر اور جابر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، سن ایک سو ہجری کے بعد وفات پائی، بعض نے کہا اس سے پہلے فوت ہوئے۔ دیکھئے التقریب (۲۶۱۹) تہذیب (۱۱۲/۲) تہذیب الکمال (۱۰۰/۱۲)

خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے ابو قلابہ (۱) نے تعلیم دی کہ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ یہ درود شریف پڑھا کروں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اَفْضَلِ مَنْ طَابَ مِنْهُ النُّجَارُ. (۲) اے اللہ! اس ذات اقدس پر رحمتیں نازل فرما جن کی بدولت اصل طیب وطاہر ہوا اور فخر سر بلند ہوا اور جن کی پیشانی کے نور سے چاند جگمگا اٹھے اور جن کے دائیں ہاتھ کی سخاوت (عند جودیمینہ) (۳) کے سامنے بادل اور دریا شرمسار ہوگئے۔

(۱۴)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن جریج (۴) سے، انہوں نے فرمایا: مجھے زیاد (۵) نے فرمایا کہ تم صبح وشام یہ درود شریف پڑھنا نہ بھولنا: اے اللہ! اس ذات اقدس پر رحمتیں

---

(۱)۔ یہ ابو قلابہ عبداللہ ابن زید بن عمرو جرمی بصری، ثقہ اور فاضل تھے، بکثرت مرسلاً روایت کرتے تھے، منصب قضا سے جان چھڑانے کیلئے شام چلے گئے تھے، وہیں ۱۰۴ھ اور بعض نے کہا اس کے بعد فوت ہوئے، التقریب (۳۳۳۳) تہذیب التہذیب (۲۳۹/۲) تہذیب الکمال (۵۴۲/۱۴)

(۲)۔ اصل نسخے میں بخار ہے، غالباً صحیح وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے (نجار) النجر، النجار اور النجار کا معنی اصل اور حسب ہے، دیکھئے لسان العرب (۱۹۳/۵) بعض جگہ "وطاب منه الفخار" آیا ہے، اس لئے لفظ "بخار" کا کوئی مطلب نہیں ہے، اور یہ کاتب کی غلطی ہے، واللہ اعلم۔ اس کی تائید دلائل الخیرات میں امام جزولی کے قول سے ہو جاتی ہے، انہوں نے لکھا ہے: "اللهم صل على من طاب منه النجار، دیکھئے دلائل الخیرات (۱۴۲۔۱۴۳) اور اس کی شرح مطالع المسرات (۴۱۰۔۴۱۱)

(۳)۔ اصل نسخ میں "جوذ" ہے اور غالباً (جود) ہی صحیح ہے جو ہم نے متن میں لکھا ہے، جیسے دلائل الخیرات (۱۴۲۔۱۴۳) اور مطالع المسرات (۴۱۲۔۴۱۳) میں ہے، غالباً نبی اکرم ﷺ کی عظیم سخاوت کا بیان کرنا مقصود ہے، کیونکہ آپ کی بخشش آندھی سے بھی زیادہ تیز تھی، ممکن ہے اس جگہ لفظ "جنوب" ہو۔ (جنوب یمینہ) اسے بگاڑ کر جوذ بنا دیا گیا ہو، جنوب جمع ہے جنب کی یعنی انسان کی ایک جانب، سائیڈ، دیکھئے۔ المفر بین از ابن سلام (۱۸۱/۱۔۱۸۲ ب، ج ۱) لسان العرب (۲۷۵/۱)

(۴)۔ ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۰ کے تحت کیا جا چکا ہے۔

(۵)۔ یہ ابو عبدالرحمٰن زیاد بن سعد بن عبدالرحمٰن خراسانی ہیں، ابن جریج کے شریک تھے، پہلے مکہ معظمہ میں رہے، پھر یمن چلے گئے، ثقہ اور مستند ہیں، ابن عیینہ نے فرمایا زہری کے شاگردوں میں مضبوط ترین یادداشت والے تھے، ان سے امام مالک، ابن جریج، ابن عیینہ اور ہمام وغیرہم نے روایت کی۔ دیکھئے التقریب (۲۰۸۰) اور تہذیب التہذیب (۳۲۷/۱)

نازل فرما جن سے نہریں جاری ہوئیں اور انوار پھوٹے اور اسی ذات اقدس میں حقائق ترقی کی اور آدم علیہ السلام کے علوم نازل ہوئے۔

(۱۵)۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں معمر (۱) سے، وہ ابن ابی زائدہ (۲) سے، وہ ابن عون (۳) سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے شیخ (ابن عون) نے تعلیم دی کہ میں رات یہ درود شریف پڑھا کروں: اے اللہ ذات اقدس پر رحمت نازل فرما جن سے تو نے ہر شے کو پیدا فرمایا: (۴)

(۱۶)۔ عبدالرزاق ابن جریج سے اور وہ سالم (۵) سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سعید بن ابی سعید (۶) نے تعلیم دی کہ میں ہمیشہ یہ درود شریف پڑھا کروں: اے اللہ! غم کو دور کرنے والی، اندھیرے کو منکشف کرنے والی، نعمت کو عطا کرنے والی اور رحمت بانٹنے والی ہستی پر رحمت کاملہ نازل فرما۔

---

(۱)۔ ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت گزر چکا ہے۔

(۲)۔ ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۳ کے تحت گزر چکا ہے۔

(۳)۔ یہ ابو عون عبداللہ ابن عون بن ارطبان مزنی البصری تھے، انہوں نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی، لیکن ان سے حدیث کا سننا ثابت نہیں ہے، ثقہ، مضبوط حافظے والے، فاضل اور علم وعمل اور عمر میں ایوب کے معاصر تھے، ان سے اعمش، ثوری، شعبہ، ابن مبارک، ابن زائدہ اور وکیع وغیرہم نے روایت کی ۱۵۰ھ میں وفات پائی، التقریب (۳۵۱۹) تہذیب التہذیب (۳۹۸/۲) اور تہذیب الکمال (۳۹۴/۱۵)

(۴)۔ اس کی سند منقطع ہے، کیونکہ معمر، ابن ابی زائدہ سے روایت نہیں کرتے۔

(۵)۔ یہ ابو نضر سالم بن ابی امیہ تیمی مدنی ہیں، ثقہ اور مستند تھے، مرسلا روایت کرتے تھے، ۱۲۹ھ میں فوت ہوئے، دیکھے التقریب (۲۱۶۹) تہذیب التہذیب (۱۶۷/۱) اور تہذیب الکمال (۱۲۷/۱۰)

(۶)۔ یہ سعید بن ابو سعید ہیں، ابو سعید کا نام کیسان مقبری مدنی ہے، وہ مدینہ منورہ کی ایک عورت کے مکاتب تھے، مقبری نسبت ہے مدینہ منورہ کے ایک مقبرہ (قبرستان) کی طرف، یہ اس کے قریب رہتے تھے ۱۲۰ھ کے آس پاس وفات پائی، دیکھئے التقریب (۲۳۲۱) تہذیب التہذیب (۳۲/۲) اور تہذیب الکمال (۳۶۶/۱۰)

(۱۷)۔ عبدالرزاق معمر سے وہ زہری سے، وہ سالم سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان دو آنکھوں سے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی اور آپ تمام تر نور تھے، بلکہ (نُورٌ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ) آپ ایسے نور تھے جسے اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ اپنے نور سے پیدا کیا تھا (مَنْ رَآہُ بَدِیْھَةً) (۱) جو شخص پہلے پہل آپ کی زیارت کرتا وہ مرعوب ہو جاتا اور جو بار بار آپ کی زیارت کرتا وہ دل کی گہرائی سے آپ سے محبت کرنے لگتا۔ (۲)

(۱۸)۔ عبدالرزاق معمر (۳) سے وہ ابن منکدر سے (۴) اور وہ حضرت جابر ﷺ (۵) سے

---

(۱) اصل نسخے میں بدیھا ہے، غالبا صحیح (بدیھة) ہے جو ہم نے متن میں درج کیا ہے، غالبا اس جگہ کاتب کی غلطی ہے۔

(۲) اس حدیث کی سند صحیح ہے، حضرت معمر کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت گزر چکا ہے جہاں تک اس سند کا تعلق ہے (الزھری عن سالم عن ابیه) تو یہ ان صحیح ترین سندوں میں سے ہے جن کا تذکرہ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ اور دیگر ائمہ حدیث نے کیا ہے، جیسے کہ امام نووی کی کتاب ارشاد طلاب الحقائق (۱۱۲/۱) میں ہے، امام ترمذی (۵۹۹/۵) ابن ابی شیبہ نے مصنف (۳۲۸/۶) میں اس حدیث کو باسعنی حضرت علی بن ابی طالب ﷺ سے روایت کیا وہ جب نبی اکرم ﷺ کی صفت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ آپ نہ تو بہت لمبے تھے اور نہ ہی بہت چھوٹے، بلکہ آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا (یہاں تک کہ فرمایا) جو شخص آپ کی پہلے پہل زیارت کرتا وہ مرعوب ہو جاتا اور جو آپ سے میل جول رکھتا وہ آپ سے محبت کرتا، آپ کی صفت بیان کرنے والا ہر شخص یہ کہتا کہ میں نے آپ جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

(۳) ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت گزر چکا ہے۔

(۴) یہ ابو عبداللہ محمد بن منکدر بن عبداللہ ابن ھدیر مدنی اور مشہور ائمہ میں سے ایک ہیں انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ، ابو ہریرہ، سیدہ عائشہ، ابن عباس اور ابن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم سے روایت کی اور ان سے بے شمار مخلوق نے روایت کی، ان میں زید بن اسلم، زھری، ثوری، ابن عیینہ اور اوزاعی شامل ہیں، یہ ثقہ اور فاضل ہیں، ۱۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ دیکھئے التقریب (۶۳۲۷) تہذیب التہذیب ۷۰۹/۳) اور تہذیب الکمال (۵۰۳/۲۶)

(۵)۔ یہ حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن سلمہ انصاری ﷺ تھے، ان کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو عبدالرحمن ہے، نبی اکرم ﷺ سے بکثرت روایت کرنے والے صحابہ میں سے ایک ہیں، یہ خود بھی صحابی تھے اور ان کے والد بھی، بیعت عقبہ کے موقع پر حاضر ہونے والوں میں یہ بھی شامل تھے، انیس غزوات میں نبی اکرم ﷺ کی معیت میں حاضر ہوئے، یہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چورانوے سال عمر پائی۔ دیکھئے الاصابہ (۴۵/۲) الاستیعاب از ابن عبدالبر (۲۱۹/۱) اور اسد الغابہ (۲۵۶/۱) میں کہتا ہوں کہ ان ثقہ اور اکابر کے حالات کے مطالعہ کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

روایت کرتے ہیں:(عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر قال سالت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ اَوَّلِ شیءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تعالیٰ؟ قال هُوَ نُوْرُ نَبِیِّکَ یَاجَابِرُ خَلَقَهُ اللّٰهُ. ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ آپ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا، پھر اس میں ہر خیر کو پیدا کیا اور ہر شے کو اس کے بعد پیدا کیا اور جب اس نور کو پیدا کیا تو اسے اپنے سامنے مقامِ قرب میں بارہ ہزار سال قائم کیا، پھر اسے چار قسمیں بنایا، تو ایک قسم سے عرش اور کرسی کو پیدا کیا، ایک قسم سے عرش کے حاملین اور کرسی کے خازنوں کو پیدا کیا۔(۱)

چوتھی قسم کو مقامِ محبت میں بارہ ہزار سال رکھا، پھر اسے چار حصے کیا، ایک قسم سے قلم کو، ایک سے لوح کو اور ایک قسم سے جنت کو پیدا کیا، پھر چوتھی قسم کو مقامِ خوف میں بارہ ہزار سال رکھا اور اسے چار حصے کیا، ایک حصے سے فرشتوں کو، ایک سے سورج کو اور ایک حصے سے چاند اور ستاروں کو پیدا کیا، پھر چوتھے حصے کو مقامِ رجا میں بارہ ہزار سال رکھا، پھر اسے چار حصے کیا، ایک سے عقل، ایک سے علم وحکمت اور عصمت وتوفیق کو پیدا کیا، (۲) چوتھی جزء کو بارہ ہزار سال مقامِ حیا میں قائم کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر فرمائی تو اس نور کو پسینہ آ گیا اور اس نور کے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے ٹپکے۔(۳) اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے کسی نبی یا رسول کی روح کو پیدا فرمایا۔

---

(۱)۔اس جگہ تیسری قسم کا بھی ذکر ہونا چاہئے۔۱۲ اشرف قادری

(۲)۔اس جگہ بھی تیسری جز کا ذکر ہونا چاہئے۔۱۲ اشرف قادری

(۳)۔مصنف کے نسخے میں الفاظ میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے کچھ الفاظ ساقط ہو گئے ہیں، ہم نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتاب ''تلقیح الفہوم'' (ج ل ۱۳۰ ب) کی عبارت درج کر دی ہے کیونکہ وہ نص کی عبارت سے مضبوط ہے۔۱۲

پھر انبیاء کرام کی روحوں نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سانسوں سے قیامت تک ہونے والے اولیاء، شہداء، ارباب سعادت اور اصحاب اطاعت کو پیدا فرمایا۔

پس عرش اور کرسی میرے نور سے، کرّوبیاں میرے نور سے، فرشتے اور اصحاب روحانیت میرے نور سے، جنت اور اس کی نعمتیں میرے نور سے، ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے، سورج، چاند اور ستارے میرے نور سے، عقل اور توفیق میرے نور سے، رسولوں اور انبیاء کی روحیں میرے نور سے، شہداء، سُعداء اور صالحین میرے نور سے پیدا ہوئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے اور میرے نور یعنی چوتھی جزء کو ہر پردے میں ایک ہزار سال رکھا، یہ عبودیت، سکینہ، صبر، صدق اور یقین کے مقامات تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ہر پردے میں ایک ہزار سال غوطہ دیا، اور جب اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ان پردوں سے نکالا تو اسے زمین پر اتار دیا، تو جس طرح اندھیری رات میں چراغ سے روشنی ہوتی ہے، اس طرح اس نور سے مشرق سے لے کر مغرب تک کی فضا منور ہو گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے زمین سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو وہ نور ان کی پیشانی میں رکھ دیا، ان سے وہ نور حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا، وہ نور طاہر سے طیب کی طرف اور طیب سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب کی پشت تک پہنچا دیا اور وہاں سے ہماری والدہ حضرت آمنہ بنت وہب کے رحم کی طرف منتقل کیا، پھر ہمیں اس دنیا میں جلوہ گر کیا اور ہمیں رسولوں کا سردار، انبیاء کا خاتم، تمام جہانوں کے لئے رحمت مجسم اور روشن اعضاءِ وضو والوں کا قائد بنایا، اے جابر! اس طرح تیرے نبی کی ابتدا تھی۔(۱)

---

(۱)۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے یہ حدیث ان ہی الفاظ کے ساتھ اپنی کتاب ''تلقیح الفہوم'' (ج ل ۱۲۸ ا) میں بیان کی، زرکشی نے ''شرف المصطفیٰ'' (۱/۳۰۷) میں اسے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے بالمعنی روایت کیا، عجلونی نے

"کشف الخفاء" (۱/۳۱۱) میں اس کا ذکر کیا اور بتایا کہ اسے عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا، اسی طرح امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ (۱/۷۱) میں عبدالرزاق کے حوالے سے بیان کیا، عبدالملک بن زیاد طبی نے "فوائد" میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا کہ اے عمر! جانتے ہو ہم کون ہیں؟ ہم وہ ہیں جن کا نور اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے پہلے پیدا کیا، اس نور نے سجدہ کیا تو وہ سات سو سال تک سجدے ہی میں رہا، پس اے عمر! ہر شے سے پہلے ہمارے نور نے سجدہ کیا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہی گئی، اے عمر! جانتے ہو ہم کون ہیں؟ ہم وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش ہمارے نور سے پیدا کیا، کرسی ہمارے نور سے پیدا کی، لوح و قلم ہمارے نور سے پیدا کیے، حور ہمارے نور سے پیدا کیے، آنکھوں کا نور ہمارے نور سے پیدا کیا، مخلوقات کے سروں میں پائی جانے والی عقل ہمارے نور سے پیدا کی، مومنوں کے دلوں میں معرفت کا نور ہمارے نور سے پیدا کیا اور یہ بطور فخر بیان نہیں کیا، اس روایت کا تذکرہ سید جعفر کتانی نے اپنی کتاب "العلم النبوی" (ل ح ۲/۱۳۳) میں کیا۔

حدیث جابر کے معنی و مطلب پر کیے جانے والے اشکالات کا جواب امام حلوانی نے اپنی کتاب "مواکب ربیع" (۲۷-۳۳) میں دیا ہے، آئندہ سطور میں ان کی تحریر ملاحظہ ہو:

انہوں نے فرمایا:

یہ حدیث مختلف روایات سے مروی ہے، اور اس میں پانچ اشکال ہیں۔

پہلا اشکال:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نور مصطفیٰ ﷺ ہر چیز سے پہلے ہے، یہ اس حدیث کے مخالف ہے جو متعدد سندوں سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کے پیدا کرنے سے پہلے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا، اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ہماری روح کو پیدا کیا، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے لوح کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا، یہ احادیث حدیث نور کے مخالف ہیں، پھر یہ روایات آپس میں بھی تو ایک دوسری کے مخالف ہیں، ان میں تطبیق کیسے دی جائے گی؟

جواب: یہ ہے کہ نور مصطفیٰ ﷺ مطلقاً سب سے پہلے ہے، جیسے کہ گزشتہ احادیث کی تفصیلات اس دعوے پر دلالت کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ علماء کے اقوال اس پر متفق ہیں، اس کے علاوہ باقی چیزوں کا اول ہونا نسبی ہے، پس پانی نور شریف کے علاوہ باقی چیزوں سے پہلے ہے، ایک حدیث میں ہے کہ "ہر شے پانی سے پیدا کی گئی ہے"۔ اسے امام احمد نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا، اس حدیث کا بھی یہی مطلب ہے کہ ہر شے سے مراد نور شریف کے علاوہ اشیاء ہیں۔

جنات کا آگ سے اور فرشتوں کا نور یا ہوا سے پیدا کیا جانا اس حدیث کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ علماء طبیعیین نے بیان کیا کہ پانی حرارت کی وجہ سے بخار بن جاتا ہے بخار ہوا اور ہوا آگ بن جاتی ہے، لہٰذا آگ کے پانی سے پیدا ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سبز درخت میں پانی اور ہوا کو جمع فرما دیا۔

رہیں وہ روایات جن میں روح شریف، قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ کی اولیت کا ذکر ہے تو یہ بعد والی مخلوقات کے اعتبار سے اولیت ہے، یا یہ مطلب ہے کہ ان میں سے ہر چیز اپنی جنس سے پہلے ہے، یعنی روح القدس دوسری روحوں سے پہلے، قلم دوسرے قلموں سے پہلے اور لوح محفوظ دوسری لوحوں سے پہلے، ہاں سب سے پہلے عقل اور سب سے پہلے نور شریف کے پیدا کیے جانے پر دلالت کرنے والی روایات میں کوئی مخالفت نہیں ہے، کیونکہ حقیقت محمدیہ کو کبھی عقل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے، جیسے کہ علامہ شعرانی نے "الیواقیت والجواہر" میں بیان کیا، بلکہ متعدد علماء نے بیان کیا کہ یہ سب نور شریف کے نام ہیں۔

اس نور کے نورانی ہونے اور انوار کا فیضان کرنے کے اعتبار سے اسے نور کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ شاہوں کے سطروں کی طرح علوم کے نقوش کا سبب ہے اور احکام اس کے تابع ہو کر جاری ہوتے ہیں اسے قلم کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ علوم کا مظہر ہے اسے لوح کہا جاتا ہے اور اس میں عقل کی فراوانی کے اعتبار سے اسے عقل کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ وجود کائنات اور اس کی حسی اور معنوی زندگی کا سبب ہے تو اسے روح اور پانی کہا جاتا ہے۔

(میں کہتا ہوں) اسی لئے نبی اکرم ﷺ کا نام آیت کریمہ (وما ارسلناک الا رحمة للعالمین) میں رحمت رکھا گیا ہے، جیسے کہ ایک آیت (فانظر الی آثار رحمة اللہ کیف یحیی الارض بعد موتها) میں پانی کو رحمت کہا گیا ہے، نیز نور اور پانی میں موج زن ہونے اور پھیلاؤ میں مشابہت پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ ایک حدیث میں نور کو پانی کی صفت (چھڑکنے) کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا، پھر ان پر نور کے چھینٹے مارے، اسی لئے بعض علماء نے حضرت رزین کی روایت کردہ حدیث میں واقع لفظ "عماء" کی تفسیر نور محمدی (علی صاحبه الصلاة والسلام) سے کی ہے، حضرت رزین فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ فرمایا: "کان فی عماء" (اس کا مطلب بعد میں آرہا ہے۔ ۱۲ قادری) اس کے اوپر بھی ہوا نہیں تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا نہیں تھی، پھر پانی پر اپنا عرش پیدا فرمایا، اس حدیث کو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ عماء کی اصل بارش برسانے والا رقیق یا سفید یا بلند بادل ہے، اور نور شریف بارش برسانے والے رقیق بادل کے ساتھ اس اعتبار سے مشابہت رکھتا ہے کہ نور شریف متقدمین اور اکثر متاخرین کے زمانے میں مخفی رہنے کے باوجود سبب حیات تھا، نیز نور مبارک اپنی وضاحت اور تابندگی کے اعتبار سے سفید بادل کے مشابہ ہے اور اپنے حسی اور معنوی کمالات کے اعتبار سے تمام مخلوقات سے بلند و بالا ہے اس لحاظ سے بلند بادل کے مشابہ ہے۔

چونکہ ہوا عماء کے لوازم میں سے ہے جس کا معنی بادل ہے، اور اس بادل کے ساتھ ہوا کا وجود نہیں تھا، کیونکہ اس وقت تو اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق پیدا ہی نہیں کی تھی، اس لئے فرمایا کہ نہ تو اس کے اوپر ہوا تھی اور نہ ہی اس کے نیچے ہوا تھی، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس نور کی بادل کے ساتھ ہر وجہ کے اعتبار سے مشابہت نہیں ہے، اسی طرح بعض اہل علم نے فرمایا۔

اس تقریر کے مطابق (کان فی عماء) میں لفظ "فی" "مع" کے معنی میں ہے، جس سے ایسی مصاحبت سمجھی جاتی ہے جو اتصال (اور ظرفیت) سے پاک ہے، کیونکہ اتصال اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے۔

"کشف الخفاء" (۱/۳۱۱) میں اس کا ذکر کیا اور بتایا کہ اسے عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا، اسی طرح امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ (۱/۷) میں عبدالرزاق کے حوالے سے بیان کیا، عبدالملک بن زیاد الطلحی نے "فوائد" میں حضرت عمر بن خطاب ﷺ کی روایت سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا کہ اے عمر! جانتے ہو ہم کون ہیں؟ ہم وہ ہیں جن کا نور اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے پہلے پیدا کیا، اس نور نے سجدہ کیا تو وہ سات سو سال تک سجدے میں رہا، پس اے عمر! ہر شے سے پہلے ہمارے نور نے سجدہ کیا اور یہ بات بطور فخر نہیں کی گئی، اے عمر! جانتے ہو ہم کون ہیں؟ ہم وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش ہمارے نور سے پیدا کیا، کرسی ہمارے نور سے پیدا کی، لوح و قلم ہمارے نور سے پیدا کئے، شمس و قمر ہمارے نور سے پیدا کئے، آنکھوں کا نور ہمارے نور سے پیدا کیا، مخلوقات کے سروں میں پائی جانے والی عقل ہمارے نور سے پیدا کی، مومنوں کے دلوں میں معرفت کا نور ہمارے نور سے پیدا کیا اور یہ بطور فخر بیان نہیں کیا، اس روایت کا تذکرہ سید محمد جعفر کتانی نے اپنی کتاب "العلم النبوی" (ل خ ۲/۱۳۳) میں کیا۔

حدیث جابر کے معنی و مطلب پر کئے جانے والے اشکالات کا جواب امام صاوی نے اپنی کتاب "مواکب ربیع" (۲۷۔۳۳) میں دیا ہے، مسئلہ مطلوبہ میں ان کی تحریر ملاحظہ ہو:

انہوں نے فرمایا:

یہ حدیث مختلف روایات سے مروی ہے اور اس میں پانچ اشکال ہیں۔

پہلا اشکال:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نور مصطفیٰ ﷺ ہر چیز سے پہلے ہے، یہ اس حدیث کے مخالف ہے جو متعدد سندوں سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کے پیدا کرنے سے پہلے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا، اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ہماری روح کو پیدا کیا، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے لوح کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا، یہ احادیث حدیث نور کے مخالف ہیں، پھر یہ روایات آپس میں بھی تو ایک دوسری کے مخالف ہیں، ان میں تطبیق کیسے دی جائے گی؟

جواب: یہ ہے کہ نور مصطفیٰ ﷺ مطلقاً سب سے پہلے ہے، جیسے کہ گزشتہ احادیث کی تفصیلات اس دعوے پر دلالت کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ علماء کے اقوال اس پر متفق ہیں، اس کے علاوہ باقی چیزوں کا اول ہونا نسبی ہے، پس پانی نور شریف کے علاوہ باقی چیزوں سے پہلے ہے، ایک حدیث میں ہے کہ "ہر شے پانی سے پیدا کی گئی ہے"، اسے امام احمد نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا، اس حدیث کا بھی یہی مطلب ہے کہ ہر شے سے مراد نور شریف کے علاوہ اشیاء ہیں۔

جنات کا آگ سے اور فرشتوں کا نور یا ہوا سے پیدا کیا جانا اس حدیث کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ علماء طبیعین نے بیان کیا کہ پانی حرارت کی وجہ سے بخار بن جاتا ہے، بخار ہوا اور ہوا آگ بن جاتی ہے، لہٰذا آگ کے پانی سے پیدا ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سبز درخت میں پانی اور ہوا کو جمع فرما دیا۔

رہیں وہ روایات جن میں روح شریف، قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ کی اولیت کا ذکر ہے تو یہ بعد والی مخلوقات کے اعتبار سے اضافی ہے، یا یہ مطلب ہے کہ ان میں سے ہر چیز اپنی جنس سے پہلے ہے، یعنی روح اقدس دوسری روحوں سے پہلے، قلم دوسرے قلموں سے پہلے اور لوح محفوظ دوسری لوحوں سے پہلے، ہاں سب سے پہلے عقل اور سب سے پہلے نور شریف کے پیدا کئے جانے پر دلالت کرنے والی روایات میں کوئی مخالفت نہیں ہے، کیونکہ حقیقت محمدیہ کو کبھی عقل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے، جیسے کہ علامہ شعرانی نے "الیواقیت والجواہر" میں بیان کیا، بلکہ متعدد علماء نے بیان کیا کہ یہ سب نور شریف کے نام ہیں۔

اس نور کے نورانی ہونے اور انوار کا فیضان کرنے کے اعتبار سے اسے نور کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ بادشاہوں کے قلموں کی طرح علوم کے نقوش کا سبب ہے اور احکام اس کے تابع ہو کر جاری ہوتے ہیں، اسے قلم کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ علوم کا مظہر ہے، اسے لوح کہا جاتا ہے اور اس میں عقل کی فراوانی کے اعتبار سے اسے عقل کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ وجود کائنات اور اس کی حسی اور معنوی زندگی کا سبب ہے، اسے روح اور پانی کہا جاتا ہے۔

(میں کہتا ہوں) اسی لئے نبی اکرم ﷺ کا نام آیت کریمہ (وما ارسلناک الا رحمة للعالمین) میں رحمت رکھا گیا ہے، جیسے کہ ایک آیت (فانظر الی آثار رحمة اللہ کیف یحیی الارض بعد موتها) میں پانی کو رحمت کہا گیا ہے، نیز نور اور پانی میں موج زن ہونے اور پھیلاؤ میں مشابہت پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ ایک حدیث میں نور کو پانی کی صفت (چھڑکنے) کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا، پھر ان پر نور کے چھینٹے مارے، اسی لئے بعض علماء نے حضرت رزین کی روایت کردہ حدیث میں واقع لفظ "عماء" کی تفسیر نور محمدی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) سے کی ہے، حضرت رزین فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ فرمایا: "کان فی عماء" (اس کا مطلب بعد میں آرہا ہے۔ ۱۲ قادری) اس کے اوپر بھی ہوا نہیں تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا نہیں تھی، پھر پانی پر اپنا عرش پیدا فرمایا، اس حدیث کو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ عماء کی اصل بارش برسانے والا رقیق یا سفید یا بلند بادل ہے، اور نور شریف بارش برسانے والے رقیق بادل کے ساتھ اس اعتبار سے مشابہت رکھتا ہے کہ نور شریف متقدمین اور اکثر متاخرین کے زمانے میں مخفی رہنے کے باوجود سبب حیات تھا، نیز نور مبارک اپنی وضاحت اور تابندگی کے اعتبار سے سفید بادل کے مشابہ ہے اور اپنے حسی اور معنوی کمالات کے اعتبار سے تمام مخلوقات سے بلند و بالا ہے اس لحاظ سے بلند بادل کے مشابہ ہے۔

چونکہ ہوا عماء کے لوازم میں سے ہے جس کا معنی بادل ہے، اور اس بادل کے ساتھ ہوا کا وجود نہیں تھا، کیونکہ اس وقت تو اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق پیدا ہی نہیں کی تھی، اس لئے فرمایا کہ نہ تو اس کے اوپر ہوا تھی اور نہ ہی اس کے نیچے ہوا تھی، تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس نور کی بادل کے ساتھ ہر وجہ کے اعتبار سے مشابہت نہیں ہے، اسی طرح بعض اہل علم نے فرمایا۔

اس تقریر کے مطابق (کان فی عماء) میں لفظ "فی" "مع" کے معنی میں ہے، جس سے ایسی مصاحبت بھی جاتی ہے جو اتصال (اور ظرفیت) سے پاک ہے، کیونکہ اتصال اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت رزین کو یہ جواب (کان فی عماء) دیا، حالانکہ انہوں نے جو سوال کیا تھا (کہ اس
وقت اللہ تعالیٰ کہاں تھا؟) اس کا یہ جواب نہیں ہے، دراصل یہ حکیمانہ انداز جواب اختیار فرمایا اور انہیں بتا دیا کہ اس سے
زیادہ نہیں الجھنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اَیْنَ (اور کہاں) سے پاک ہے، یہ سوال تو اس مخلوق کے بارے میں کیا جانا
وجود و شہود میں سب سے پہلے تھی۔

حدیث کا دوسرا مطلب:

بعض علماء نے فرمایا کہ دراصل سوال یہ تھا کہ ہمارے رب کا عرش کہاں تھا؟ بطور توسیع مضاف حذف کر دیا
طرح (وسئل القریة) میں مضاف محذوف ہے، (اصل میں اهل القریة تھا) اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد
ایک روایت میں واقع ہے (وکان عرشه علی الماء) (اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا) جب آپ نے (فی عماء)
وہ خاموش ہو گئے اور یہ سوال نہیں اٹھایا کہ "عماء" کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا سوال
کے بارے میں نہیں تھا، بلکہ مخلوق کے بارے میں تھا۔ اس لئے "عماء" سے مراد پانی ہے، لفظ "عماء" (جس کا معنی بادل
بول کر پانی مراد لیا گیا ہے، کیونکہ بادل پانی کا محل ہے (یعنی مجاز مرسل کے طور پر محل بول کر حال مراد لیا گیا ہے۔ ۱۲ قادری)

حدیث کا تیسرا مطلب:

بعض علماء نے فرمایا: سوال اپنے ظاہر پر ہے اور اَیْنَ (ظرفیت) مجازی ہے اور "عماء" سے مراد احدیت ہے۔
اس کے علاوہ بھی اس حدیث کے مطالب بیان کئے گئے ہیں، اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ یہ متشابہات
سے ہے اور اس کا علم (اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ) کے سپرد ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی کا موقف:

الیواقیت والجواہر میں فتوحات مکیہ سے استفادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ علی الاطلاق سب سے پہلی مخلوق عماء ہے، اس کی
حضرت علی مرتضیٰ ؓ کے ارشاد سے ہوتی ہے جسے قصری نے روایت کیا ہے اور جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔
الیواقیت کے بیان پر ایک واضح اعتراض وارد ہوتا ہے، کیونکہ خلا کا وجود زمین کے بچھانے اور آسمان کو بلندی عطا کرنے
درمیان اور پانی کے وجود کے بعد تھا، اس لئے خلا کی اولیت حقیقی نہیں بلکہ بعض اشیاء کی نسبت سے ہے، ہمارے اس
کی دلیل یہ ہے کہ شیخ اکبر کی فتوحات مکیہ میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ سب سے پہلے موجود ہیں
نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عماء (مادۂ کائنات) کو پیدا کیا اور اس میں تمام حقیقتوں سے پہلے جو چیز پیدا
حقیقت مصطفیٰ ﷺ تھی، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے مطابق کائنات کو ظاہر کرنے کا ارادہ کیا تو
(کائنات) اس مقدس ارادے سے حقیقت محمدیہ پر نازل ہونے والی ایک قسم کی تجلیات تنزیہ کے ذریعے متاثر ہوا تو
پیدا ہوئی اور یہ ایسے ہے جیسے چونے اور گچ کا ڈھیر لگا دیا گیا ہو تاکہ اس میں جو بھی شکلیں اور صورتیں چاہے بنا دے

کو ہیولیٰ پیدا فرمایا۔ ۱۲ قادری) پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنے نور کی تجلی فرمائی، جب کہ عالم اس میں بالقوۃ موجود
شے نے نور سے قرب ہونے کے مطابق اس تجلی کے نور سے نورانیت حاصل کی، جیسے چراغ کے نور سے گھر کا گوشہ
ہو جاتا ہے، پس اس نور سے قرب کے مطابق ہر چیز نے نورانیت کو قبول کیا، جتنا قرب زیادہ تھا، اتنا ہی اس نے
کو زیادہ قبول کیا، اور حقیقت مصطفیٰ (ﷺ) سے بڑھ کر کوئی اس کے قریب نہیں تھا، اس لیے مادے سے پیدا ہونے
والی تمام چیزوں سے زیادہ حقیقت محمدیہ نے ہی نورانیت کو قبول کیا۔ اس طرح نبی اکرم ﷺ کائنات کے ظہور کے لئے مبدا
پہلے موجود تھے، اور اس مادے میں سب انسانوں سے زیادہ آپ کے قریب، تمام انبیاء کے رازوں کے جامع حضرت علی
ابی طالب ؓ تھے۔

دوسرا اشکال:

اگر نور کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ تنہا پیدا کیا گیا تھا، اب دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ
عرض تھا یا جوہر؟ اگر عرض تھا جیسے کہ نور (روشنی) کی شان ہے تو اس پر اعتراض وارد ہوگا کہ عرض تو صرف محل میں پایا جاتا ہے
جب کہ اس وقت کوئی دوسری مخلوق موجود نہیں تھی) اور اگر ہم کہیں کہ وہ جوہر تھا جیسے کہ بعض محققین نے اس بنیاد پر کہا ہے
کہ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا تھا وہ نور چلا جاتا تھا، تو اس پر اشکال وارد ہوگا کہ اس سے پہلے یا اس کے ساتھ ایک خلا کا ہونا ضروری
ہے تاکہ وہ جگہ پکڑے، بہر صورت تنہا اس کا وجود ناقابل تصور ہے۔ اس لئے اسے پہلی مخلوق نہیں کہا جا سکتا۔
دوسری بات یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ "اس وقت لوح بھی بن چکی تھی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نور کے
ساتھ لوح بھی موجود تھا، یہ بات بھی اس کی اولیت کے خلاف ہے۔

جواب:

اس اعتراض کا جواب دو طرح سے ہے۔
(۱) جو بھی صورت ہو اس نور کے تنہا پائے جانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ وجود ان امور میں سے تھا جو خلاف عادت
ہوتے ہیں، لہٰذا اس کا قیاس ان چیزوں پر نہیں کیا جائے گا جو ہماری عقلوں میں آتی ہیں، یہ قیاس کس طرح صحیح ہوگا؟ جبکہ نبی
اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے ہمیں سچائی دے کر بھیجا، ہمیں حقیقتاً ہمارے رب کے سوا کسی نے
نہیں پہچانا۔
جہاں تک وقت مذکور کا تعلق ہے تو وہ امر تخیلی ہے، کیونکہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ زمانہ آسمان (نمبر ۹) کی حرکت کی
مقدار کا نام ہے اور اس وقت تو نہ کوئی مخلوق تھی اور نہ ہی کوئی حرکت۔
ایک اور جواب جو اس کے قریب ہے یہ ہے کہ وہ نور ان جواہر مجردہ میں سے تھا جو عناصر اربعہ میں سے کسی بھی عنصر
کے مادے اور اس کے لوازم شکل و مکان میں متحیز ہونے سے پاک ہیں۔
(میں کہتا ہوں) کہ یہ جواب اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب مجردات کو جوہر و عرض کے علاوہ موجودات کی

تیسری قسم شمار کیا جائے، چنانچہ فلاسفہ اور اہل سنت وجماعت میں سے امام غزالی جیسی، راغب اصفہانی اور بعض صوفیاء اس کے قائل ہیں، فلاسفہ کا کہنا ہے کہ مجردات نہ تو خود متحیز ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی متحیز کے ساتھ قائم ہوتے ہیں، انہوں نے ان کا نام "جواہر روحانیہ" رکھا ہے، اور عقول وارواح کو اسی زمرے میں شمار کیا ہے، ان کے نزدیک عقول وارواح قائم بنفسہ تو ہیں لیکن متحیز نہیں ہیں، بلکہ اجسام کے ساتھ ان کا تعلق تدبیر اور تصرف والا ہے، یہ نہ تو اجسام میں داخل ہیں اور نہ ہی خارج ہیں لیکن جمہور اہل سنت ان کے قائل نہیں ہیں اور جن حضرات نے اس مسئلے میں فلاسفہ کی تائید کی ہے ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ امام علامہ عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی نے اس قول کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔

(۲)۔ ہوسکتا ہے کہ جس خلا میں وہ نور متحیز ہوا ہو وہ اس کے ساتھ ہی پیدا ہوا ہو اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس نور کی ایجاد کا تتمہ ہے لہٰذا یہ امر نور کے مطلقاً اول ہونے کے منافی نہیں ہے، جیسے کہ ہم اس سے پہلے اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

تیسرا اشکال:

یہ ہے کہ (مِنْ نُوْرِہٖ) میں اضافت لامیہ ہے یا بیانیہ؟ اگر اضافت لامیہ ہو تو اصل عبارت اس طرح ہوگی (من نور له تعالی) اب اشکال یہ پیدا ہوگا کہ وہ نور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم تھا یا نہیں؟ اگر کہو کہ قائم تھا تو ذات باری تعالیٰ کا جسم ہونا لازم آئے گا، کیونکہ نور اجسام کے ہی ساتھ قائم ہوتا ہے، دوسرا اشکال یہ پیدا ہوگا کہ وہ نور باری تعالیٰ قدیم ہے یا حادث؟ اگر قدیم ہے تو (جب وہ نور نور مصطفی ﷺ کے لیے مادہ ہے گا تو) قدیم کا حادث کے لیے مادہ ہونا لازم آئے گا اور اگر کہو کہ وہ حادث ہے (اس کے باوجود ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے) تو حادث کا قدیم کے ساتھ قائم ہونا لازم آئے گا۔ دوسری خرابی یہ لازم آئے گی (کہ وہ حادث نور مخلوق ہوگا اور نور محمدی سے پہلے ہوگا) تو ایک مخلوق کا نور محمدی سے پہلے ہونا لازم آئے گا اور یہ حدیث کی نص کے خلاف ہوگا۔

اور اگر کہو کہ وہ نور ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم نہیں ہے تو بھی اس میں دو احتمال ہیں کہ وہ قدیم ہے یا حادث؟ اگر قدیم ہے تو قدیم کا حادث کے لیے مادہ ہونا لازم آئے گا، جیسے اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور اگر کہو کہ حادث ہے تو ایک مخلوق کا نور محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہونا لازم آئے گا، یہ اشکال بھی اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ (من نورہ) کی اضافت بیانیہ ہے تو اصل عبارت یوں ہوگی (من نور هو ذاته) جیسے (اللہ نور السموات والارض) میں ہے (اور حدیث کا مطلب ہوگا کہ نور محمدی ﷺ اس نور سے پیدا ہوا جو ذات باری تعالیٰ کا عین ہے) تو اس سے ذات باری تعالیٰ کا منقسم ہونا اور حادث (نور محمدی ﷺ) کے لیے مادہ ہونا لازم آئے (اور یہ بھی باطل ہے)

جواب:

ہم پہلی شق اختیار کرتے ہیں کہ یہ اضافت لامیہ ہے اور اس وقت نور سے مراد وہ نور نہیں جو عرض ہے، بلکہ اس سے مراد ظہور ہے، جیسے کہ اہل علم نے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (نور) کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو خود ظاہر ہے اور

دوسرے کو ظاہر کرنے والا ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور محمدی ﷺ کو اپنے ظہور سے (یعنی بلاواسطہ) پیدا فرمایا، پھر باقی تمام مخلوقات کے کہ وہ اس نور شریف کے ظہور کے واسطے سے پیدا ہوئیں۔ اس صورت میں لفظ "مِنْ" ابتدائیہ ہوگا اور اس سے یہی متبادر ہے۔

یہ جواب سید عبدالرحمٰن عیدروس نے "شرح الصلاۃ الشجریۃ" میں دیا ہے، یہ جواب زیادہ ظاہر ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اضافت بیانیہ ہے اور "مِنْ" میں دو احتمال ہیں (۱) ابتدائیہ ہو، اب مطلب ہوگا (مِنْ ذاتہ) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نور محمدی ﷺ کے لیے مادہ ہے، بلکہ یہ مطلب ہے کہ قدرت الٰہیہ کا تعلق اس نور کے ساتھ براہ راست ہوا اور اس کے وجود میں کسی چیز کا واسطہ نہیں تھا۔ (۲) "مِنْ" باء کے معنی میں ہو یعنی بذاتہ اور کسی واسطے کے بغیر، یہ جواب اگرچہ صحیح ہے لیکن اس میں تکلف اور بعد ہے۔

ایک اور جواب اور اس کا تجزیہ:

بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ یہ اضافت لامیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ نور محمدی ﷺ اس نور سے پیدا کیا گیا جو آپ کے لیے پہلے پیدا کیا گیا تھا، پھر اس کی نسبت آپ کی طرف کی گئی، بتانا یہ تھا کہ وہ نور عظیم چیز ہے، اور اس کی دربار الٰہی سے خاص مناسبت ہے، رہا یہ سوال کہ پھر تو ایک مخلوق کا اس نور سے پہلے ہونا لازم آ گیا تو یہ سوال وارد نہیں ہوتا، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ نور پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہو کہ وہی نور محمدی ﷺ ہو پس وہ نور ہی نور محمدی ﷺ ہوگا لیکن اس کا نام نور محمدی ﷺ اس وقت رکھا گیا جب ارادہ الٰہی کا تعلق مخلوق کے ظاہر کرنے سے ہوا، اب (خلق نور نبیک من نورہ) کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نور کو دوسری صورت عطا کی۔ اس کے قرب میں اضافہ کیا اور اس کا نام "نور محمد" ﷺ رکھا۔ (ان کا کلام ختم ہوا)

اس جواب پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ تمام احادیث سے متبادر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خلق کا معنی معدوم کو پیدا کرنا ہے نہ کہ موجود کو کوئی صورت دینا، اسے قریب کرنا اور اس کا نام رکھنا، دوسری بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں اگر قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہوں تو ان سے خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ بلکہ اصل تصویر کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں جس پر اعتماد کیا جائے، اگرچہ حدیث میں آیا ہے کہ نور شریف کو مقام قرب میں بارہ ہزار سال رکھا گیا اور نبی اکرم ﷺ کا نام مخلوق کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے رکھا گیا۔

فاضل مذکور نے جو یہ فرمایا کہ پہلے نور پیدا کیا گیا، جسے دوسری صورت دی گئی اور اس کا نام "نور محمد" رکھا گیا، غالباً یہ بات اس حدیث مرفوع سے لی گئی ہے جس میں آیا ہے کہ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے مجھے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ فرمایا: اے حبیب! میں نے اپنے اس نور کی سفیدی کی صفائی کی طرف نظر کی، جسے میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا اپنی حکمت سے اسے بغیر کسی سابق مثال کے پیدا کیا، اس کی عزت افزائی کے لیے میں نے اس کی نسبت اپنی عظمت کی طرف کی اور میں نے اس سے ایک جز نکالی اور اسے تین حصوں میں تقسیم کیا، پہلی قسم سے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو پیدا کیا، دوسری قسم سے آپ کی ازواج مطہرات اور صحابہ کو پیدا کیا، تیسری قسم سے آپ کے محبت والوں کو پیدا کیا، جب قیامت

کا دن ہوگا تو میں نور کو اپنے نور کی طرف لوٹا دوں گا، آپ کو، آپ کے اہل بیت کو، آپ کے صحابہ کو اور آپ کے اہل محبت کو اپنی رحمت سے اپنی جنت میں داخل کروں گا، اور اے حبیب! میری طرف سے انہیں یہ خوشخبری دے دیجئے۔

غور کیجئے کہ اس حدیث کے یہ الفاظ "میں نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو پیدا کیا" یہاں سے لے کر آخر تک کے الفاظ اس فاضل کے جواب کے منافی ہیں، ان کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ نور محمدی ﷺ سے پہلے اور نور تھا، لیکن اس روایت کے مطابق تو وہ نور، نور محمدی ﷺ اور اس کے غیر کی طرف منقسم ہوا تو یہ نور اس نور کا عین علاوہ ازیں اگر یہ روایت ثابت ہو تو اس کی تاویل کر کے اسے دوسری روایات کے موافق بنانا چاہئے، نہ کہ برعکس۔

ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ (من نورہ) سے مراد یہ ہے کہ نور محمدی ﷺ اس چیز سے پیدا کیا گیا جو قدیم اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح ازل سے موجود ہے، اسے مجازاً نور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس سے قدیموں کا متعدد ہونا لازم آتا ہے۔ مزید یہ کہ ایسی چیز کا ثابت کرنا لازم آتا ہے جس کا قرآن و حدیث کی رو سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

چوتھا اشکال:

یہ ہے کہ امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا، پہلی جز سے قلم، دوسری سے لوح، تیسری سے عرش کو پیدا کیا، یہاں تک کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی سے آسمانوں کو، دوسری سے زمینوں کو پیدا فرمایا۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوح محفوظ کو عرش سے پہلے اور آسمانوں زمینوں سے پہلے سے پیدا کیا، حالانکہ علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ نور محمدی ﷺ کے بعد سب سے پہلے پیدا کیا گیا، اس کے بعد عرش، اس کے بعد قلم اور اس کے بعد لوح محفوظ کو پیدا کیا گیا، اسی طرح زمین آسمانوں سے پہلے کی گئی۔

جواب: (واللہ تعالیٰ اعلم)

حدیث شریف کے ان الفاظ "پہلی جز سے قلم کو پیدا کیا" سے تخلیق اور بیان میں پہلی جز مراد ہے، میں پہلی جز مراد نہیں ہے، گویا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک جز سے قلم کو پیدا کیا اور ایک قسم سے لوح محفوظ کو، اسی طرح باقی اور حالات کے بارے میں کہا جائے گا، پھر اس جگہ عطف واؤ کے ساتھ ہے، جو ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی، لہٰذا نور کی ایک قسم سے پانی کا قلم سے پہلے پیدا کرنا، پھر عرش، پھر قلم اور اس کے بعد لوح محفوظ کا پیدا کرنا، اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح زمین کی پیدائش کا آسمان سے پہلے ہونا بھی اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، تاہم آپ جانتے ہیں کہ آسمان کو دھواں زمین سے پہلے پیدا کیا گیا تھا، اس لئے زمین کی سبقت کا اشکال وارد نہیں ہوگا۔

علماء کی ایک جماعت نے مخلوق کی پیدائش کے لحاظ سے جس ترتیب کو صحیح قرار دیا ہے، اس کی دلیل صحیح بخاری کی مرفوع حدیث ہے، جس میں آتا ہے: اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں تھی، جب کہ اس کا عرش پانی پر

اس میں اشارہ ہے کہ کائنات کی ابتداء پانی اور عرش سے ہوئی، لیکن نور شریف ﷺ کے بعد، اس سے پہلے حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے، جسے امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا، اس حدیث سے ہے کہ پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ پانی ہوا کی پشت پر تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوا بھی عرش سے پہلے پیدا کی گئی تھی۔

اس سلسلے میں اس سے بھی زیادہ صریح وہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو نور سے ایک یاقوت پیدا کیا، جس کی موٹائی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں جتنی تھی، پھر اسے بلایا تو وہ خطاب الٰہی کی ہیبت کے خوف سے پگھل کر پانی ہو گیا، وہ اللہ تعالیٰ کے خطاب کے خوف سے قیامت تک کانپتا اور لرزتا رہے گا۔ پھر ہوا کو پیدا کیا اور پانی کو اس کی پشت پر سوار کر دیا، پھر عرش کو پیدا کیا اور اسے پانی کی پشت پر رکھ دیا۔

ابن عباس ہی سے ایک روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا، اس وقت کوئی مخلوق نہیں تھی، اس قادر و قیوم نے ایک نور پیدا کیا، اس نور سے تاریکی پیدا کی، اس تاریکی سے ایک اور نور پیدا کیا اور اس نور سے ایک بڑا یاقوت پیدا کیا جس کی موٹائی سات آسمانوں، سات زمینوں اور جو ان کے درمیان ہے سب کے برابر تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس یاقوت کو خطاب کیا، جب یاقوت نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو خوف سے پانی ہو گیا، اس ہیبت کی دہشت اور خوف کی وجہ سے وہ پانی دوسرے پانی کے اوپر چڑھ گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو پیدا کیا، اور پانی کو ہوا کی پشت پر رکھ دیا، پھر عرش کو پیدا کیا اور اسے پانی کے اوپر رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے عرش کی ایک ہزار زبانیں پیدا کیں، ہر زبان ایک ہزار انداز سے اپنے خالق کی تسبیح اور حمد کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے عرش کی پیشانی پر لکھا: بے شک میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں، محمد مصطفیٰ ﷺ میرے عبد مکرم اور رسول ہیں، جو شخص میرے رسولوں پر ایمان لایا اور اس نے میرے وعدے کی تصدیق کی میں اسے جنت میں داخل کروں گا۔

پھر عرش کے دو ہزار سال بعد کرسی کو ایسے جوہر سے پیدا کیا جو اس جوہر سے مختلف تھا جس سے عرش کو پیدا کیا تھا، عرش کے پیٹ میں کرسی کی حیثیت ایسی ہے جیسے جنگل کے درمیان ایک حلقہ پھینک دیا گیا ہو، اسی طرح آسمان اور زمینیں کرسی کے پیٹ میں اس حلقے کی طرح ہیں جو جنگل کے درمیان پھینک دیا گیا ہو۔

پھر قلم کو نور سے پیدا کیا، اور اسے زمین سے لے کر آسمان تک کے فاصلے کی لمبائی عطا کی، پس وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا، پھر لوح محفوظ کو پیدا کیا، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہو گئی، پھر ان دونوں کو فرمایا کہ اپنے سر اٹھاؤ، قلم کیلئے تین سو ساٹھ دندانے پیدا کئے، ہر دندانہ علوم کے تین سو ساٹھ سمندروں سے مدد دیتا ہے، لوح محفوظ سبز زمرد کی ہے، اس کی دو جانبیں یاقوت کی ہیں، اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا لکھ، اس نے عرض کیا: میرے رب! کیا لکھوں؟ فرمایا: لوح محفوظ میں لکھ، پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک ہونے والی چیزیں لکھواتا ہے، اس حدیث کو اسحاق ابن بشر نے مقاتل بن سلیمان

سے، انہوں نے ضحاک بن مزاحم سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، لیکن اسحاق، مقاتل اور ضحاک کی طرح ضعیف ہے اور اگر ضحاک کی توثیق بھی کی گئی ہو تو ان کی ملاقات ابن عباس سے نہیں ہوئی، اس لئے یہ سند منقطع ہے۔

پانچواں اشکال:

یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ حدیث میں بیان کی گئی قسموں میں سے ایک قسم ہے، یعنی تقسیموں کے بعد چوتھی جز، حالانکہ ایک حقیقت تقسیم نہیں ہوا کرتی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حقیقت محمدیہ تمام قسموں کا مجموعہ ہے، یا آخری قسم ہے؟ اگر تمام قسموں کا مجموعہ ہو تو لازم آئے گا کہ ایک حقیقت تقسیم ہو جائے (حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا) اور اگر آخری قسم ہے تو منقسم ہونے کا کیا مطلب؟

جواب: دو طرح سے ہے۔

(۱)۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ نور شریف پر حقیقت جابریہ (مادۂ تخلیق) سے یا کسی اور چیز سے اس لئے اضافہ کیا گیا کہ اس نور مبارک کے انوار و تجلیات سے امداد اور ضیاء حاصل کرے، چنانچہ وہ اضافہ ضیاء باری سے فیض یاب ہو گیا تو اس سے فلاں، فلاں چیز پیدا کی گئی، اس لیے یہ انقسام صوری ہے، حقیقت میں انقسام نہیں ہے، حقائق کے باہمی امتیاز کے باوجود صرف امداد و انوار کا حاصل کرنا ہے، اس کی مثال ایک چراغ کی ہے جس سے بہت سے چراغ روشن ہوتے ہیں اور وہ اپنی حالت پر باقی رہتا ہے، اسی طرف علامہ بوصیری اشارہ فرماتے ہیں۔

أنت مصباح كل فضل فما
تصدر الا عن ضوئك الأضواء

"آپ ہر فضیلت کے سراج منیر ہیں، چنانچہ تمام روشنیاں آپ ہی کی روشنی سے پھوٹتی ہیں"۔

(۲)۔ اس جواب کے مطابق بھی انقسام صوری ہے، نبی اکرم ﷺ کا نور حقائق پر ان کے مراتب کے مطابق چمکتا تھا، ان میں سے کوئی حقیقت زیادہ نور حاصل کرتی تھی اور کوئی کم، اس طرح مظہر میں انقسام ظاہر ہو جاتا، جب آپ کا نور کسی حقیقت پر چمکتا اور وہ آپ کے نور سے منور ہو جاتی، تو یوں معلوم ہوتا کہ یہاں دو نور ہیں ایک مفیض اور ایک مستفیض، اس طرح ظاہر میں تعدد پیدا ہو جاتا، جب کہ پہلے ایک ہی نور تھا، اور در حقیقت اس جگہ تعدد نہیں ہے۔ بلکہ نور منور ہونے کے قابل چیز پر چمکا تو وہ منور ہو گئی، بعض اوقات یہ قابل اپنی قوت کے مطابق منور ہونے کی صلاحیت رکھنے والی چیزوں پر چمکتا ہے تو وہ اس کے ذریعے منور ہو جاتی ہیں، اس طرح وسائط کے ذریعے انقسام صوری بھی متعدد ہو جائے گا، امام بیہقی کی روایت میں اسی طرف اشارہ ہے: "پھر انبیاء کی روحوں نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سانسوں سے اولیاء کی روحیں پیدا فرما دیں"۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے سورج کا نور ستاروں پر چمکتا ہے تو ستارے اپنی روشنی زمین پر بکھیر دیتے ہیں، یہ اس قول کے مطابق ہے کہ تمام ستارے سورج کے نور سے منور ہوتے ہیں، ان کا نور ذاتی نہیں ہے، اسی طرف امام بوصیری اشارہ کرتے ہیں۔

فإنك شمس والملوك كواكب
إذا ظهرت لم يبد منهن كوكب

"آپ آفتاب ہیں اور بادشاہ ستارے ہیں اور جب سورج ظاہر ہوتا ہے تو ستارے دکھائی نہیں دیتے"۔

یا اس کی مثال سورج کے نور کی شعاعوں کی طرح ہے جو پانی یا شیشے کی بوتلوں پر پڑتی ہیں تو ان کے سامنے آنے والے مکانات اور دیواریں روشن ہو جاتی ہیں، پس سورج کا نور اپنی جگہ جگمگا رہا ہے اور اس سے کوئی چیز جدا نہیں ہوئی، اس مناسبت سے مجھے ایک خوبصورت شعر یاد آ رہا ہے۔

تراءى ومرآة السماء صقيلة
فأثر فيها وجهه صورة البدر

"آسمان کا آئینہ چونکہ شفاف تھا اس لئے جب میرا ممدوح آئے سامنے ہوا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح اس میں نقش ہو گیا"۔

حضرت غوث زماں شیخ عبدالعزیز دباغ (صاحب ابریز) رحمہ اللہ نے نور شریف کے حقائق میں جلوہ فگن ہونے کو انہیں سیراب کرنے سے تعبیر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ سیراب کرنے سے وہ نور کچھ کم ہو جاتا ہے، کیونکہ دوسری اشیاء کے مستفید اور مستنیر ہونے سے انوار اپنی جگہوں سے جدا نہیں ہوتے۔ (اھ) یہ تقریر پہلے جواب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے، لیکن سیدی عبداللہ عیاشی نے اپنی "رحلت" (سفرنامے) میں کہا ہے کہ دوسرا جواب ہی صحیح ہے اور کشف سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

میں (شیخ عیسیٰ مانع) کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں صورتیں ظاہر ہوئی ہوں، کبھی پہلی اور کبھی دوسری، کیونکہ حضرت دباغ رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے وہ بھی کشف سے فرمایا ہے، ہاں دوسری صورت کی تائید مواہب لدنیہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا فرمایا تو اسے انبیاء کرام کے انوار کی طرف نظر کرنے کا حکم دیا، جب آپ کے نور نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نور کی طرف نظر کی تو آپ کا نور ان پر چھا گیا، اللہ تعالیٰ نے ان انوار کو قوت گویائی عطا کی تو انہوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! یہ کس کا نور ہم پر چھا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد بن عبداللہ ﷺ کا نور ہے، اگر تم ان پر ایمان لاؤ تو میں تمہیں انبیاء بنادوں گا، انہوں نے عرض کیا کہ ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہارا گواہ بن جاؤں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، یہی بیان ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں۔

وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ (سے) الشَّاهِدِينَ (تک) (اھ)

صاحب مواہب نے جو فرمایا ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور پیدا فرمایا" تو غالباً اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب اس نور کی تخلیق کو مکمل کیا اور اس پر نبوت وغیرہ کمالات کا فیضان کیا، صرف نور کا پیدا کرنا مراد نہیں ہے، اب اس عبارت کا مطلب نہیں نکلے گا کہ دوسرے انبیاء کے انوار آپ کے نور سے پہلے پیدا کئے گئے تھے، کیونکہ کسی چیز پر حکم لگایا جائے تو اس کا

تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز پہلے موجود ہو (جب حدیث مذکور کے مطابق نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کرنے کے بعد حکم دیا کہ انبیاء کرام کے انوار کی طرف نظر کریں تو اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ انوار پہلے پیدا کیے جا چکے تھے، اس لیے اس عبارت کی توجیہ کی گئی ہے۔ ۱۲ قادری) یا یہ مطلب ہے کہ اس نور کو حکم دیا کہ آئندہ زمانے میں جب انبیاء کرام علیہم السلام کے انوار پیدا کیے جائیں تو ان کی طرف نظر کرنا۔

دوسری صورت کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور کی روشنی ڈالی، اس دن اس نور سے جسے حصہ مل گیا وہ ہدایت پا گیا اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا، اس حدیث کو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا، اس لیے اگر کہا جائے کہ "خلق" سے مراد وہ حقائق ہیں جن کا تذکرہ اس سے پہلے ہو چکا ہے، اور وہ نور جو ان پر ڈالا گیا اس سے مراد نور محمدی ہو تو یہ قریب الی الفہم ہے، جیسے کہ گزر چکا، حدیث شریف کا جملہ (وَمَنْ اَخْطَاهُ ضَلَّ) (اور جو اس نور سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا) ہمارے بیان کردہ مطلب کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ جسے اس نور کا بعض حصہ یعنی "امداد ہدایت" مل گیا وہ ہدایت یافتہ ہوا اور جو اس امداد سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا (کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نور سب پر جلوہ گر ہوا لیکن اس کی ہدایت کسی کسی کے حصے میں آئی۔ ۱۲ قادری)

حدیث شریف میں جو (مِنْ ذٰلِكَ النُّور) ہے (مِنْ) معنوی اعتبار سے اسم ہے اور اس کا معنی بعض ہے، (اخطا) کی ضمیر بھی اسی کی طرف راجع ہے، اور لفظ "مَنْ اَصَابَ" کا فاعل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کی شعاعیں تو سب مخلوق پر ڈالیں، تاکہ اس کے ذریعے ان کی ذاتیں یا ان کے مادے درست ہو جائیں، لیکن ہدایت والی امداد سب کو نہیں، بلکہ بعض کو ملی۔

بعض علماء نے فرمایا کہ حدیث شریف میں واقع لفظ خلق سے مراد وہ عالم ذرات ہے جسے (اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ) کا الست گواہ بنایا گیا تھا (یعنی اس دن تمام انسانوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں کی صورت میں برآمد کیا اور ان سے عہد لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں تو ہمارا رب ہے۔ ۱۲ قادری)

اور وہ نور جس کا چھڑکاؤ کیا گیا اس سے مراد ہدایت کا لطف و کرم ہے، بارش کی ابتدا قطروں (پھوار) سے ہوتی پھر موسلا دھار بارش برستی ہے۔

بعض علماء نے حدیث شریف کا ایک تیسرا مطلب بیان کیا کہ ممکن ہے مخلوق سے مراد جنات اور انسان ہوں اور اندھیرے سے مراد برائی کا حکم دینے والے نفس کا اندھیرا ہو اور نور سے مراد قائم کیے گئے دلائل و شواہد اور رسالت والی آیات ہوں جو نازل کی گئیں۔ یہ مطلب بہت ہی بعید ہے بالخصوص حدیث شریف میں ہے (فمن اصابه من ذلك النور ہو مبینا) (یہ اس توجیہ کے موافق نہیں ہے کیونکہ دلائل و شواہد سے جو لوگ فائدہ اٹھائیں گے وہ دنیا میں فائدہ اٹھائیں گے اس دن فائدہ نہیں اٹھایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔ ۱۲ قادری) ہم نے جو مطلب ابتدا میں بیان کیا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ حقیقت کے زیادہ قریب ہوگا، اگرچہ ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی عالم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہو۔

حضرت غوث دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اس امت کے مومنین وغیرہم اس نور شریف سے آٹھ بار سیراب کیے گئے

(۱) عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو پیدا کیا تو اس وقت سیراب کیا (میں کہتا ہوں) کہ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم تمام روحوں کے باپ ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے نور سے ہیں اور مومن ہمارے نور کا فیض ہیں، ہم نے جو اس سے پہلے بیان کیا ہے یہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے، کیونکہ "جملہ ارواح" گمراہوں کی روحوں کو بھی شامل ہے، یہی بات اسے دباغ نے کہی ہے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے روحوں کو الگ الگ کیا اور صورتیں عطا کیں تو ہر روح کو صورت دینے کے وقت سیراب کیا۔

(۳) "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کے دن، پس آپ نے ہر جواب دینے والے کو سیراب کیا، ہاں بعض کو کم سیراب کیا اور بعض کو (زیادہ) اس لیے وہ مراتب میں مختلف ہوئے، یہاں تک کہ ان میں سے انبیاء کرام، اولیاء عظام وغیرہم ہوئے، رہے کافر تو انہوں نے ہدایت کا وہ پانی پینا پسند نہ کیا اور جب پینے والوں کی سعادت کو دیکھا تو شرمندہ ہوئے اور اندھیروں سے (نکلے) اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ (میں کہتا ہوں) کہ اس سے دوسرے قول کی تائید ہوتی ہے۔

(۴) جب ماؤں کے پیٹوں میں صورت دی گئی، اس وقت سیراب کیا، تاکہ جوڑ نرم ہوں، آنکھیں اور کان کھل جائیں، اگر سیراب نہ کیے جاتے تو یہ سب کچھ حاصل نہ ہوتا۔

(۵) روح پھونکنے کے وقت سیراب کیا ورنہ روح داخل نہ ہوتی، اس کے باوجود وہ فرشتوں کے ذریعے داخل ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے حکم نہ دیتا اور وہ اس حکم کو نہ پہچانتی تو فرشتہ اسے آدمی کی ذات میں داخل نہ کر سکتا۔

(۶) جب بچہ پیٹ سے برآمد ہوتا ہے اس وقت اسے القاء کیا جاتا ہے کہ کھانا منہ سے ہے، اگر اسے سیراب نہ کیا جاتا تو وہ کھا نہ سکتا۔

(۷) پہلے پہل دودھ پینے کے لیے پستان کو منہ میں لیتے وقت (میں کہتا ہوں کہ) اس کی حکمت بیان نہیں کی، غالباً وجہ یہ ہے کہ بچہ ایک ہی خوراک یعنی دودھ کا عادی بن جائے یہاں تک کہ دوسری غذائیں کھانے کے قابل ہو جائے۔

(۸) قیامت کے دن جب اٹھائے جانے کے وقت صورتیں دی جائیں گی اس وقت سیراب کیا جائے گا تاکہ ذات قائم ہو جائیں، حضرت غوث دباغ نے فرمایا کہ آخری پانچ صورتوں میں مومنوں کی ذوات کے ساتھ غیر مسلموں کی ذوات بھی شریک ہوتی ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو دوزخ چل کر دنیا میں ان کے پاس آ جاتی اور انہیں کھا جاتی، قیامت کے دن بھی ان کی طرف پیش قدمی نہیں کرے گی اور انہیں کھانے کی نہیں یہاں تک ان کی ذوات نے اس نور مبارک سے جو درستی اور خوبی حاصل کی ہوگی اسے جدا کرے گی (مختصر یہ کہ) آٹھ میں سے صرف تیسری صورت ہے جس میں غیر مسلم فیض یاب نہیں ہوئے، انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام مومن تمام صورتوں میں سیراب ہونے میں شریک ہیں، لیکن جس پیالے پر انبیاء کرام علیہم السلام کو سیراب کیا گیا اس کی دوسرے لوگ طاقت ہی نہیں رکھتے، اسی طرح اس امت کے مومنوں کو دوسری امتوں کے

مومنوں پر فضیلت حاصل ہے اور وہ یہ کہ انہیں نورِ شریف سے اس وقت سیراب کیا گیا جب وہ نور آپ کی ذاتِ شریفہ میں داخل ہوا اور اس نے آپ کی ذاتِ اقدس کے سرّ اور روحِ انور کے سرّ کو جمع کیا، دوسری امتوں کے مومنوں نے صرف آپ کی روحِ انور کے سرّ سے فیض حاصل کیا، یہی وجہ تھی کہ یہ امت درمیانی، کامل، عادل اور بہترین امت بن گئی، جسے تمام لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔

(یہ گفتگو تھی امام شہاب الدین احمد بن احمد بن اسماعیل حلوانی، خلیجی، شافعی، مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی، وہ عظیم عالم بھی تھے اور شاعر بھی، ۹ ذوالحجہ کو مصر کے مغربی حصے "رأس الخلیج" کے شہر میں ۱۳۰۸ھ میں فوت ہوئے، ان کی درج ذیل تصانیف ہیں

(۱) الاشارة الأصلية فی مالا يستحيل بالانعكاس فی الصورة الرسمية فی بعض محاسن الدمياطية

(۲) البشری باخبار الإسراء والمعراج الاسری.

(۳) شذا العطر فی زكاة الفطر.

(۴) مواكب الربيع.

(۵) العلم الأحمدی بالمولد المحمدی

(۶) الناظم فی الصادح والباغم.

(معجم المؤلفین از عمر رضا کحالہ (۱/۱۳۹) ہدیۃ العارفین (۵/۱۹۲) اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے)

اولیتِ نورِ مصطفیٰ ﷺ:

نبی اکرم ﷺ کے اول ہونے کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں، ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے ابوطاہر مخلص نے "الفوائد" میں (ق ل ۲۳۸/ب) میں سندِ حسن کے ساتھ، ابن ابی عاصم نے "الاوائل" (۲۷) میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (۵/۴۸۳) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں اپنے نبی اکرم ﷺ کی خبر دی، تو وہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے بعض پر فضائل دیکھنے لگے، انہیں ان کے آخر سے ایک نور ابھرتا ہوا دکھائی دیا، انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ کیسا نور ہے؟ فرمایا: یہ آپ کے بیٹے احمد (ﷺ) کا نور ہے، وہ اول بھی ہیں اور آخر بھی، اور سب سے پہلے ان ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

دوسری حدیث وہ ہے جسے ابن سعد نے طبقات (۱/۱۴۹) میں، امام بخاری نے تاریخ کبیر (۶/۶۸) میں، انہوں نے ہی تاریخ صغیر (۱/۱۳) میں، امام طبرانی نے معجم کبیر (۱۸/۲۵۲) میں، حاکم نے مستدرک (۲/۴۱۸) میں، امام بیہقی نے دلائل (۱/۸۰) میں، ابن حبان نے اپنی صحیح (۶۴۰۴) میں حضرت عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاتم النبیین تھے، جب کہ آدم علیہ السلام کا جسم آب و گل کے درمیان تھا، ہم تمہیں اس بارے میں بتاتے ہیں، ہم اپنے جدِ امجد ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں، اپنے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری کا حاصل ہیں اور اپنی والدۂ ماجدہ کے اس خواب کی تعبیر ہیں جو انہوں نے دیکھا، اسی طرح

امہات المؤمنین بھی خواب دیکھتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے...... اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث اور آثار ہیں جو میں نے اپنی کتاب "نور الہدایات اور ختم النهایات" میں بیان کئے ہیں، میں نے قرآن کریم، سنتِ مطہرہ اور جلیل القدر علماء کے ارشادات کے دلائل سے سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کیلئے اولیتِ مطلقہ ثابت کی ہے۔

(والحمد للہ رب العالمین)



کتاب الطہارۃ

باب ۲:

وضو کے بیان میں

۱۹۔ امام عبدالرزاق معمر سے، وہ سالم سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی امت اس حال میں آئے گی کہ ان کے اعضاءِ وضو چمک رہے ہوں گے، ان کی ایڑیاں وضو کے آثار سے نمایاں ہوں گی۔(۱)

---

(۱)۔ اس حدیث کی سند منقطع ہے، کیونکہ معمر کی ملاقات سالم بن عبداللہ سے نہیں ہوئی، لیکن یہ حدیث صحیح ہے، اس کے حوالے ملاحظہ ہوں امام بخاری (۱/۶۳) امام احمد کی روایت میں صحیح سند کے ساتھ ان ہی الفاظ میں یہ حدیث آئی ہے لیکن اس میں "غرودا" کی بجائے "ھم الغُرّ" ہے امام احمد (۱۴/۱۳۷، نمبر ۸۴۱۳، ۱۶/۱۵۴ نمبر ۱۰۷۷۸) امام بیہقی سنن کبری (۱/۵۷) میں شعب الایمان (۳/۱۶) بروایت نعیم بن مجمر، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک ہماری امت کو قیامت کے دن اس حال میں بلایا جائے گا کہ وضو کے آثار سے ان کے اعضاء جگمگا رہے ہوں گے، لہذا جو شخص طاقت رکھتا ہے وہ روشنی کو لمبا کرے، امام مسلم (۱/۲۱۶) ابویعلی (۱/۲۹۵) ابوعوانہ (۱/۲۰۵) طبرانی، مسند شامیین (۱/۳۳۰) بیہقی، سنن کبری (۱/۷۷) دیلمی، فردوس (۱/۳۹۳) اسی سند کے ساتھ، لیکن مختلف الفاظ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم وضو کے مکمل کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن روشن اعضا والے ہوں گے، پس جو شخص اعضا کی روشنی کو لمبا کر سکتا ہے کرے، امام مسلم (۱/۲۱۷) ابوعوانہ (۱/۲۳۳) ابن ابی شیبہ (۱/۶) امام بیہقی، شعب الایمان (۳/۱۸) منذری، الترغیب والترہیب (۴/۲۹) بروایت ابو حازم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آثار وضو کی بدولت تم ہماری خدمت میں اس حال میں حاضر ہو گے کہ

تمہارے وضو کے اعضا چمک رہے ہوں گے، امام مسلم (۱/۲۱۷-۲۱۸) امام مالک (۱/۲۹) نسائی، سنن کبری (۱/۹۵) مجتبیٰ (۱/۹۳) ابن ماجہ (۲/۱۴۳۰) ابن خزیمہ (۱/۶) ابن حبان (۳/۳۲۱) بیہقی، سنن کبری (۴/۷۸) شعب الایمان (۳/۱۷) منذری، الترغیب والترہیب (۱/۹۱) علاء ابن عبدالرحمن اپنے والد اور وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: تم پر سلام ہو اے مومنوں کے دار (یہاں تک کہ فرمایا) بے شک یہ لوگ وضو کے آثار سے اس حال میں آئیں گے کہ ان کے وضو کے اعضاء روشن ہوں گے، اور میں حوض پر ان کے پیش رو اور منتظم ہوں گے، امام مسلم (۱/۲۱۷) ابن ماجہ (۲/۱۴۳۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایلہ سے عدن تک جتنا فاصلہ ہے ہمارے حوض کا کنارہ اس سے لمبا ہے، (یہاں تک کہ فرمایا) تم آثار وضو کی برکت سے ہماری خدمت میں اس حال میں حاضر ہو گے کہ تمہارے وضو کے اعضا روشن ہوں گے، یہ فضیلت کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوگی۔

باب ۳:

وضو میں بسم اللہ شریف پڑھنے کے بیان میں

۲۰۔ امام عبدالرزاق معمر (۱) سے، وہ زہری (۲) سے وہ ربیح (۳) بن عبدالرحمن بن سعید خدری سے وہ اپنے باپ (۴) سے۔ وہ ان کے دادا حضرت ابو سعید خدری ﷺ (۵) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کا وضو نہیں ہے

(۱)۔ ان کا تذکرہ حدیث نمبر (۱) کے تحت گزر چکا ہے۔

(۲)۔ ان کا تذکرہ حدیث نمبر (۲) کے تحت گزر چکا ہے۔

(۳)۔ یہ ربیح بن عبدالرحمن بن ابو سعید خدری مدنی ہیں، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے، ان کے بارے میں ابن حجر نے تقریب میں کہا ہے کہ وہ مقبول ہیں، ابو زرعہ نے فرمایا: شیخ ہیں، ابن عدی نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے، ابن حبان نے ان کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے، احمد بن حفص سعدی فرماتے ہیں کہ امام احمد سے وضو میں بسم اللہ شریف کے پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا مجھے اس سلسلے میں کوئی قوی حدیث معلوم نہیں ہے، اس میں قوی ترین روایت، کثیر بن زید کی ہے جو ربیح سے اور ربیح معروف نہیں ہیں، دیکھئے تقریب (۱۸۸۱) تہذیب التہذیب (۵۸۹/۱) تہذیب الکمال (۵۹/۹) الثقات از ابن حبان (۳۰۹/۶)۔

(۴)۔ وہ عبدالرحمن بن سعد بن مالک بن سنان انصاری ہیں، ان کی کنیت ابو حفص ہے، کہا جاتا ہے ابو محمد بن ابو سعید خدری مدنی، ثقہ ہیں، ربیح اور سعید کے والد ہیں، انہوں نے اپنے والد حضرت ابو سعید خدری اور ابو حمید ساعدی وغیرہم سے روایت کی، ۱۱۲ھ میں ستتر (۷۷) سال کی عمر میں وفات پائی، دیکھئے تقریب (۳۸۷۴) تہذیب التہذیب (۵۱۰/۲) اور تہذیب الکمال (۱۳۲/۱۷)

(۵)۔ ان کا نام سعد بن سنان بن عبید انصاری خزرجی ہے، ان کی کنیت ابو سعید خدری ہے اور وہ کنیت ہی سے مشہور تھے، رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بارہ غزوات میں شریک ہوئے، رسول اللہ ﷺ کی بہت ساری حدیثیں انہیں یاد تھیں، اور آپ سے علم کی وافر مقدار روایت کی، ۷۴ھ میں رحلت فرمائی، دیکھئے: اصابہ (۳۶/۲) اور استیعاب (۶۰۲/۲)

جس نے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا۔ (۱)

۲۱۔ امام عبدالرزاق، ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے انہیں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے وضو میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا اور اس کا وضو نہیں ہے۔ (۲)

(۱)۔ یہ حدیث اس سند کے ساتھ حسن ہے، اس کی ایک اور سند ہے جسے حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے (۱۴۶/۱) حدیث نمبر (۵۲۰) دار الکتب العلمیہ، اس میں یہ الفاظ ہیں (لا صلوٰۃ) ابوداؤد نمبر (۱۰۱) ترمذی، علل کبیر (۱۱۱/۱) میں، طبرانی معجم اوسط میں نمبر (۸۰۷۹) ابن ماجہ (۱۳۹/۱) ابن ابی شیبہ (۳/۱) امام احمد (۲۳۲/۱۵) نمبر (۹۴۱۸) ابویعلیٰ (۳۲۴/۲-۳۲۳/۲) دارقطنی (۷۹/۱) دارمی (۱۷۶/۱) باب التسمیہ فی الوضوء، عبد بن حمید (۲۸۵/۱) بیہقی سنن کبریٰ (۴۳/۱) کثیر بن زید روایت کرتے ہیں ربیح بن عبدالرحمن ابن ابی سعید خدری سے وہ اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

(۲)۔ یہ حدیث متابعات اور شواہد کی بنا پر حسن لغیرہ ہے، جیسے کہ آپ ابھی دیکھیں گے، کیونکہ اس میں ایک راوی مبہم ہے، دوسری روایات سے واضح ہو گیا کہ وہ شخص یعقوب بن سلمہ لیثی ہے، جیسے امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک (۱۴۶/۱) میں روایت کیا اور فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے، امام مسلم نے یعقوب بن ابی سلمہ الماجشون سے استدلال کیا ہے، ابو سلمہ کا نام دینار ہے، شیخین نے اسے روایت نہیں کیا، اس کے لئے شاہد بھی ہے، اس پر ذہبی نے تعقب کرتے ہوئے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ انہیں حدیث بیان کی یعقوب بن سلمہ لیثی نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اس کی سند میں کچھ کمزوری ہے، علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب (۸۰/۲) میں فرمایا کہ جب حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کی روایت کی تو انہوں نے گمان کیا کہ یہ راوی یعقوب بن الماجشون ہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی روایت میں یہ الفاظ تھے "یعقوب بن ابی سلمہ الماجشون سے روایت ہے"۔ اور یہ خطا ہے (یعقوب بن ابی سلمہ نہیں، بلکہ یعقوب بن سلمہ ہیں) اور یہ سلمہ صرف اسی حدیث میں پہچانے جاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے (۲۵/۱) ابن ماجہ (۱۴۰/۱) ابو یعلیٰ (۲۹۳/۱۱) امام احمد (۴۱۸/۲) امام طبرانی، اوسط (۹۶/۸۰) میں روایت کیا، یعقوب بن ابی سلمہ لیثی کے بارے میں ابن حجر نے تقریب (۷۸/۸) میں فرمایا کہ وہ مجہول الحال ہیں اور تہذیب التہذیب (۳۴۲/۲) میں ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے

اور ان کے والد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی، ان سے محمد بن موسیٰ فطری اور ابو عقیل یحییٰ ابن متوکل نے روایت کی، امام بخاری نے فرمایا کہ نہ تو ان کا اپنے والد سے حدیث سننا معروف ہے اور نہ ہی ان کے والد کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع معروف ہے، ذہبی نے میزان (۴/۴۵۲) میں کہا کہ یہ شیخ معتمد نہیں ہے، مغنی (۲/۷۵۸) میں ہے کہ تسلی بخش نہیں ہے، امام ترمذی نے علل کبیر (۱/۱۱۱) میں کہا کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ محمد بن موسیٰ مخزومی میں تو کوئی حرج نہیں ہے، ان کی روایت درجہ قبول کے قریب ہے، لیکن یعقوب بن سلمہ مدنی کا سماع اپنے والد سے اور ان کے والد کا سماع حضرت ابو ہریرہ سے معروف نہیں ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن منصور کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس سلسلے میں مجھے عمدہ سند والی کوئی حدیث معلوم نہیں ہے، اس باب میں عبدالرحمٰن بن حویطب کی روایت ہے جسے وہ اپنی دادی سے اور وہ اسے اپنے والد سے روایت کرتی ہیں، امام ترمذی نے یہ حدیث بیان کی (۱/۳۸) امام احمد (۵/۳۸۱) ابو یعلیٰ معجم (۱/۲۱۲) ابن ابی شیبہ (۱/۱۲) دار قطنی (۱/۷۲) بیہقی سنن کبریٰ (۱/۴۳) نے روایت کی، اس تمام گفتگو کا خلاصہ وہ ہے جو ابن حجر نے التلخیص (۱/۲۳۷) میں ابن صلاح کے حوالے سے بیان کیا کہ ان روایات کے مجموعے سے وہ چیز ثابت ہوتی ہے جس کے ذریعے حدیث حسن ثابت ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ تلخیص الحبیر (۱/۷۵) میں ہے کہ احادیث کے مجموعے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے۔

---------❁---------

باب ۴:

جب وضو سے فارغ ہو

۲۲۔ امام عبدالرزاق، امام مالک سے، وہ یحییٰ بن ابی زائدہ سے، وہ حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص وضو سے فارغ ہو کر یہ کلمات پڑھے (سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمدِکَ، اَشھَدُ اَن لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ اَستَغفِرُکَ وَاَتُوبُ اِلَیکَ)

اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری تقدیس و تنزیہ بیان کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے، میں تجھ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں"۔ تو ان کلمات پر مُہر لگا دی جاتی ہے، پھر انہیں عرش مجید کے نیچے پہنچا دیا جاتا ہے، اور وہ مہر قیامت تک نہیں توڑی جاتی۔ (۱)

۲۳۔ عبدالرزاق، معمر (۲) سے، وہ قتادہ (۳) سے، وہ سالم بن ابی الجعد (۴) سے

(۱)۔ قلمی نسخے میں (منکر) ہے، لیکن صحیح (منکسر) ہے اس لیے کہ امام عبدالرزاق نے (۱/۱۸۶) میں "باب وضوء المقطوع" میں حدیث روایت کی ہے اس میں (منکسر) ہی ہے، جس طرح ہم نے متن میں لکھا ہے، اسی طرح امام عبدالرزاق نے "باب اذا فرغ من الوضوء" میں حدیث روایت کی ہے جیسے کہ دار الکتب العلمیہ کے نسخے (۱۰/۱۳۵۔۱۳۶) میں ہے، اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۳) میں انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے انہی الفاظ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

(۲)۔ حضرت معمر کا تذکرہ حدیث نمبر (۱) کے تحت گزر چکا ہے۔

(۳)۔ یہ قتادہ ابن دعامہ ابن قتادہ سدوسی بصری تھے، ان کی کنیت ابو الخطاب تھی، انہوں نے حضرت انس بن مالک، ابو سعید خدری، ابن مسیب، عکرمہ اور سالم بن ابی الجعد وغیرہم سے حدیث روایت کی ۱۱۷ھ میں واسط میں فوت ہوئے، دیکھئے تقریب التہذیب (۵۵۱۸) تہذیب التہذیب (۳/۴۲۸) اور تہذیب الکمال (۲۳/۴۹۸)

(۴)۔ یہ سالم بن ابی الجعد غطفانی اشجعی تھے، انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب، ابن عمر، ابو ہریرہ اور جابر وغیرہم رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی، ثقہ تھے اور بکثرت ارسال سے کام لیتے تھے، ۹۷ھ یا ۹۸ھ میں فوت ہوئے تقریب (۲۱۷۰) تہذیب التہذیب (۱/۹۷۳) اور تہذیب الکمال (۱۰/۱۳۰)

روایت کرتے ہیں کہ جب وہ وضو سے فارغ ہوتے تو کہتے: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ.

اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں سے بنادے۔(۱)

۲۴۔ عبدالرزاق، ابن جُریج سے، وہ زہری (۲) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عقبہ ابن عامر (۳) کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مکمل طور پر وضو کیا، پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا: "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔(۴)

---

(۱)۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنی "مصنف" (۳/۱) (۱۰/۲۵۰) میں روایت کیا، حاکم نے مستدرک (۱/۷۵۳) میں بروایت سفیان اسی طرح روایت کیا، نیز حاکم نے امام شعبہ سے انہوں نے ابو ہاشم سے انہوں نے قیس بن عباد سے، انہوں نے حضرت ابو سعید خدری سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس کے بارے میں کہا کہ یہ امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، لیکن انہوں نے روایت نہیں کی۔

(۲)۔ ابن جریج کا تذکرہ حدیث نمبر (۲) اور زہری کا تذکرہ حدیث نمبر (۱) کے تحت گزر چکا ہے۔

(۳)۔ ہمارے سامنے جو جرح و تعدیل کی کتابیں ہیں ان سے زہری کا عقبہ ابن عامر سے سماع ثابت نہیں ہوتا کیونکہ زہری ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت عقبہ حضرت معاویہ کی خلافت کے آخر میں ۶۰ھ میں فوت ہوئے، لہٰذا زہری کی عمر حضرت عقبہ کی وفات کے وقت دس سال ہوگی، اس لیے احتمال ہے کہ انہوں نے اس عمر میں حضرت عقبہ سے حدیث سنی ہو، کیونکہ اس فن کے علماء کے بیان کے مطابق سماع حدیث کی کم از کم عمر پانچ سال ہے، جیسے کہ ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں زہری کا حضرت عقبہ سے سماع ثابت کرتے ہوئے یہ قول نقل کیا ہے، اس اعتبار سے یہ سند صحیح ہوگی ورنہ یہ منقطع ہے، دیکھئے مقدمہ (۱۶۳)

(۴)۔ اس حدیث کو امام مسلم نے (۱/۲۱۰) ابن ابی شیبہ نے (۱/۴۔۱۰/۳۵۲) میں بروایت ابو عثمان ابن نفیر، جبیر ابو عثمان بن مالک حضرمی جزء (۱۶۴) حدیث نمبر ۱۸۰۔ ابو یعلی۔ نیز اسے بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا اور اس میں اضافہ کیا کہ جب سر پر مسح کرتے تو بھی اسی طرح کہے۔

باب ۵:

کیفیت وضو میں

۲۵۔ عبدالرزاق، معمر سے، وہ ابوالجعد (۱) سے، وہ مسلم بن یسار (۲) سے، وہ حُمران (۳) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانی منگوا کر وضو کیا، پھر ہنسے، اور ارشاد فرمایا: تم مجھ سے نہیں پوچھو گے کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ حاضرین نے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا، جس طرح میں نے وضو کیا ہے، چنانچہ آپ نے کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا، تین دفعہ چہرۂ انور کو دھویا، سر پر مسح کیا اور دونوں پاؤں کی پشت پر مسح کیا۔(۴)

---

(۱)۔ اس حدیث کو امام مسلم نے (۱/۲۱۰) ابن ابی شیبہ نے (۱/۳۔۱۰/۳۵۲) میں بروایت ابو عثمان ابن نفیر، جبیر ابو عثمان بن مالک حضرمی جزء (۱۶۴) حدیث نمبر ۱۸۰۔ ابو یعلی۔ نیز اسے بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا اور اس میں اضافہ کیا کہ جب سر پر مسح کرتے تو بھی اسی طرح کہے۔

(۲)۔ مسلم بن یسار بصری، انہیں مکی بھی کہا جاتا ہے، ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی، انہوں نے حمران سے روایت کی، ثقہ تھے، دیکھئے تہذیب الکمال (۵۵/۲۷)

(۳)۔ حُمران بن ابان: ان سے مسلم بن یسار مکی نے روایت کی، پہلے حرف پر زبر ہے، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور درجہ ثانیہ سے تعلق رکھنے والے ثقہ تھے، ۷۵ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ، دیکھئے تہذیب الکمال (۵۵/۲۹) اور تقریب (۲۱۲)

(۴)۔ اس حدیث کو امام احمد نے (۱/۷۷) حدیث نمبر (۴۱۸) ابن ابی شیبہ نے (۱/۸) بزار نے (۲/۷۴) روایت کیا، ہیثمی نے اسے مجمع الزوائد (۱/۲۳۹) میں روایت کرنے کے بعد فرمایا: اسے بزار نے روایت کیا اور اس کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں اور وہ صحیح ہیں اختصار کے ساتھ ہے، منذری نے الترغیب والترہیب (۱/۱۵۱۔۱۵۴) میں روایت کیا اور فرمایا: اسے امام احمد نے عمدہ سند سے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

۲۶۔ عبدالرزاق، زہری سے، وہ یحییٰ (۱) سے، وہ اپنے والد (۲) سے، وہ عبداللہ ابن زید (۳) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور چہرۂ انور کو تین مرتبہ اور ہاتھوں کو دو مرتبہ دھویا، سر اقدس پر مسح کیا اور پائے اقدس دو مرتبہ دھوئے۔ (۴)

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) اور ابو یعلی نے روایت کیا، بزار نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اور اس میں یہ اضافہ کیا کہ جب پاؤں کو پاک کرتے تو بھی اسی طرح کرتے۔ (۲۲۰/۴)

نوٹ: متن میں (وظهر قدميه) ہے جس کا معنی ہے کہ دونوں پاؤں کی پشت پر مسح کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کاتب کا تسامح ہے، یہ (وطهر قدميه) ہونا چاہیے، یعنی دونوں مبارک پاؤں بھی دھوئے، جیسے کہ امام بزار کی روایت میں ہے (وطهر قدميه) کیونکہ وضو میں سوائے شیعہ کے پاؤں پر مسح کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ ۱۲ اشرف قادری

(۱)۔ یحییٰ ابن عمارہ بن ابی حسن انصاری مازنی مدنی، عمرو بن یحییٰ ابن عمارہ کے والد اور تیسرے درجے کے ثقہ تھے، ان سے زہری، خود ان کے بیٹے عمرو ابن یحییٰ وغیرہما نے روایت کی، دیکھئے تقریب (۷۶۱۳) تہذیب التہذیب (۲۶۹/۱۰) اور تہذیب الکمال (۴۷۳/۳۱)

(۲)۔ عمارہ ابن ابی حسن انصاری مازنی، یحییٰ ابن عمارہ کے والد اور عمرو بن یحییٰ کے دادا تھے، ثقہ تھے اور انہیں "رؤیہ" کہا جاتا تھا، جن حضرات نے انہیں صحابی قرار دیا ہے انہیں وہم ہوا ہے، کیونکہ صحابی ان کے والد تھے، دیکھئے تقریب (۴۸۴۲) تہذیب الکمال (۲۳۷/۲۱) اور استیعاب (۱۱۳۱/۳)

(۳)۔ یہ عبداللہ ابن زید بن عاصم بن کعب مازنی انصاری ہیں، ان کی کنیت ابو محمد تھی اور "ابن ام عمارہ" کے عنوان سے معروف تھے، بہت مشہور صحابی تھے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے وضو کی حدیث اور متعدد احادیث روایت کی ہیں، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہی مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا، حرہ کے دن ۶۳ھ میں شہید ہوئے، دیکھئے اصابہ (۹۱/۲) استیعاب (۹۱۳/۳) معرفۃ الصحابہ از ابو نعیم (۱۶۵۵/۳)

(۴)۔ اس حدیث کو امام بخاری نے (۸۲/۱) نے "باب الوضوء من التور" میں، ابو داود نے (۱۹۵/۱) ابن ماجہ (۴۹/۱) نسائی نے مجتبیٰ (۷۰/۱) سنن کبریٰ (۸۱/۱) (۱۰۲/۱) ترمذی (۶۶/۱) امام احمد (۶۱۳/۳۶) حدیث نمبر (۳۳۱۸۲) ابن حبان نے اپنی صحیح (۳۶۳/۳) ابن خزیمہ (۸۰/۱-۸۸) ابو عوانہ (۲۰۹/۱) دارمی (۱۷۷/۱) ابن ابی شیبہ، مصنف (۸/۱) حمیدی، مسند (۲۰۲/۱) امام شافعی، مسند (۳۱/۱) میں بروایت عمرو بن یحییٰ روایت کی، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ ابن زید سے روایت کی۔

باب ۶:

وضو میں داڑھی کے دھونے کے بارے میں

۲۷۔ عبدالرزاق، ابن جریج سے وہ طاؤس (۱) سے اور وہ ابن ابی لیلی (۲) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اگر داڑھی کی جڑوں تک پانی پہنچانا تمہارے بس میں ہو تو پہنچاؤ۔ (۳)

۲۸۔ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ مجھے زہری نے خبر دی سفیان سے انہوں نے ابن شبرمہ سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے کہ انہوں نے فرمایا کہ مرد کا کیا حال ہے کہ داڑھی کے پیدا ہونے سے پہلے اسے (اس کی جگہ کو) دھوتا ہے، اور جب پیدا ہو جائے تو

---

(۱)۔ طاؤس بن کیسان یمانی حمیری کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی، جو حمیر کے آزاد کردہ غلام تھے، ثقہ، فقیہ اور فاضل تھے، دیکھئے تقریب (۳۳۶)

(۲)۔ یہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی ہیں، ان کا نام یسار ہے، بعض نے بلال اور بعض نے داؤد بن بلال ابن احیحہ انصاری اوسی بتایا، ان کی کنیت ابو عیسیٰ اور یہ کوفے کے رہنے والے تھے، واقعہ جماجم میں ۸۳ھ میں فوت ہوئے، بعض نے کہا کہ غرق ہو گئے تھے، دیکھئے تقریب (۳۹۹۳) تہذیب التہذیب (۵۳۸/۲) اور تہذیب الکمال (۳۷۲/۱۷)

(۳)۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف (۱۳/۱) مسلم بن ابی فروہ کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے روایت کیا۔

(۴)۔ مخطوطے میں لفظ (لم) نہیں ہے، جبکہ صحیح عبارت (لم يغسلها) ہے۔

(۵) اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف (۱۵/۱) میں روایت کیا، ابن عبدالبر نے تمہید (۱۴۰/۲۰) اور قرطبی نے اپنی تفسیر (۸۳/۶) میں اس کا ذکر کیا۔

باب ۷:

وضو میں داڑھی میں خلال کرنے کے بارے میں

۲۹۔ عبدالرزاق معمر سے، وہ زہری (۱) سے اور وہ حضرت سعید بن جبیر (۲) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وضو کیا اور داڑھی میں خلال کیا۔ (۳)

۳۰۔ عبدالرزاق، معمر سے، وہ زہری سے، وہ ابن عیینہ سے، وہ یزید رقاشی (۴) سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب وضو کرتے تو داڑھی مبارک میں خلال کرتے تھے۔ (۵)

۳۱۔ عبدالرزاق نے معمر سے، انہوں نے زہری سے روایت کیا کہ مجھے ابو غالب

---

(۱)۔ معمر اور زہری کا تذکرہ دیکھئے حدیث نمبر ا کے تحت۔

(۲)۔ یہ سعید بن ہشام اسدی کوفی ہیں، ان کا تذکرہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

(۳)۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، اسے ابن ابی شیبہ نے مصنف (۱۳/۱) میں بروایت ابو اسحاق روایت کیا، انہوں نے اسے سعد بن جبیر سے روایت کیا۔

(۴)۔ یہ یزید بن ابان رقاشی ابو عمرو بصری قاص (واعظ) اور زاہد تھے، پانچویں درجے کے ضعیف راوی تھے ۱۲۰ھ سے پہلے فوت ہوئے، دیکھئے تقریب (۷۶۸۳) تہذیب التہذیب (۳۰۳/۴) اور تہذیب الکمال (۶۴/۳۲)

(۵)۔ اس حدیث کو ابو داؤد (۳۱۵/۱) امام بیہقی، سنن کبری (۵۴/۱) بروایت ولید بن زوران روایت کیا، انہوں نے یہ حدیث حضرت انس سے روایت کی، ابن ابی شیبہ نے مصنف (۱۳/۱) بروایت موسیٰ ابن ابی عائشہ، انہوں نے یزید رقاشی سے، انہوں نے حضرت انس سے روایت کی، اس باب میں حضرت عمار بن یاسر سے بھی حدیث مروی ہے، جسے امام ترمذی نے (۴۴/۱) اور ابن ماجہ نے (۱۴۸/۱) روایت کیا، حضرت عثمان غنی کی روایت امام ترمذی نے (۴۶/۱) بیان کی اور فرمایا یہ حدیث حسن اور صحیح ہے، ابن ماجہ (۱۴۸/۱) حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے، امام احمد (۱۱۹/۴۳) اور حاکم نے مستدرک (۲۵۰/۱) میں روایت کی۔

(۱) نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو امامہ کو عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بارے میں بتائیں، انہوں نے وضو کیا اور اعضاء تین مرتبہ دھوئے اور داڑھی میں خلال کیا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا۔ (۲)

۳۲۔ عبدالرزاق، ابن جریج سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب وضو کرتے تھے تو داڑھی میں خلال کیا کرتے تھے۔ (۳)

---

(۱)۔ یہ ابو غالب بصری تھے، انہیں اصبہانی اور "صاحب ابی امامہ" بھی کہا جاتا ہے، ان کے نام میں اختلاف ہے، بعض نے "حزور" بعض نے "سعید بن حزور" اور بعض نے نافع بتایا ہے، وہ سچے راوی تھے، لیکن خطا کر جاتے تھے، اور درجہ خامسہ سے تعلق رکھتے تھے، ابن حجر نے تہذیب میں ابن حبان سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ ان کی روایت سے اسی وقت استدلال کیا جا سکتا ہے جب ان کی روایت ثقہ حضرات کے موافق ہو۔ دیکھئے تقریب (۸۲۹۸) تہذیب التہذیب (۵۷۰/۴) اور تہذیب الکمال (۱۷۰/۳۴)

(۲)۔ یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے مصنف (۱۳/۱) میں عمر بن سلیم باہلی کی روایت سے بیان کی، انہوں نے اسی ابو غالب سے روایت کی۔

(۳)۔ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط (۹۴/۲) میں، ابن ابی شیبہ نے مصنف (۱۳/۱) میں حضرت ابو امامہ سے، انہوں نے حضرت نافع سے روایت کیا، طبرانی نے اپنی کبیر (۱۱۹/۶) میں نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا، ہیثمی نے یہ حدیث مجمع الزوائد (۲۳۵/۱) میں بیان کی اور فرمایا کہ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا، اس کی سند میں ایک راوی احمد بن محمد ابو بزہ ہے، میں نے نہیں دیکھا کہ کسی عالم نے ان کا تذکرہ لکھا ہو، (میں کہتا ہوں) بلکہ ذہبی نے میزان (۱۴۴/۱) نمبر (۵۹۴) میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور یہ ابو الحسن احمد بن محمد بن عبداللہ مکی، مقری ہیں، قراءات میں امام اور ثقہ ہیں، عقیلی نے کہا کہ منکر الحدیث ہیں، ابو حاتم نے کہا کہ ان کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے، میں ان سے روایت نہیں کرتا۔

باب ۸:

وضو میں سر کے مسح کے بارے میں

۳۳۔ عبدالرزاق، معمر سے، وہ زہری سے، وہ حُمران سے وہ حضرت عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ مسح کیا۔ (۱)

۳۴۔ عبدالرزاق، امام مالک سے، وہ یحیٰی ابن ابی زائدہ سے، وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ وضو کرتے تو اعضاء کو تین تین مرتبہ دھوتے تھے۔ لیکن مسح ایک دفعہ کرتے تھے۔ (۲)

۳۵۔ اسی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ سر کے اگلے حصے پر ایک دفعہ مسح کرتے تھے۔ (۳)

---

(۱)۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف (۱/۱۵) میں روایت کیا۔

(۲)۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے (۱/۹۳) امام احمد (۲/۳۰۰) ابو یعلی (۱/۳۳۳) ابن ابی شیبہ (۱/۸) میں ابو اسحاق سے انہوں نے ابو حیہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ کو دیکھا۔ (الحدیث)

(۳)۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے (۱/۱۵) ایوب سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، نیز امام عبدالرزاق نے مصنف (۱/۴) "باب المسح" میں عبید بن کی سند سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

باب ۹:

کیفیت مسح کے بیان میں

۳۶۔ عبدالرزاق، معمر سے، وہ لیث (۱) سے، وہ طلحہ (۲) سے، وہ اپنے والد (۳)

---

(۱)۔ یہ لیث بن ابی سُلیم بن زُنیم قرشی ہیں، ابو عُتبہ بن ابی سفیان کے آزاد کردہ غلام تھے، بعض علماء کہتے ہیں کہ عنبسہ ابن ابو سفیان اور بعض نے کہا کہ معاویہ ابن ابو سفیان کے آزاد کردہ غلام تھے، ابن حجر نے تقریب میں فرمایا کہ وہ سچے تھے، لیکن ان کے حافظے میں بہت خلط ملط ہو گیا تھا اس لیے انہیں چھوڑ دیا گیا، ان کا تعلق چھٹے درجے کے ساتھ ہے، امام ترمذی نے اپنی سنن میں فرمایا کہ امام بخاری نے فرمایا کہ لیث بن ابی سُلیم سچے تھے، بعض اوقات انہیں کسی چیز کے بارے میں وہم ہو جاتا تھا، امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ لیث کی روایت پر دل خوش نہیں ہوتا، لیث کی ایسی چیزیں اٹھا لیتے تھے جنہیں دوسرے نہیں اٹھاتے تھے، اسی لیے محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ (اھ) امام مزی تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان کی روایت سے استدلال کیا ہے اور ان کی حدیث کو "کتاب رفع الیدین فی الصلوۃ وغیرہ" میں روایت کیا ہے، امام مسلم نے ان کی روایت کو ابو اسحاق شیبانی کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے، باقی حضرات نے بھی ان کی روایت کو لیا ہے، ۱۴۳ھ میں فوت ہوئے، ان کا تذکرہ دیکھئے: تقریب از امام ابن حجر نمبر (۵۶۸۵) تہذیب التہذیب (۸/۴۶۵) میزان، امام ذہبی (۳/۴۲۰) اور تہذیب الکمال از مزی (۲۴/۲۸۸)

(۲)۔ یہ طلحہ ابن مصرف ابن عمرو بن کعب یامی ہمدانی کوفی ہیں، ان کی کنیت ابو محمد اور بقول بعض ابو عبداللہ تھی، ثقہ قاری اور صاحب فضیلت پانچویں درجے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے، ۱۱۲ھ میں فوت ہوئے، ان کا تذکرہ دیکھئے: تقریب (۳۰۳۴) تہذیب التہذیب (۵/۲۲۳) اور تہذیب الکمال (۱۳/۴۳۳)

(۳)۔ یہ مصرف ابن عمرو بن کعب ہیں، بعض نے کہا کہ یہ مصرف بن کعب بن عمرو یامی کوفی ہیں، ان سے طلحہ ابن مصرف نے روایت کی، مجہول ہیں اور ان کا تعلق درجۂ رابعہ سے ہے، دیکھئے: تقریب (۶۶۸۵) تہذیب التہذیب (۱۰/۸۳) اور تہذیب الکمال (۲۸/۱۷)

سے، وہ ان کے دادا (۱) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو سر اقدس پر اس طرح مسح کیا، اور حفص نے دونوں ہاتھ اپنے سر پر پھیرے یہاں تک کہ اپنی گدی پر مسح کیا۔ (۲)

۳۷۔ عبدالرزاق، ابن جریج سے، وہ رُبیّع رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس بکثرت تشریف لاتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے لئے وضو کے پانی کا برتن رکھا، آپ ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ نے وضو کیا اور سر اقدس پر مسح کیا، پچھلے حصے سے ابتدا کی، پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنی مقدس پیشانی پر لائے۔ (۳)

---

(۱)۔ کعب بن عمرو بن جحر یامی اور بقول بعض عمرو بن کعب بن جحر طلحہ ابن مصرف کے دادا اور صحابی ہیں، لیث بن ابی سلیم نے طلحہ ابن مصرف سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ان کے دادا سے وضو کے سلسلے میں روایت کی، یہ بات عبدالوارث نے ان کے بارے میں کہی، ابن حجر نے تہذیب میں حدیث مذکور کے بارے میں فرمایا کہ طلحہ کے دادا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، اگر یہ طلحہ ابن مصرف کے دادا ہیں تو ایک جماعت نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ وہ کعب ابن عمرو ہیں اور ابن قطان نے وثوق سے کہا کہ وہ عمرو بن کعب ہیں، اور اگر مذکور طلحہ، ابن مصرف نہیں ہیں تو وہ خود اور ان کے والد دونوں مجہول ہیں، اور ان کے دادا کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہے، کیونکہ ان کی صحابیت کا صرف اس حدیث سے پتہ چلتا ہے، طلحہ کے تذکرے میں ان کے بارے میں کچھ گفتگو گزر چکی ہے۔ دیکھئے تقریب (۵۶۳۵) تہذیب التہذیب (۳/۲۷۰) اور تہذیب الکمال (۲۴/۱۸۳)

(۲)۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف (۱/۱۶) میں اپنی سند کے ساتھ بروایت طلحہ عن ابیہ عن جدہ روایت کیا ہے۔

(۳)۔ اس حدیث کو امام احمد نے (۴۴/۵۶۸) امام طبرانی نے معجم کبیر (۲۴/۲۶۹) اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا۔

باب ۱۰:

کانوں کے مسح کے بارے میں

۳۸۔ عبدالرزاق، معمر سے، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے وضو کیا تو دونوں کانوں کے اندر اور باہر مسح کرنے لگے، میں نے ان کی طرف (سوالیہ نگاہوں سے) دیکھا تو انہوں نے فرمایا: ابن مسعود اس کا حکم دیا کرتے تھے۔ (۱)

۳۹۔ عبدالرزاق، ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عطاء نے خبر دی نافع سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ وہ جب وضو کرتے تو وہ انگوٹھوں کے ساتھ والی دو انگلیاں کانوں میں داخل کرتے تھے اور ان کے اندر مسح کرتے تھے اور انگوٹھوں سے ان کے باہر مسح کرتے تھے۔ (۲)

۴۰۔ عبدالرزاق، زہری سے، وہ جندب سے اور وہ اسود بن یزید (۳) سے روایت کرتے تھے کہ ابن عمر نے وضو کیا تو انہوں نے اپنی دو انگلیاں کانوں کے اندر اور باہر داخل کیں اور ان پر مسح کیا۔

---

(۱)۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف (۱/۱۸) میں روایت کیا۔

(۲)۔ اسے ابن ابی شیبہ نے مصنف (۱/۱۸) میں روایت کیا، نیز اسے ابن منذر نے اوسط (۱/۴۰۲) میں روایت کیا اور یہ اضافہ کیا کہ ابوبکر نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کانوں پر مسح کرے اسے اسی طرح کرنا چاہیے۔

(۳)۔ اس سند میں عبدالرزاق اور زہری کے درمیان انقطاع ہے (کیونکہ ان کے درمیان ملاقات نہیں ہے) اور اسود ابن یزید بن قیس نخعی کی کنیت ابو عمرو یا ابو عبدالرحمٰن ہے، یہ مخضرم ہیں (یعنی انہوں نے جاہلی اور اسلامی دونوں دور پائے۔ ۱۲ قادری) ثقہ، کثرت سے روایت کرنے والے اور فقیہ ہیں، درجہ ثانیہ سے تعلق رکھتے ہیں ۷۴ھ یا ۷۵ھ میں وفات پائی، دیکھئے تہذیب الکمال (۲/۲۳۳) تقریب (۱۳۰) اس اثر کو امام مالک نے مؤطا (نمبر ۳۷) میں حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر دو انگلیوں کے ساتھ دونوں کانوں کیلئے پانی لیتے تھے، بیہقی نے سنن کبری (۱/۶۵) میں امام مالک کی سند سے یہ حدیث روایت کی، دیکھئے نصب الرایہ (۱/۲۲)

ضمیمہ

راقم نے اپنی کتاب "من عقائد اهل السنة" میں حدیث نور پر مختصر گفتگو کی تھی، اس جگہ مناسبت کی بنا پر اسے نقل کیا جا رہا ہے۔

یاد رہے کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ **عقائد ونظریات** کے نام سے چھپ چکا ہے۔

شرف قادری

نورانیت و بشریت کا پیکر حسین ﷺ

عام طور پر یہ مغالطہ دیا جاتا ہے کہ نورانیت اور بشریت میں منافات ہے، دونوں کا ایک جگہ اجتماع نہیں ہو سکتا، حالانکہ اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشرا سویا" (۱۹/۱۷)

تو اس (مریم) کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبریل امین) بھیجا، وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نوری مخلوق ہیں، جب حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بشری صورت میں جلوہ گر ہوئے، تو اس وقت بھی وہ حقیقت کے لحاظ سے نوری ہی تھے، لیکن ان کا ظہور بشری لباس میں ہوا، اگر نور و بشر میں تضاد ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی بشری صورت میں تشریف نہ لاتے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرورِ دو عالم ﷺ حقیقت کے اعتبار سے نور اور صورت کے اعتبار سے بے مثل بشر ہیں۔ علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں: ایک جہت ملکیت جس کی بناء پر آپ فیض حاصل کرتے ہیں اور دوسری جہت بشریت جس کی بناء پر فیض دیتے ہیں، اس لیے قرآن کریم آپ کی روح پر نازل کیا گیا، کیونکہ آپ کی روح ملکی صفات کے ساتھ متصف ہے جن کی بناء پر آپ روح الامین سے استفادہ کرتے ہیں۔[1]

---

[1] آلوسی، سید علامہ: روح المعانی (طبع بیروت) ۱۹، ۲۱

غزنوی خاندان کے مشہور غیر مقلد عالم پروفیسر ابوبکر غزنوی نے بڑی فیصلہ کن بات کی ہے، مولانا محمد انور جیلانی کے رسالہ بشریت و رسالت پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر تھے اور نور نہ تھے، اور بعض نے کہا کہ وہ نور تھے بشر نہ تھے، یہ دونوں باتیں افراط و تفریط کی ہیں، قرآن مجید کہتا ہے کہ وہ بشر بھی تھے اور نور بھی تھے، (اس کے بعد نورانیت اور بشریت سے متعلق دونوں آیتیں نقل کی ہیں) اور صحیح مسلک یہی ہے کہ وہ بشر ہوتے ہوئے از فرق تا بقدم منور کا سراپا تھے۔[1]

(تحریر ۱۴ اردسمبر ۱۹۷۱ء)

لیجئے اب تو اختلاف ختم ہو جانا چاہئے، اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ بے مثل بشر بھی ہیں اور نور بھی۔

سرکار دو عالم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے — امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے۔ قال تعالیٰ:

”قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا“[2]

احسان الٰہی ظہیر کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کے زمانوں کے کفار نبوت اور بشریت میں منافاۃ کا عقیدہ رکھتے تھے اور انبیاء کرام کی نبوت کا اس لئے انکار کرتے تھے کہ وہ بشر ہیں اور بشر رسول نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد بریلویوں پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ لوگ چونکہ اسلامی معاشرے اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے انبیاء کی نبوت کا تو انکار نہیں کر سکے، لیکن ان کا عقیدہ بعینہٖ وہی ہے کہ نبوت

[1] ابوبکر غزنوی، پروفیسر: تقریظ رسالہ بشریت و رسالت (۱۹۷۱ء) ص ۱
[2] احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: فتاویٰ رضویہ (مبارکپور، انڈیا) ۶/۶۷

اور بشریت میں منافاۃ ہے، اس لیے انہوں نے انبیاء اور رسل کی بشریت کا انکار کر دیا ہے۔[1]

بلاشبہ یہ مجرمانہ خیانت ہے، قارئین کرام ابھی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تصریح ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ”جو مطلقاً حضور کی بشریت کا انکار کرے، وہ کافر ہے“ اس کے باوجود اس غلط بیانی کا کیا جواز ہے؟

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بشر ضرور ہیں، لیکن افضل البشر اور سید الخلق ہیں، امام الانبیاء اور مقتدائے رسل ہیں اور مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نور ہیں ---- ظہیر صاحب نے محض یہ ثابت کرنے کے لیے متعدد آیتیں نقل کی ہیں کہ کافروں نے انبیاء کرام کی نبوت کا انکار محض اس لیے کیا کہ وہ بشر ہیں، حالانکہ اگر مطلب ثابت ہو جائے، تو اس کے لیے ایک ہی آیت کافی ہے، اور مطلب ثابت نہ ہو تو پانچ سو آیتیں پیش کرنا بھی بے فائدہ ہے ---- یہی صورت ظہیر صاحب کو پیش آئی ہے ---- ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد و ثمود کا یہ قول بیان فرمایا ہے:

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا[2]

تم نہیں مگر ہم جیسے بشر

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافروں نے رسولان کرام علیہم السلام کی رسالت کا انکار صرف اس بناء پر نہیں کیا تھا کہ وہ بشر ہیں جیسے کہ ظہیر صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اس لئے انکار کیا کرتے تھے کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں، کفار اگر سمجھ لیتے کہ ظاہری طور پر ہم جیسے بشر دکھائی دینے والے حضرات درحقیقت ہم سے کہیں بلند و بالا ہیں، تو وہ راہ کفر اختیار نہ کرتے، بلکہ ایمان لے آتے، یہی وہ نکتہ ہے، جسے اہل سنت و جماعت کے مخالفین نہیں سمجھ پاتے۔

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۰۲-۱۰۱
[2] القرآن ۱۰/۱۴

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

جیسے کہ کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو دوسرے انسانوں کے رنگ میں جان کر نبوت کے کمالات کا انکار کیا ہے۔[1]

غیر مقلدین اور علماء دیوبند کے مسلم پیشوا شاہ اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام و امام زادہ، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم کیا ہے، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔[2]

کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں؟ اور کیا یہ اس بات کے قریب نہیں ہے، جو کفار اپنے زمانے کے رسولوں کو کہتے رہے ہیں؟

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو کرو، ان میں بھی اختصار کرو۔[3]

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ دہلوی صاحب کو اتنا بھی گوارا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب کی اتنی تعریف بھی کی جائے، جو بشر ہی کے شایانِ شان ہو، بلکہ اس میں بھی اختصار کا مشورہ دیتے ہیں۔

محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کے بارے میں اس خطرناک ذہنیت کے مسموم اثرات زائل کرنے کے لیے علماء اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر مقربانِ بارگاہ کی شان میں وہ گلہائے عقیدت پیش کیے کہ ایمان والوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔

---

1. احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات فارسی (دفتر اول حصہ دوم) ص ۱۱۳
2. اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان (مطبع فاروقی دہلی) ص ۶۰
3. ایضاً: ص ۴۳

قرآن پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بشر اور نور ہونے کی تصریح ہے، کسی مسلمان کے لئے نہ تو آپ کی بشریت کے انکار کی گنجائش ہے، اور نہ ہی نور ہونے کی نفی کی مجال ہے، حیرت ان لوگوں پر ہے جو توحید و رسالت کی گواہی دینے کے باوجود سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے:

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" (۱۵/۵)

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین۔

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ملتے ہیں:

اول: نور سے مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ کا نور ہے، اور کتاب سے مراد قرآن پاک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے "نُوْرٌ" کی تفسیر "رَسُوْلٌ" سے کرنے کے بعد فرمایا: یعنی "مُحَمَّدًا"[1] (صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه وبارك وسلم)

امام رازی علیہ الرحمہ نے نور کی تفسیر میں متعدد اقوال بیان کیے، پہلا قول یہ ہے کہ نور سے مراد محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔[2]

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَعْنِيْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا (ﷺ) نور سے مراد محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔[3]

تفسیر جلالین میں ہے:

اس نور سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کا نور ہے۔[4]

---

1. محمد بن یعقوب فیروز آبادی: تنویر المقباس (مصطفےٰ البابی، مصر) ص ۷۲
2. محمد بن عمر بن حسین رازی، امام: تفسیر کبیر (المطبعۃ البہیۃ، مصر) ۱۱/۱۸۹
3. محمد بن جریر طبری، امام ابو جعفر: جامع البیان فی تفسیر القرآن (المطبعۃ المیمنیۃ، مصر) ۶/۹۲
4. عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی، امام: تفسیر جلالین (اصح المطابع، دہلی) ص ۹۷

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک یہ امر بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے نبی اکرم ﷺ مراد ہوں، عطف کی وہی توجیہ کی جائے جو جبائی نے کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر نور اور کتاب مبین دونوں کا اطلاق صحیح ہے، ہو سکتا ہے کہ عبارۃ النص کے اعتبار سے تمہیں اس کے قبول کرنے میں توقف ہو تو اسے اشارۃ النص کے قبیلے سے قرار دے دو![1]

حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

اس امر سے کونسی چیز مانع ہے؟ کہ نور اور کتاب مبین دونوں نبی اکرم ﷺ کی صفتیں ہوں، کیونکہ آپ نور عظیم ہیں اور انوار کے درمیان کامل ظہور رکھتے ہیں اور آپ اس لحاظ سے کتاب مبین ہیں کہ آپ تمام اسرار کے جامع، احکام، احوال اور بھلائیوں کے ظاہر کرنے والے ہیں۔[2]

تقریباً تمام اہل سنت و جماعت مفسرین کرام نے یہ احتمال ضرور بیان کیا ہے کہ نور سے مراد نور مصطفیٰ ﷺ ہے اور بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد بھی آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ اب کون ہے، جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے نور ہونے کا بھی انکار کرے۔؟

۲۸/ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ کو مولوی نور الدین احمد نے گوالیر سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں استفتاء ارسال کیا اور دریافت کیا:

"یہ مضمون کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے، اور ان کے نور سے باقی مخلوقات کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ حدیث کس قسم کی ہے۔؟

---

[1] [illegible] آلوسی، سید علامہ: روح المعانی (مبنی، بیروت) ۶/۹۸
[2] [illegible]

جلالین کے حاشیہ تفسیر صاوی میں ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ کا نام اس لئے نور رکھا گیا کہ آپ بصیرتوں کو منور فرماتے ہیں اور انہیں راہ راست کی ہدایت دیتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔[1]

تفسیر خازن میں ہے:

نور سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام اس لئے نور رکھا کہ آپ کے ذریعے ہدایت پائی جاتی ہے، جیسے روشنی کے ذریعے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے۔[2]

تفسیر مدارک میں ہے:

دوسرا احتمال یہ ہے کہ نور، محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، کیونکہ آپ کے ذریعے ہدایت حاصل کی جاتی ہے، جس طرح آپ کا نام سراج رکھا گیا۔[3]

دوم: نور اور کتاب دونوں سے قرآن پاک مراد ہے۔ یہ جبائی اور زمخشری کا قول ہے، یہ دونوں معتزلی ہیں، ان پر یہ سوال وارد ہوا کہ عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ جب دونوں سے مراد قرآن پاک ہے تو مغایرت کہاں رہی؟ اس کا انہوں نے جواب دیا کہ عطف کے لیے ذاتی طور پر متغایر ہونا ضروری نہیں ہے، تغایر اعتباری ہی کافی ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔

سوم: نور اور کتاب دونوں سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ ہیں، اس پر اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے، تو اس کا جواب وہی ہوگا جو جبائی وغیرہ نے دیا کہ تغایر اعتباری کافی ہے۔

---

[1] احمد بن محمد صاوی، مالکی علامہ: حاشیہ تفسیر جلالین (مصطفیٰ البابی، مصر) ۱/۲۵۸
[2] علاء الدین علی بن ابراہیم بغدادی: تفسیر خازن (مکتبہ تجاریہ، مصر) ۲/۲۳
[3] عبد اللہ بن احمد نسفی، علامہ: تفسیر نسفی (دار الکتاب العربی، بیروت) ۱/۲۷۰

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا: امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ، حافظ الحدیث، احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا:

یاجابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

اے جابر! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (ﷺ) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔[1]

اس کے بعد پوری حدیث نقل کی۔

یہ حدیث کس قسم کی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی "دلائل النبوۃ" میں بنحوہ روایت کی ---- اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی "مواہب لدنیہ" اور امام ابن حجر مکی "افضل القریٰ" اور علامہ فاسی "مطالع المسرات" اور علامہ زرقانی "شرح مواہب" اور علامہ دیار بکری "خمیس" اور شیخ محقق دہلوی "مدارج النبوۃ" وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں۔

بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے، تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے، تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی "کما

[1] احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: مجموعہ رسائل (نور وسایہ) (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۸۔

بیناہ فی منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی "حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" میں فرماتے ہیں:

"وقد خلق کل شیء من نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح"

بے شک ہر چیز نبی اکرم ﷺ کے نور سے بنی جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی۔[1]

یہ جواب بڑا متین، مدلل اور معقول تھا، لیکن تعصب اور عناد اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، اس پر چند اعتراض کئے گئے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

پہلا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر نے اس پر اپنے زرّی کرتے ہوئے لکھا ہے:

اگر امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کی طرح جہالت اور گمراہی اور کج روی کے پیروکار ہیں، تو ہمیں نقصان دہ نہیں اور اگر امت سے مراد علماء اور حدیث کے ماہرین ہیں، تو اس امر کا وجود نہیں ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔[2]

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس حدیث کے روایت اور نقل کرنے والوں کا نام بنام ذکر کیا ہے، اس کے باوجود ان سب کو جاہل اور گمراہ قرار دینا ائمہ دین کی شان میں وہ کھلی گستاخی ہے، جو ناقابل معافی ہے اور ان لوگوں کا پرانا شیوہ ہے۔

ذیل میں ہم حدیث نور کے چند حوالے تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ احسان الٰہی ظہیر نے کتنے جلیل القدر ائمہ کو جاہل اور گمراہ قرار دیا ہے؟

[1] احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: مجموعہ رسائل (نور وسایہ) (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۹-۸

[2] احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ (عربی) ص ۱۰۳

1- امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق نے مصنف میں اس حدیث کو روایت کیا، اس سلسلے میں چند گزارشات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

2- امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی، امام زرقانی فرماتے ہیں:

امام بیہقی نے یہ حدیث کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کی ہے۔

(شرح زرقانی علی المواہب ج ۱ص ۵۶، تاریخ الخمیس، ج ۱ص ۲۰)

3- تفسیر نیشاپوری میں آیت مبارکہ "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" کی تفسیر میں ہے:

"کَمَا قَالَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ"۔

جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔

(نظام الدین حسن نیشاپوری (م ۷۲۸ھ غرائب القرآن (مصطفےٰ البابی، مصر، ج ۸، ص ۶۶)

4- عارف باللہ شیخ عبدالکریم جیلی (م ۸۰۵ھ) اپنی کتاب ----- الناموس الاعظم والقاموس الاقدم فی معرفۃ قدر النبی ﷺ میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کی روح پیدا فرمایا۔

(یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: جواہر البحار، عربی (مصطفیٰ البابی، مصر، ج ۴، ص ۲۲۰)

5- مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ -

اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی (م ۹۲۳ھ) مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، ج ۱ص ۵۵)

6- سیرت حلبیہ میں یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وَفِیْہِ اَنَّہٗ اَصْلٌ لِکُلِّ مَوْجُوْدٍ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر موجود کی اصل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم!

امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی (م ۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۵ء)

"سیرت حلبیہ" مکتبہ اسلامیہ، بیروت، ج ۱ص ۳۱)

7- "کشف الخفاء" میں یہ حدیث ان ہی الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

(علامہ اسمٰعیل بن محمد عجلونی (م ۱۱۶۲ھ" کشف الخفاء و مزیل الالباس، مکتبہ غزالی، بیروت ج ۱ص ۲۶۵)

8- خرپوتی نے شرح قصیدہ بُردہ میں یہ حدیث مفہوماً نقل کی۔

(عمر بن احمد الخرپوتی (م ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء) "عصیدۃ الشہدۃ شرح القصیدۃ البردۃ"، نور محمد، کراچی ص ۷۳)

9- "الحدیقۃ الندیہ" میں ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ صاحب الجمعیۃ الکبریٰ ہیں، کیوں نہ ہو، جب کہ ہر شے آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے، جیسے کہ اس بارے میں یہ حدیث صحیح وارد ہے۔

(امام عبدالغنی نابلسی (م ۱۱۴۳ھ/ ۳۱-۱۷۳۰ء) مکتبہ نوریہ، فیصل آباد، ج ۲، ص ۳۷۵)

10- تاریخ خمیس میں یہ روایت معنیً نقل کی ہے۔

علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری (م ۹۶۶ھ) تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس، مؤسستہ الشعبان، بیروت، ج ۱ص ۱۹)

11- امام علامہ شرف الدین بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے

علامہ سلیمان الجمل (م ۱۲۰۴ھ) صاحب تفسیر الجمل "الفتوحات الاحمدیہ

بالمنح المحمدیہ ''ص ٦، ادارہ محمد عبداللطیف حجازی، قاہرہ)

12- امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

فقیہ خطیب ابوالربیع کی کتاب ''شفاء الصدور'' میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے نور مصطفےٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ ----پس نور عرش، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے، نور قلم، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے، لوح محفوظ کا نور، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے، معرفت کا نور، شمس وقمر اور آنکھوں کا نور، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے۔

(ترجمہ ملخصا) (ابن الحاج: المدخل، دار الکتاب العربی، بیروت، ج ٢ ص ٣٤)

13- علامہ ابوالحسن بن عبداللہ بکری فرماتے ہیں:

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اللہ تعالٰی موجود تھا، اور کوئی شے اس کے ساتھ موجود نہ تھی، اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا کیا، پانی، عرش، کرسی، لوح وقلم، جنت اور دوزخ، حجاب اور بادل حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) سے چار ہزار سال پہلے۔

(ابوالحسن بن عبداللہ بکری: ''الانوار فی مولدالنبی محمد'' نجف اشرف ص ٥)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نور مصطفےٰ ﷺ کے پیدا کئے جانے کی روایت صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت ہے۔

14- علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الٰہی کو ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں، اسی لئے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا، حدیث شریف میں ہے: اے جابر!

اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالٰی عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(سید محمود الوسی (م ١٢٧٠ھ) روح المعانی طبع بیروت) ج ١٧ ص ١٠٥)

ایک جگہ حدیث ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ'' نقل کی ہے۔

(روح المعانی، ج ٨ ص ٧١)

15- علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م ١٣٢٠ھ تقریبا) نے علامہ ابن حجر مکی کے رسالہ ''النعمة الکبری علی العالم'' کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

(یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: جواہر البحار (مصطفےٰ البابی، مصر) ج ٣ ص ٣٥٤)

16- علامہ محمد مہدی فاسی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کردہ حدیث نقل کرنے کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی نقل کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ''

اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا کی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام مخلوقات سے پہلے اور ان کا سبب ہیں۔

(محمد مہدی بن احمد فاسی (م ١٠٥٢ھ / ١٦٤٢ء) ''مطالع المسرات، شرح دلائل الخیرات، المطبعة التازیہ) ص ٢٢١

17- علامہ احمد عبدالجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبدالرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔

احمد عبدالجواد دمشقی، علامہ: السراج المنیر و بسیرتہ آستنیر (طبع دمشق ص ١٢-١٣

18- محدث جلیل حضرت ملا علی قاری نے ''المورد الروی'' میں ''مصنف عبدالرزاق'' کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔

(علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: (م ۱۰۱۴ھ) المورد الروی فی المولد النبوی ''تحقیق محمد بن علوی مالکی (پہلا ایڈیشن ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء، ص ۴۰)

19- مکہ مکرمہ کے نامور محقق فاضل سید محمد علوی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند صحیح ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے چونکہ متن غریب ہے، اس لئے اس میں علماء کا اختلاف ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔

''محمد بن علوی مالکی حسنی، علامہ: حاشیہ ''المورد الروی'' ص ۴۰)

اس جگہ علامہ مالکی نے تفصیلی نوٹ دیا ہے، جس میں حضور سید عالم، نبی اکرم ﷺ کی نورانیت، احادیث مبارکہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

20- فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

''وَاِنَّمَا الَّذِیْ رَوَاہُ عَبْدُالرَّزَّاقِ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ مِنْ نُوْرِہٖ''

عبدالرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے، وہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(ابن حجر ہیتمی مکی، امام: (م ۹۷۴ھ) فتاویٰ حدیثیہ (مصطفیٰ البابی، مصر، ص ۲۴۷)

21- مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی ''الآثار المرفوعہ'' میں امام عبدالرزاق کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد تنبیہ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

عبدالرزاق کی روایت سے نور محمدی کا پیدائش میں اوّل ہونا، اور مخلوق سے

پہلے ہونا ثابت ہے۔

(عبدالحی لکھنوی، علامہ: الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة (مکتبہ قدوسیہ، لاہور) ص ۴۴-۴۳)

22- یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: حجۃ اللہ علی العالمین (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۲۸)

23- مدارج النبوۃ میں ہے:

درحدیث صحیح وارد شدہ کہ ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ''

(عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: (م ۱۰۵۲ھ) مدارج النبوۃ، فارسی، (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ج ۲، ص ۲)

فرض کیجئے کہ کسی محفل میں یہ تمام، علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں اور اس کی تصدیق و توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے گا؟ کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں۔

مخالفین کی گواہی

24- غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا، پھر قلم اور دوات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نور محمدی آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لئے مادۂ اوّلیہ ہے۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قلم اور عقل کی اولیت اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں ۱۲ ق ن)

(وحید الزمان، ہدیۃ المہدی (طبع سیالکوٹ) ص ۵۶)

25- علماء دیوبند کے حکیم الامت نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت، بحوالہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔

(اشرف علی تھانوی، مولوی: نشر الطیب (تاج کمپنی، لاہور) ص ۶)

26- غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

چنانکہ روایت " اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ " برآں دلالت می دارد

جیسے کہ روایت " اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ " اس پر دلالت کرتی ہے۔

(محمد اسمٰعیل دہلوی: یک روزہ (طبع ملتان) ص ۱۱)

27- فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اور لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ---

یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے " اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ " کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(رشید احمد گنگوہی، مولوی: فتاویٰ رشیدیہ، مبوب (محمد سعید، کراچی) ص ۱۵۷)

اس سے پہلے مدارج النبوۃ کی عبارت گزر چکی ہے جس میں شیخ محقق نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ گنگوہی صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیخ کے نزدیک اس کی کچھ اصل ہے۔

-----فیا للعجب

تطبیق احادیث

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ اس سلسلے میں مختلف روایات ملتی ہیں، مثلاً نبی اکرم ﷺ کا نور، عقل یا قلم۔ آیئے ذرا دیکھیں کہ ائمہ محدثین اور ارباب مشاہدہ نے ان روایات میں کس طرح تطبیق دی ہے؟

28- حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا نام ابن تیمیہ بھی احترام سے لیتے ہیں، فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے محمد مصطفےٰ ﷺ کی روح کو اپنے جمال کے نور سے پیدا کیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا اور سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، اس حقیقت کو نور اس لئے کہا کہ وہ جلالی ظلمات سے پاک ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ"

عقل اس لئے کہا کہ وہ کلیات کا ادراک کرنے والی ہے، قلم اس لئے کہا کہ وہ علم کے نقل کرنے کا سبب ہے۔

(عبدالقادر جیلانی، سید غوث اعظم: سِرُّ الْاَسْرَارِ فِیْ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْهِ الْاَبْرَارُ۔ طبع لاہور، ص ۱۲-۱۳)

29- عمدۃ القاری میں مختلف روایات نقل کیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ایک روایت میں ہے کہ نور و ظلمت کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے نور مصطفےٰ ﷺ کو پیدا کیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ اوّلیت اضافی امر ہے، اور جس چیز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اوّل ہے، تو وہ مابعد کے لحاظ سے ہے۔

(محمود بن احمد عینی، بدرالدین (م ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری، طبع بیروت، ج ۱۵، ص ۱۰۹)

30- محدثِ جلیل حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

معلوم ہو گیا کہ مطلقاً سب سے پہلی شے نور محمدی ہے، پھر پانی، پھر عرش،

اس کے بعد قلم، نبی اکرم ﷺ کے ماسواسب میں اولیت اضافی ہے۔

(علی بن سلطان محمد القاری: المورد الروی، ص ۴۴)

31- حضرت ملا علی قاری ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر نے فرمایا: اول مخلوقات کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور ان کا حاصل جیسے کہ میں نے شمائل ترمذی کی شرح میں بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے وہ نور پیدا کیا گیا، جس سے نبی اکرم ﷺ پیدا کئے گئے، پھر پانی، اس کے بعد عرش۔

(المرقاۃ طبع ملتان، ج ۱، ص ۱۴۲)

32- ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اوّل حقیقی نور محمدی ہے جیسے میں نے ''المورد للمولد'' میں بیان کیا ہے۔

(المرقاۃ، ج ۱، ص ۱۶۶)

33- مرقاۃ کے صفحہ ۱۹۴ پر فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی ﷺ کا ذکر پہلے کیا گیا، اس لئے کہ آپ رتبے میں پہلے ہیں یا اس لئے کہ آپ وجود میں پہلے ہیں۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

'' اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ '' اور '' کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ''

(اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔۔۔ اور میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے)

34- ایک جگہ مختلف روایات میں تطبیق کا دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اوّلیت امور اضافیہ میں سے ہے، لہذا تاویل یہ کی جائے گی کہ امور مذکورہ (قلم، عقل، نوری، روحی اور عرش) میں سے ہر ایک اپنی جنس کے افراد میں سے پہلے ہے، پس قلم دوسرے قلموں سے پہلے پیدا کیا گیا اور حضور سید عالم ﷺ کا

نور تمام نوروں سے پہلے پیدا کیا گیا۔

(المرقاۃ، ج ۱، ص ۱۶۷)

35- یہی امام جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رہا نبی اکرم ﷺ کا نور، تو وہ مشرق و مغرب میں انتہائی ظاہر ہے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کا نور پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام نور رکھا، اور نبی اکرم ﷺ کی دعا میں ہے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا اے اللہ! مجھے نور بنادے (اس کے بعد چند آیات مبارکہ نقل کی ہیں) لیکن اس نور کا ظہور اہل بصیرت کی آنکھ میں ہے، کیونکہ (صرف) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، لیکن سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔

(موضوعات کبیر: مجتبائی دہلی، ص ۸۶)

اس کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں، ان کی طرف ہمارا روئے سخن ہی نہیں ہے۔

36- علامہ نجم الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۵۴ھ)۔۔۔ احادیث نقل کرنے کے بعد مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلم، عقل اور روح تینوں سے مراد ایک ہی ہے، اور وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح ہے۔

(نجم الدین رازی، علامہ: مرصاد العباد، طبع ایران، ص ۳۰)

37- حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات ظہور اول ہے، اور بایں معنی حقیقۃ الحقائق ہے کہ تمام حقائق خواہ وہ انبیاء کرام کی ہوں یا ملائکہ کی، اس حقیقت کے لئے سائے کی حیثیت رکھتی ہیں اور حقیقت محمدیہ تمام حقیقتوں کی

اصل ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور یہ بھی فرمایا: خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا اور مومن میرے نور سے) لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ اور تمام حقیقتوں کے درمیان واسطہ ہیں، کسی بھی شخص کا آپ کے واسطے کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے (ترجمہ)

(احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی (مکتبہ سعیدیہ، لاہور) حصہ نہم، دفتر سوم، ص ۱۵۳)

38- عارف باللہ، علامہ عبدالوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

اگر تو کہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا گیا، اور ایک روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا، ان میں تطبیق کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان دونوں سے مراد ایک ہے، کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی حقیقت کو کبھی عقل اول سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے۔

(عبدالوہاب شعرانی، امام، م ۹۷۳ھ (الیواقیت والجواہر، مصر) ج ۲، ص ۲۰)

39- حضرت شیخ عبدالکریم جیلی (م ۸۰۵ھ) نے بھی یہی تطبیق دی ہے کہ عقل، قلم اور روح مصطفےٰ ﷺ سے مراد ایک ہی چیز ہے صرف تعبیر کا فرق ہے۔ (جواہر البحار، ج ۴، ص ۲۲۰)

40- تاریخ خمیس میں ہے:

محققین کے نزدیک ان احادیث سے مراد ایک ہی شے ہے، حیثیتوں اور نسبتوں کے اعتبار سے عبارات مختلف ہیں، پھر "شرح مواقف" سے بعض ائمہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

عقل، قلم اور روح مصطفےٰ ﷺ کا مصداق ایک ہی ہے۔

(حسین بن محمد دیار بکری، علامہ: تاریخ خمیس، ج ۱، ص ۱۹)

41- امام المناطقہ میر سید زاہد ہروی، ملا جلال کے حواشی کے منہیہ میں فرماتے ہیں:

علم تفصیلی کے چار مرتبے ہیں، پہلے مرتبے کو اصطلاح شریعت میں قلم، نور اور عقل کہتے ہیں، صوفیاء اسے عقل کل اور حکماء عقول کہتے ہیں۔

(میر سید زاہد ہروی: حاشیہ ملا جلال (مطبع یوسفی، لکھنؤ) ص ۹۶)

42- علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

(کلیات اقبال اردو (شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور) ص ۴۰۵)

اگر زحمت نہ ہو تو ایک مرتبہ پھر ان حوالہ جات پر طائرانہ نظر ڈال لیجئے اور پوری دیانت داری سے بتائیے کہ کیا کوئی صاحب علم، ہوش و حواس کی سلامتی کے ساتھ ان حوالوں کو یہ کہہ کر رد کر سکتا ہے کہ یہ حضرات جاہل اور گمراہ تھے، اگر اب بھی کوئی شخص یہ کہنے پر مصر ہے، تو اسے پہلی فرصت میں اپنا دماغی معائنہ کرانا چاہیے۔

دوسرا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے:

یہ کس نے کہا ہے؟ کہ امت کا کسی حدیث کو قبول کر لینا اسے اس درجہ تک پہنچا دیتا ہے کہ اس کی سند کی طرف نظر ہی نہیں کی جائے گی۔[1]

جواب:

آیئے آپ کو دکھائیں کہ علماء امت کے کسی حدیث [illegible] نے کا کیا مقام ہے؟

(۱) عمدۃ المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: [illegible] امام بخاری اور مسلم کی روایت کردہ حدیث، خبر واحد ہونے کے باوجود یقین کا فائدہ دیتی ہے، کیونکہ اس میں صحت

[1] احسان الٰہی ظہیر   البریلویہ، ص ۱۰۳

کے کئی قرائن پائے گئے ہیں، ان میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ علماء امت نے ان کی کتابوں کو قبول کیا ہے، اس گفتگو کے بعد علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

''وهٰذَا التَّلَقِّيْ وَحْدَهٗ اَقْوٰى فِيْ اِفَادَةِ الْعِلْمِ مِنْ مُجَرَّدِ كَثْرَةِ الطُّرُقِ الْقَاصِرَةِ عَنِ التَّوَاتُرِ ''[1]

یقین کے لیے تواتر سے کم درجہ کثرت طرق کے مقابلے میں علماء امت کا قبول کرنا زیادہ مفید ہے۔

غور فرمایا آپ نے؟ مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کی سندوں کی کثرت (جبکہ تواتر سے کم ہو) اس قدر مفید یقین نہیں، جس قدر علماء امت کا کسی حدیث کو قبول کر لینا مفید یقین ہے

(۲) حضرت علی مرتضی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص نماز کو حاضر ہو اور امام ایک حال میں ہو تو مقتدی اسی حال کو اختیار کرے۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے اس حدیث کو کسی دوسری سند سے روایت کیا ہو، اس کے باوجود امام ترمذی نے فرمایا:

''وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ ''۔

اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَكَاَنَّ التِّرْمِذِيَّ يُرِيْدُ تَقْوِيَةَ الْحَدِيْثِ بِعَمَلِ اَهْلِ الْعِلْمِ [2]

گویا امام ترمذی اہل علم کے عمل کے ذریعے اس حدیث کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

---

[1] احمد بن حجر عسقلانی، امام: نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر (مجع ملتان) ص ۲۵-۲۴
[2] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (امدادیہ ملتان) ۳/۹۸

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے بارے میں ہم چند حوالے اس سے پہلے پیش کر چکے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس حدیث کو یک لخت رد کر دیا جائے اور اس کے بیان کرنے کو ناجائز اور گناہ قرار دیا جائے۔

ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر حافظ صلاح الدین یوسف کا نارو انداز ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

صاحب المواہب علامہ قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) نویں دسویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان نو سو سال کا طویل فاصلہ ہے، جب تک درمیان کی یہ کڑیاں مستند سلسلہ سے نہ جوڑی جائیں گی، اس وقت تک موصوف کی بے سند نقل کردہ روایات پایہ اعتبار سے ساقط بھی جائے گی، اس اعتبار سے سوال میں مذکور روایت بالکل بے اصل ہے، اس کو بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔[1]

امام قسطلانی نے یہ حدیث مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے بیان کی ہے، صرف انہوں نے ہی نہیں، بلکہ بہت سے جلیل القدر محدثین اور اصحاب کشف بزرگان دین نے بھی سے روایت کیا ہے، تفصیل اس سے پہلے گزر چکی ہے، اتنے جلیل القدر ائمہ کرام کو بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار دینا، جیسے الاعتصام کے مدیر نے کیا ہے، خود گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔

حیرت ہے کہ مصنف عبدالرزاق کو تو معتمد کتاب تسلیم کیا جاتا ہے اور جب ثقہ محدثین اور اہل علم اس کے حوالے سے حدیث بیان کریں، تو کہا جاتا ہے یہ حدیث تب مقبول ہوگی، جب تم اپنی پوری سند بیان کرو گے، یا ایسے ہی ہے جیسے آج کوئی شخص بخاری شریف کے حوالے سے حدیث بیان کرے اور اسے کہا جائے کہ تمہارے اور امام بخاری کے درمیان صدیوں کا فاصلہ حائل ہے، تمہارا حوالہ اس وقت تک قابل قبول نہیں، جب تک تم اپنی سند

---

[1] صلاح الدین یوسف، حافظ: ہفت روزہ الاعتصام ۳۶، ۵ مارچ ۱۹۸۰ء ص ۹

امام بخاری تک بیان نہ کرو بلکہ بقول صلاح الدین یوسف چودہ سو سالہ درمیانی کڑیاں ملانا پڑیں گی اور ظاہر ہے یہ مطالبہ قابل قبول نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہوں نے اپنے رسالہ ''صلاۃ الصفا'' میں ایک موضوع اور باطل روایت درج کی ہے اور اس کی نسبت سے کہا ہے کہ حافظ عبدالرزاق نے اسے مصنف میں بیان کیا ہے، حالانکہ وہ روایت مصنف میں نہیں ہے۔[1]

اس سے پہلے متعدد حوالوں سے بیان کیا جاچکا ہے کہ اس حدیث کو عالم اسلام کے جلیل القدر علماء، محدثین، اور ارباب کشف وشہود نے بیان کیا ہے، اور اس سے استدلال کیا ہے، اس کے باوجود اس حدیث کو موضوع اور باطل قرار دینا قطعاً غلط ہے، رہا یہ سوال کہ اس حدیث کے سلسلے میں عبدالرزاق کا حوالہ دیا جاتا ہے، مصنف عبدالرزاق چھپ چکی ہے، اور اس میں یہ حدیث نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اس وقت صحیح ہوتا، جبکہ ناشرین کو مکمل نسخہ دستیاب ہوا ہوتا، وہ تو خود تسلیم کر رہے ہیں کہ ہمیں مکمل نسخہ کہیں سے نہیں مل سکا،

اس کتاب کے مرتب اور ناشر نے کتاب الطہارۃ کی ابتدا میں یہ نوٹ دیا ہے:

اس جلیل دفتر (مصنف) کی طباعت اور تیاری کے سلسلے میں جن نسخوں پر ہمیں آگاہی ہوئی ہے یا ہم نے مخطوطے یا فوٹو کاپی کی صورت میں حاصل کئے ہیں، ان کی تفصیل آپ مقدمہ میں پائیں گے انشاء اللہ! وہ سب ناقص ہیں، ہاں آستانہ (ترکی) کے کتب خانہ میں ملا مراد کا نسخہ کامل ہے، لیکن اس کی ابتدا میں طویل نقص ہے اور اصل کی پانچویں جلد بھی ابتداء سے ناقص ہے۔[2]

---

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۰۲

[2] حبیب الرحمن اعظمی: مصنف عبدالرزاق (طبع بیروت) ۳/۱

اب یہ فیصلہ تو ناظرین ہی کریں گے کہ جن لوگوں کے پاس مصنف کا مکمل نسخہ ہی موجود نہیں ہے، ان کا یہ کہنا کس طرح قابل قبول ہوسکتا ہے؟ کہ چونکہ یہ حدیث مصنف میں موجود نہیں ہے، اس لئے موضوع ہے، جبکہ دوسری طرف تاریخ اسلام کے نامور اور مستند علماء اسے مصنف کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں، بدیہی بات ہے کہ ان کا بیان ہی قبول کیا جائے گا۔

امام علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

جس شخص کو علم اور لوگوں کی روایت کے ساتھ تھوڑا سا تعلق بھی ہے، وہ اس امر میں شک نہیں کرے گا کہ اگر امام مالک اسے بالمشافہ کوئی خبر دیں، تو وہ یقین کرلے گا کہ امام نے سچی خبر دی ہے۔[1]

یہی بات ہم بھی کہتے ہیں کہ علم و دیانت سے تعلق رکھنے والا ہر شخص باور کرے گا کہ عالم اسلام کی نامور شخصیات، جن کے حوالے اس سے پہلے گزر چکے ہیں، اگر بالمشافہ اسے بیان کریں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام عبدالرزاق نے مصنف میں بیان کی ہے، تو وہ اس بیان میں یقیناً سچے ہوں گے۔

چوتھا اعتراض

غیر مقلدین کے ایک امام مولوی محمد داؤد غزنوی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر اعتراض کیا ہے۔

لیکن یہ کہنا یہ نبی اکرم ﷺ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ، کے ذاتی طور سے پیدا ہوئے، نہ صرف یہ کہ جہالت ہے، بلکہ صریح کفر ہے، اس لئے کہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ ذات الٰہی کا نور، مادہ ہوا، آپ کی پیدائش کا گویا آپ ذات الٰہی کے جز ہیں ---العیاذ باللہ اور یہ عقلاً وشرعاً غلط ہے--- نیز اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ وتقدس نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کرکے آپ کے وجود کو تیار کیا، تو معاذ اللہ! معاذ اللہ!

---

[1] احمد بن حجر عسقلانی، امام: شرح نخبۃ الفکر (طبع ملتان) ص ۲۷

اللہ جل شانہٗ کے ذاتی نور کا ایک جزو کم ہو گیا۔!

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

''نُورَ نَبِیِّكَ مِنْ نُورِہٖ ،غزنوی صاحب نے سمجھا کہ لفظ مِن تبعیضیہ ہے لہذا یہ معنی کشید کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کر کے آپ کے وجود کو تیار کیا، یہ خیال نہ کیا کہ لفظ مِـــنْ کئی دوسرے معنوں کے لئے بھی آتا ہے---درس نظامی کی ابتدائی کتاب ''مـأتـہ عـامل '' میں وہ معانی دیکھے جا سکتے ہیں---اس جگہ لفظ مِنْ ابتدائیہ اتصالیہ ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے کسی چیز کے واسطے کے بغیر آپ کا نور پیدا کیا، اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

''وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ''(النساء۴، ۱۷۱)

علامہ سید محمود آلوسی، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کلمۂ مِن مجازاً ابتداءِ غایت کے لئے ہے، تبعیضیہ نہیں ہے، جیسے کہ عیسائیوں نے گمان کیا، کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے دربار کا ایک ماہر طبیب عیسائی تھا، اس نے ایک دن علامہ علی بن حسین واقدی مروزی سے مناظرہ کیا اور کہا کہ تمہاری کتاب (قرآن پاک) میں ایک آیت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی جزو ہیں اور یہی آیت پیش کی (وَرُوْحٌ مِّنْـــــهُ)

علامہ واقدی نے یہ آیت پیش کی:

''وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ''

(اور تمہارے لئے وہ سب چیزیں مسخر کیں جو آسمانوں اور جو زمین میں ہیں، سب اس کی طرف سے ہیں)

کہنے لگے کہ تمہاری بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ سب چیزیں

۱؎ محمد داؤد غزنوی: ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، ۲۳- مارچ ۱۹۹۰ء، ص ۱۱

اللہ تعالیٰ کی جز ہوں، عیسائی لاجواب ہو گیا اور اسلام لے آیا- ہارون الرشید بہت خوش ہوا اور واقدی کو گراں قدر انعام سے نوازا۔؎۱

عیسائی طبیب کی سمجھ میں بات آ گئی اور وہ اسلام لے آیا، اب دیکھئے منکرین اور معترضین کی عقل میں یہ بات آتی ہے اور وہ تسلیم کرتے ہیں یا اپنے انکار پر ہی ڈٹے رہتے ہیں----؟ دیدہ باید!

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

اے اِمِنْ نُوْرٍ هُوَ ذَاتُهٗ لَا بِمَعْنٰى اَنَّهَا مَادَّةٌ خُلِقَ نُوْرُهٗ مِنْهَا بَلْ بِمَعْنٰى تَعَلُّقِ الْاِرَادَةِ بِهٖ بِلَا وَاسِطَةِ شَیْءٍ فِیْ وُجُوْدِهٖ -؎۲

یعنی اس نور سے پیدا کیا جو ذات باری تعالیٰ کا عین ہے، یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادہ ہے، جس سے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا گیا، بلکہ آپ کے نور کے ساتھ کسی چیز کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ارادے کا تعلق ہوا-

اس وضاحت کے بعد غزنوی صاحب کے دونوں اعتراض اٹھ جاتے ہیں-

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حَاشَ لِلّٰهِ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ نور رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ! ذات الٰہی کا جز یا عین و نفس ہے، ایسا عقیدہ ضرور کفر و ارتداد ہے؎۳

پانچواں اعتراض

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

قرآن و حدیث کی نصوص سے نبی اکرم ﷺ کی بشریت ثابت ہے اور یہ حدیث اپنے ظاہر کے اعتبار سے ان نصوص کے مخالف ہے-

---

۱؎ محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع ایران) ۶/ ۲۳

۲؎ محمد بن عبد الباقی زرقانی، امام: شرح مواہب لدنیہ ۱/ ۵۵

۳؎ احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: مجموعہ رسائل (نوریہ) (طبع لاہور) ص ۲۶

واقع بھی اس حدیث کے خلاف ہے، آپ کے والدین تھے، حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا، آپ نے امہات المؤمنین سے نکاح کیا، آپ کی اولاد تھی، آپ کے رشتے دار اور سسرال تھے۔[1] (ترجمہ ملخصاً)

یہ بحث گفتگو اس مفروضے پر مبنی ہے کہ اہل سنت وجماعت (بریلویوں) کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ صرف نور ہیں اور بشر نہیں ہیں، حالانکہ ہمارا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے، جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔

چھٹا اعتراض

پرتگال کے ایک صاحب نے اول مخلوق کے بارے میں وارد احادیث کے درمیان تطبیق دینے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ: صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا، حدیث نور ثابت ہی نہیں ہے، تو تطبیق کی کیا ضرورت اور گنجائش ہے؟

اس کا جواب یہ ہے یہ تطبیق ہم نے نہیں دی، ہم تو ناقل ہیں، پوچھنا ہو تو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ عبدالکریم جیلی، علامہ عبدالوہاب شعرانی، علامہ حسین بن محمد دیار بکری علامہ بدرالدین محمود عینی اور حضرت ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ سے پوچھیے، جنہوں نے تطبیق دی ہے اور اول مخلوق حضور نبی اکرم ﷺ کے نور کو قرار دیا ہے، ان کے نزدیک حدیث نور ثابت نہ ہوتی، تو تطبیق ہی کیوں دیتے؟ حوالے اس سے پہلے دیے جا چکے ہیں۔

پرتگال کے اسی علامہ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی پیدا کیا، اس دعوے پر بطور دلیل یہ آیت پیش کی:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ

اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔

ان کے خیال میں حدیث نور اس آیت کے خلاف ہے اور تطبیق کی ضرورت نہیں، کیونکہ حدیث نور ثابت ہی نہیں ہے۔

---

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۰۳

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں مطلق موجودات کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ اجسام اور خصوصاً حیوانات کا ذکر ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم نے پانی سے ہر حیوان کو پیدا کیا، یعنی ہر اس چیز کو جو حیات حقیقیہ سے متصف ہے، یہ تفسیر کلبی اور مفسرین کی ایک جماعت سے منقول ہے، اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ — اللہ تعالیٰ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا کیا۔[1]

ظاہر ہے کہ آیت وحدیث میں مخالفت ہی نہیں ہے، آیت مبارکہ میں حیوانات کو پانی سے پیدا کیے جانے کا ذکر ہے اور حدیث نور میں کسی حیوان اور جسم کا ذکر نہیں ہے، بلکہ ایک مجرد کا ذکر ہے جو تمام اجسام، بلکہ تمام انوار سے پہلے پیدا کیا گیا اور وہ تھا نور مصطفےٰ (حضور نبی اکرم) ﷺ۔

لطیفہ

احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں کہ ایک بریلوی نے اردو میں یہ شعر کہا ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر — اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر[2]

اللہ اکبر! اجلہ علماء اسلام کی ایک جماعت نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے عظمت مصطفےٰ ﷺ کو ظاہر کرنے والی ایک حدیث بیان کی، تو اسے یہ لوگ بے سند کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور اس طرح انکار حدیث کا دروازہ کھولتے ہیں، دوسری طرف خود یہ شعر نقل کر دیا اور یہ تک نہ سوچا کہ ہم کس منہ سے یہ شعر بریلویوں کے سر تھوپ رہے ہیں، نہ کوئی حوالہ نہ کوئی سند، ہمارے نزدیک یہ شعر اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے غلط ہے۔

---

[1] محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع ایران) ۳۲/۱۷

[2] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ ص ۱۰۵

بے سایہ وسایہ بانِ عالم

سایہ کثیف اجسام کا ہوتا ہے، لطیف اشیاء مثلاً ہوا، اور فرشتوں کا سایہ نہیں ہوتا، حضور نبی اکرم ﷺ نورِ مجسم ہیں، اس لئے آپ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہ تھا، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حدیث شریف اور ائمہ متقدمین کے ارشادات کی روشنی میں یہ مسئلہ بیان کیا، ظاہر ہے کہ جس شخص کا دل نورِ ایمان سے روشن ہوگا، وہ اپنے آقا و مولا رحمۃ للعالمین، محبوب رب العالمین ﷺ کے کمالاتِ عالیہ اور فضائل سن کر جھوم جائے گا۔ اور ''آمنا وصدقنا'' کہے گا، مخالف یہ کہہ کر دامن نہیں چھڑا سکے گا کہ یہ تو بریلویوں کے خرافات ہیں، کیونکہ اس باب میں جن اکابر کے نام آتے ہیں ان پر بریلویت کی چھاپ نہیں لگائی جاسکتی یہ تو وہ بزرگ ہیں جو صدیوں پہلے گزر چکے ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

1- سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آگیا اور نہ قیام فرمایا، چراغ کی ضیاء میں، مگر یہ کہ حضور کے تابش نور نے اس چمک کو دبا لیا![1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادِ مبارک سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ صرف معنوی نور ہی نہیں ہیں، حسی نور بھی ہیں۔

2- امام نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ ''تفسیر مدارک'' میں فرماتے ہیں:

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا: بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔[2]

---

[1] عبدالرحمٰن ابن جوزی، امام: کتاب الوفا (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۴۰۷
[2] عبداللہ بن احمد نسفی، امام: تفسیر مدارک (طبع بیروت) ۱۳۵/۳

3- امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''خصائص کبریٰ'' میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے:

بَابُ الْآيَةِ فِي أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرٰى لَهُ ظِلٌّ

نبی اکرم ﷺ کا یہ معجزہ کہ آپ کا سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا، اس باب میں حکیم ترمذی کے حوالے حضرت ذکوان کی روایت لائے ہیں کہ سرورِ دوعالم ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا، دھوپ میں اور نہ چاندنی میں۔ (ترجمہ)

اس کے بعد محدث ابن سبع کا یہ ارشاد لائے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کے خواص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ نور ہیں، اس لئے جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے، آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا، بعض علماء نے کہا اس کی شاہد وہ حدیث ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور بنا دے![1]

4- علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی دوسری تصنیف ''انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب'' میں فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑا، حضور ﷺ کا سایہ نظر نہیں آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔۔۔۔ ابن سبع نے فرمایا: اس لیے کہ حضور نور ہیں۔۔۔ امام رزین نے فرمایا کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔[2]

5- امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے وہ بات ہے جو بیان کی گئی کہ آپ ﷺ کے جسمِ انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں، اس لئے کہ حضور نور ہیں۔[3]

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام: خصائص کبریٰ (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ۶۸/۱
[2] ایضاً: انموذج اللبیب (اکتساب، لاہور) ص ۵۳
[3] عیاض بن موسیٰ اندلسی، امام: الشفاء (عربی، طبع ملتان) ۲۴۳/۱

6- علامہ شہاب الدین خفاجی نے ''شرح شفاء'' میں کسی قدر گفتگو کے بعد اپنی ایک رباعی بیان کی، جس کا ترجمہ یہ ہے:

احمد مصطفیٰ ﷺ کے سائے کا دامن، حضور کی فضیلت و کرامت کی بناء پر زمین پر نہ کھینچا گیا، جیسے کہ محدثین کرام نے کہا ہے، یہ عجیب بات ہے اور اس سے عجیب تر یہ کہ تمام لوگ آپ کے سائے میں ہیں۔

نیز فرمایا:

قرآن پاک کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نور ہیں اور آپ ﷺ کا بشر ہونا، اس کے منافی نہیں ہے، جیسے کہ وہم کیا گیا ہے، اگر تو سمجھے تو وہ آپ ﷺ ''نور علی نور'' ہیں۔[1]

7- علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

نبی اکرم ﷺ کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا، اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا، پھر ابن سبع کا حضور اکرم ﷺ کے نور سے استدلال اور حدیث ''اجعلنی نورًا'' سے استشہاد کیا۔[2]

8- اسی طرح ''سیرت شامیہ'' میں ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ امام حکیم ترمذی نے فرمایا: اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔[3]

9- امام زرقانی نے اس پر تفصیلاً گفتگو کی ہے۔[4]

10- امام علامہ بوصیری کے ''قصیدہ ہمزیہ'' کی شرح میں علامہ سلیمان جمل نے یہی بیان کیا۔[5]

---

[1] احمد شہاب الدین خفاجی، علامہ: نسیم الریاض (مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ) ۳/۲۸۲
[2] احمد بن محمد قسطلانی، علامہ: مواہب لدنیہ (مع زرقانی) ۴/۲۵۳
[3] محمد بن یوسف شامی، علامہ: سبل الہدیٰ والرشاد (طبع مصر) ۲/۲۳
[4] محمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ ۴/۲۵۳
[5] سلیمان جمل، علامہ: فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ (المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر) ص ۵

11- اسی طرح ''کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس'' میں ہے۔[1]

12- امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

عالم شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اس سے لطیف ہوتا ہے اور چونکہ پورے جہان میں آپ سے زیادہ لطیف کوئی نہیں ہے، تو آپ کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے؟[2]

13- شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے حکیم ترمذی کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا:

حضور نبی اکرم ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے، اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔[3]

14- علامہ عبد الرؤف مناوی (م ۱۰۰۳ھ) نے امام ابن مبارک اور ابن جوزی کے حوالے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث نقل کی ہے۔[4]

15- تفسیر عزیزی میں سورۃ الضحیٰ کی تفسیر میں ہے:

نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔[5]

16- احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے:

انہوں (مولانا احمد رضا) نے اپنے ماموں سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے۔[6]

---

[1] حسین بن محمد دیار بکری، علامہ: تاریخ الخمیس (مؤسسۃ شعبان، بیروت) ۱/۲۱۹
[2] (الف) احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، فارسی حصہ ششم دفتر سوم (طبع لاہور) ص ۱۵۳
(ب) ایضاً: مکتوبات امام ربانی، اردو (مدینہ پبلشنگ، کراچی) ص ۱۵۵۳
[3] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ۱/۲۱
[4] عبد الرؤف مناوی، علامہ: شرح شمائل ترمذی (مصطفیٰ البابی، مصر) ۱/۴۷
[5] عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی، فارسی (مسلم بک ڈپو، دہلی) ص ۳۱۲
[6] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۰۵

اہل سنت و جماعت! مبارک ہو کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لے کر امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک جن حضرات نے سرکار دو عالم ﷺ کے سائے کی نفی ہے، وہ سب ہمارے امام ہیں، غیر مقلدین کے نہیں، اگر ان کے امام ہوتے تو یہ کیوں کہا جاتا کہ "انہوں نے اپنے اماموں سے نقل کیا ہے" آیئے سرسری نظر سے جائزہ لیں کہ ظہیر صاحب نے کن کن حضرات کو امام ماننے سے انکار کیا ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس (۲) حضرت عثمان غنی (۳) امام جلال الدین سیوطی (۴) امام نسفی، صاحب مدارک (۵) امام قاضی عیاض (۶) علامہ شہاب الدین خفاجی (۷) جلیل القدر تابعی، حضرت ذکوان (۸) امام ابن سبع (۹) حکیم امام ترمذی (۱۰) علامہ محمد بن یوسف شامی (۱۱) امام احمد بن قسطلانی (۱۲) امام زرقانی (۱۳) علامہ سلیمان جمل (۱۴) علامہ حسین بن محمد دیار بکری (۱۵) امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۷) امام عبدالرؤف مناوی (۱۸) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

استدراک

حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور نے اس طرف توجہ مبذول کروائی ہے کہ مصنف کے بازیافت ہونے والے حصے کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت سائب بن یزید ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک درخت پیدا فرمایا جس کی چار شاخیں تھیں، اس درخت کا نام "شجرة الیقین" (یقین کا درخت) رکھا پھر نور مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کیا، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یقین کا درخت پہلے تھا، جب کہ ہمارا قطعی عقیدہ یہ ہے کہ نور مصطفیٰ ﷺ سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔

اس سلسلے میں گزارش ہے:

(۱)۔ حضرت جابر ﷺ کی روایت کردہ "حدیثِ نور" رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، اس لئے اسے ترجیح ہے جبکہ مصنف کی پہلی حدیث ایک صحابی کا قول ہے اور حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں ہے۔

(۲)۔ حضرت جابر ﷺ کی روایت اولیت کے بیان میں نص ہے کیونکہ اس میں سوال ہی یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کونسی چیز پیدا فرمائی؟ اور جواب بھی اسی بات کا بالقصد دیا گیا اس لئے اسے ترجیح ہے، جبکہ یہ حدیث بیان تخلیق نور میں تو نص ہے، لیکن اولیت کے بیان میں نص نہیں ہے، بلکہ ظاہر ہے اور ظاہر کے مقابل نص کو ترجیح ہوتی ہے۔

(۳)۔ حضرت جابر ﷺ کی روایت کردہ حدیثِ نور کو علماء امت کی طرف سے عظیم تلقی بالقبول حاصل ہے۔ جبکہ حضرت سائب ﷺ کی حدیث کو وہ تلقی بالقبول حاصل نہیں۔

بعض لوگوں کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مصنف کے مخطوطے کا رسم الخط ہندوستانی ہے، لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ بغداد شریف میں لکھا گیا ہو" میں نہ مانوں" کا تو افلاطون اور بقراط کے پاس بھی علاج نہیں تھا، کیا اعتراض کرنے والوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہندوستان کے بے شمار اہلِ علم نے حرمین شریفین جا کر بڑے بڑے علمی کام کئے ہیں بغداد شریف میں کسی کتاب کے لکھے جانے کیلئے کیا ضروری ہے کہ وہ بغداد شریف ہی کا رہنے والا ہو۔

۱۳/صفر ۱۴۲۷ھ   محمد عبدالحکیم شرف قادری



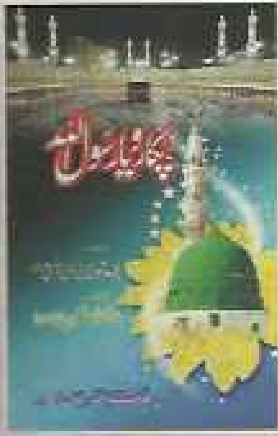




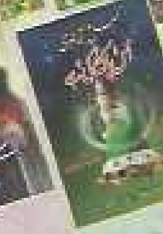
تصانیف

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

* یادِ اعلیٰحضرت رحمہ اللہ
* مقالاتِ رضویہ
* من عقائد اہل السنۃ
* نور نور چہرے






مکتبہ قادریہ ۰ لاہور